صدائے منبر

جلد اول

تالیف : حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

صدائے منبر

جلداوّل

جس میں مسائل زکوۃ، فضائل رمضان، اصلاح معاشرہ اور دیگر موضوعات پر
مدلل مرتب چھبیس (26) خطبات شامل ہیں، خطباء اور آئمہ حضرات کے
لئے لاجواب تحفہ عوام اور خواص کے لئے یکساں مفید

تالیف:
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ

استاذ حدیث
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ الفریدیۃ ای سیون اسلام آباد
وخطیب جامع مسجد طیبہ، چمن زار کالونی، راولپنڈی

ناشر
مکتبہ فریدیہ، ای سیون اسلام آباد
فون نمبر: 051-2653178 موبائل: 0333-5221278

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	صدائے منبر (جلد اول)
تالیف	مولانا مفتی محمد امین صاحب
طباعت دوازدہم	جون 2013ء رجب المرجب 1434ھ
ناشر	مکتبہ فریدیہ اسلام آباد
طباعت باہتمام	عبد القدیر 0300-4339699
تعداد	1100
قیمت	

ملنے کے پتے

مکتبہ فریدیہ E/7 اسلام آباد
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
قرآن محل کمیٹی چوک راولپنڈی
مکتبہ محمودیہ صوابی
مکتبہ عباسیہ تیمرگرہ
مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک
دار الاخلاص محلہ جنگی پشاور
مکتبہ انوار مردان
مکتبہ رشیدیہ مینگورہ سوات
مکتبہ العارفی فیصل آباد
مکتبۃ الحسن اردو بازار لاہور
مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور
مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور
مکتبہ فاروقی راولپنڈی
مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

اجمالی فہرست مضامین

صفحہ نمبر	نام عنوان
۱۸	☆......دعائیہ کلمات
۱۹	☆......پیش لفظ
۲۲	☆......انتساب
۲۳	☆......**عنوان اوّل** "ہدایت"
۲۴	☆......پہلی تقریر "ہدایت بڑی قیمتی چیز ہے"
۴۲	☆......دوسری تقریر "ہدایت صرف اللہ کے قبضہ میں ہے"
۵۴	☆......تیسری تقریر "ہدایت کا حاصل کرنا آسان ہے"
۶۲	☆......چوتھی تقریر "ہدایت کے حصول کے دو طریقے"
۷۴	☆...... **دوسرا عنوان** "اجتناب عن المعاصی"
۷۵	☆......پہلی تقریر " اللہ پاک کی ذات ارحم الراحمین ہے"
۸۴	☆......دوسری تقریر "گناہ کے نقصانات (قسط اول)"
۹۴	☆......تیسری تقریر "گناہ کے نقصانات (قسط دوم)"
۱۰۴	☆......چوتھی تقریر "خدا کا جاسوسی نظام"

عنوان	صفحہ نمبر
☆......**تیسرا عنوان** "الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر"	۱۳۰
☆......پہلی تقریر" دنیا کی بے ثباتی وفکرِ آخرت"	۱۳۱
☆......دوسری تقریر" الدنیا سجن المؤمن کی تشریح"	۱۳۱
☆......تیسری تقریر" دین پر عمل کرنا آسان ہے (قسط اوّل)	۱۴۶
☆......چوتھی تقریر" دین پر عمل کرنا آسان ہے (قسط دوم)	۱۵۷
☆......**چوتھا عنوان** "سورۃ العادیات کا بیان"	۱۷۳
☆......پہلی تقریر" ایک روحانی مرض کا بیان"	۱۷۴
☆......دوسری تقریر" سبب مرض کا بیان"	۱۸۶
☆......تیسری تقریر" علاج مرض کا بیان"	۱۹۹
☆......مستقل تقریر" ایک لاعلاج روحانی بیماری"	۲۱۰
☆......**ماہ محرم الحرام**	۲۲۶
☆......پہلا جمعہ۔ مقصد شہادت کا بیان	۲۲۶
☆......**ماہ ربیع الاوّل**	۲۳۹
☆......پہلا جمعہ۔ بعثت نبوی اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام	۲۳۹
☆......**ماہ رجب**	۲۵۴
☆......معراج النبی ﷺ کا بیان	۲۵۴
☆...... **ماہ شعبان المعظم**	۲۶۳

صفحہ نمبر	عنوان
۲۶۳	☆……پہلا جمعہ۔شب برأت کا بیان
۲۷۳	☆……**شعبان کا تیسرا** جمعہ۔زکوٰۃ کا بیان
۲۹۲	☆……**ماہ رمضان المبارک**
۲۹۲	☆……پہلا جمعہ۔تراویح کا بیان
۳۰۶	☆……دوسرا جمعہ۔آداب رمضان کا بیان
۳۱۹	☆……تیسرا جمعہ۔دعا،اعتکاف اور لیلۃ القدر کا بیان
۳۳۶	☆……رمضان المبارک کا آخری جمعہ۔جمعۃ الوداع کی اہمیت
۳۵۵	☆……**ماہ ذی الحجہ**
۳۵۵	☆……عشرہ ذی الحجہ کے فضائل اور قربانی کا بیان

تفصیلی فہرست مضامین

نام عنوان	صفحہ نمبر
☆......دعائیہ کلمات از حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب شہید رحمہ اللہ	۱۸
☆......پیش لفظ	۱۹
☆......انتساب	۲۲
☆......عنوان اوّل " ھدایت "	۲۳
☆......پہلی تقریر، "ہدایت بڑی قیمتی چیز ہے۔	۲۴
☆......تمہید	۲۵
☆......پہلی بات	۲۵
☆......آخرت کے بازار میں ہدایت کی کیا قیمت لگے گی؟	۲۶
☆......کفار کی آرزو	۲۶
☆......سونے کی بھری ہوئی زمین بھی ہدایت کا بدل نہیں بن سکتی۔	۲۷
☆......قارون کا واقعہ	۳۱
☆......قارون کا انجام	۳۵

صفحہ نمبر	نام عنوان
۳۶	☆......حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ
۴۲	☆......دوسری تقریر
۴۲	☆......ہدایت صرف اللہ کے قبضہ میں ہے۔
۴۳	☆......حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا واقعہ
۴۵	☆......نوح علیہ السلام کی دعوت کا انداز
۴۷	☆......حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ
۴۹	☆......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا جواب
۵۰	☆......ہدایت رحمۃ للعالمین ﷺ کے قبضہ میں بھی نہ تھی۔
۵۱	☆......ابوطالب کا ایمان نہ لانا
۵۴	☆......تیسری تقریر
۵۴	☆......ہدایت کا حاصل کرنا اللہ نے آسان بنایا ہے۔
۵۶	☆......پہلی چیز
۵۷	☆......دوسری چیز
۵۷	☆......تیسری چیز
۵۸	☆......چوتھی چیز
۵۹	☆......ہدایت کی انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔
۶۲	☆......چوتھی تقریر

صفحہ نمبر	نام عنوان
۶۳	☆......ہدایت حاصل کرنے کے دو طریقے۔
۶۳	☆......پہلا طریقہ
۶۵	☆......دوسرا طریقہ
۷۰	☆......ایک اشکال اور اس کا جواب
۷۰	☆......پہلا جواب
۷۱	☆......دوسرا جواب
۷۱	☆......پیران پیرؒ کا واقعہ
۷۴	☆......دوسرا عنوان : اجتناب عن المعاصی
۷۵	☆......پہلی تقریر: اللہ تعالیٰ کی ذات ارحم الراحمین ہے۔
۷۶	☆......تمہید
۷۶	☆......پہلی بات
۷۷	☆......دنیا کے تمام انسانوں کی نفع رسانی غرض پر مبنی ہے۔
۷۸	☆......رحمت خداوندی کسی غرض پر مبنی نہیں
۷۹	☆......اللہ تعالیٰ کی بے نیازی
۸۰	☆......رحمت خداوندی غیر محدود ہے
۸۱	☆......اللہ کی خوشی کی عجیب مثال
۸۳	☆......دوسری تقریر

نام عنوان	صفحہ نمبر
☆.....گناہ کے نقصانات (قسط اوّل)	۸۳
☆.....گناہوں کا نقصان غیر محدود ہے۔	۸۴
☆.....گناہوں کے دنیوی نقصانات	۸۷
☆.....پہلا نقصان	۸۷
☆.....رزق کی تنگی پر ہونے والے اشکال کا جواب	۸۷
☆.....دوسرا نقصان	۸۹
☆.....معیت خداوندی کی پہلی مثال	۹۰
☆.....معیت خداوندی کی دوسری مثال	۹۰
☆.....تیسری تقریر "گناہ کے نقصانات" (قسط دوم)	۹۲
☆.....تیسرا نقصان	۹۳
☆.....ایک عجیب وغریب مثال	۹۴
☆.....ایک غلط فہمی کا ازالہ	۹۵
☆.....پہلی قسم	۹۵
☆.....دوسری قسم	۹۶
☆.....تنبیہ	۹۷
☆.....گستاخی رسول بدترین گناہ ہے۔	۹۸
☆.....ایک عجیب مثال	۱۰۰

نام عنوان	صفحہ نمبر
☆......چوتھی تقریر	۱۰۲
☆......خدا کا جاسوسی نظام	۱۰۲
☆......انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض	۱۰۳
☆......سب سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی نگرانی	۱۰۶
☆......صحابہ کرام کے حیاء کا واقعہ	۱۰۸
☆......دوسری چیز کراماً کاتبین کی نگرانی	۱۰۹
☆......تیسری چیز اعضائے انسانی کی نگرانی	۱۱۱
☆......چوتھی چیز زمین اور مکانات کی نگرانی	۱۱۵
☆......پانچویں چیز زمانہ اور اس کے اجزاء کی نگرانی	۱۱۷
☆......تیسرا عنوان "الدنیا سجن المؤمن وجنة الكافر"	۱۲۰
☆......پہلی تقریر۔ دنیا کی بے ثباتی وفکر آخرت	۱۲۱
☆......ایک عجیب واقعہ	۱۲۲
☆......موت کے بعد کے تین دور	۱۲۵
☆......عالم برزخ کی طوالت	۱۲۵
☆......عالم حشر کی طوالت	۱۲۶
☆......دور ثالث کی طوالت	۱۲۷
☆......ایک عجیب مثال	۱۲۹

نام عنوان	صفحہ نمبر
☆......دوسری تقریر ''الدنیا سجن المؤمن''	۱۳۱
☆......قید خانہ کی پہلی خصوصیت	۱۳۳
☆......قید خانہ کی دوسری خصوصیت	۱۳۳
☆......جنت کی پہلی خصوصیت	۱۳۵
☆......جنت کی دوسری خصوصیت	۱۳۵
☆......جنتیوں کی خواہش اور آرزو	۱۳۶
☆......حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۱۳۹
☆......حدیث مذکور کا دوسرا جملہ	۱۳۹
☆......ہمارے دین کے کام بھی اپنی مرضی کے	۱۴۳
☆......تیسری تقریر''دین پر عمل کرنا آسان ہے''(قسط اوّل)	۱۴۶
☆......ایک اشکال اور اس کا تحقیقی جواب	۱۴۸
☆......ایک حبشی کا واقعہ	۱۵۰
☆......حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ ایک عجیب مثال	۱۵۰
☆......دین سارے کا سارا آسان ہے	۱۵۲
☆......آخری بات	۱۵۴
☆......چوتھی تقریر	۱۵۷
☆......دین پر عمل کرنا آسان ہے (قسط دوم)	۱۵۷

صفحہ نمبر	نام عنوان
۱۵۹	☆......گناہوں کی دو قسمیں
۱۵۹	☆......گناہوں کی پہلی قسم
۱۶۰	☆......گناہوں کی دوسری قسم
۱۶۱	☆......ایک غلط فہمی کا ازالہ
۱۶۴	☆......ایک اور غلط فہمی کا ازالہ
۱۵۶	☆......گناہوں کی لذت کی عجیب مثال
۱۷۱	☆......حکیم الامت کی بیان کردہ ایک عجیب مثال
۱۷۳	☆......چوتھا عنوان : سورۃ **والعادیات** کا بیان
۱۷۴	☆......پہلی تقریر، ایک روحانی مرض
۱۷۵	☆......تمہید
۱۷۶	☆......پہلی بات
۱۷۷	☆......دوسری بات
۱۷۸	☆......پہلی چیز ایک روحانی بیماری کا بیان
۱۸۶	☆......دوسری تقریر، سبب مرض کا بیان
۱۹۰	☆......دوسری چیز سبب مرض کا بیان
۱۹۴	☆......ایک غلط فہمی کا ازالہ
۱۹۶	☆......عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا واقعہ

صفحہ نمبر	نام عنوان
۱۹۷	☆......مولانا ناروی رحمہ اللہ کی بیان کردہ ایک عجیب مثال
۱۹۹	☆......تیسری تقریر، علاج مرض کا بیان
۲۰۷	☆......اللہ کی غیر محدود شفقت
۲۰۸	☆......نسخے کے استعمال کا طریقہ
۲۱۰	☆......مستقل تقریر
۲۱۰	☆......ایک لاعلاج روحانی بیماری کا بیان
۲۱۴	☆......شیطان راندۂ درگاہ کیوں ہوا؟
۲۱۹	☆......یہ بیماری دو وجہ سے لگتی ہے۔
۲۲۲	☆......درس عبرت
۲۲۶	☆......ماہ محرم الحرام
۲۲۶	☆......پہلا جمعہ شہادت کا مقصد
۲۲۸	☆......پہلی بات ایک غلط فہمی کا ازالہ
۲۳۰	☆......ایک اور غلط فہمی کا ازالہ
۲۳۱	☆......دوسری بات شہادت کا مقصد
۲۳۳	☆......تیسری بات کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے
۲۳۵	☆......تنبیہ
۲۳۶	☆......مقام افسوس

صفحہ نمبر	نام عنوان
۲۳۹	☆ ماہ ربیع الاول (پہلا جمعہ)
۲۳۹	☆ بعثت نبوی اللہ کا سب سے بڑا احسان
۲۴۰	☆ پہلی بات اللہ کے بے شمار احسانات
۲۴۱	☆ ایک بزرگ کا عجیب مقولہ
۲۴۲	☆ حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ
۲۴۳	☆ دوسری بات اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام
۲۴۸	☆ تیسری اور آخری بات
۲۵۴	☆ ماہ رجب ''معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''
۲۵۵	☆ معجزہ کی حقیقت
۲۵۶	☆ ایک غلط فہمی کا ازالہ
۲۵۹	☆ ایک اور غلط فہمی کا ازالہ
۲۶۳	☆ ماہ شعبان پہلا جمعہ
۲۶۳	☆ شب برأت کا بیان
۲۶۷	☆ ڈرنے کا مقام
۲۶۹	☆ کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے
۲۶۹	☆ پہلا کام
۲۷۰	☆ دوسرا کام

صفحہ نمبر	نام عنوان

☆......تیسرا کام	۲۷۰
☆......آخری بات	۲۷۱
☆......شعبان کا تیسرا جمعہ "زکوٰۃ کا بیان"	۲۷۳
☆......زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے نقصانات	۲۷۹
☆......پہلی سزا	۲۸۱
☆......دوسری سزا	۲۸۳
☆......تیسری سزا	۲۸۵
☆......مسائل زکوٰۃ کے سلسلے میں پہلی بات	۲۸۷
☆......مسائل زکوٰۃ کے سلسلے میں دوسری بات	۲۸۹
☆......ماہ رمضان المبارک پہلا جمعہ "تراویح کا بیان"	۲۹۲
☆......ایک غلط فہمی کا ازالہ	۲۹۶
☆......ایک غلط فہمی کا ازالہ	۲۹۹
☆......ایک اور غلط فہمی کا ازالہ	۳۰۰
☆......رمضان المبارک کا دوسرا جمعہ "آداب رمضان"	۳۰۶
☆......پہلی وجہ	۳۰۹
☆......وقت کی مثال	۳۱۰
☆......دوسری وجہ	۳۱۳

صفحہ نمبر	نام عنوان
۳۱۴	☆......تیسری وجہ
۳۱۷	☆......چوتھی وجہ
۳۱۹	☆......رمضان المبارک کا تیسرا جمعہ ''دعاء، اعتکاف، لیلۃ القدر کا بیان
۳۲۱	☆......پہلی بات
۳۲۵	☆......ایک غلط فہمی کا ازالہ
۳۲۷	☆......دوسری بات اعتکاف کے بارے میں
۳۳۲	☆......تیسری بات لیلۃ القدر کے بارے میں
۳۳۳	☆......عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ کا واقعہ
۳۳۶	☆......پہلی خصوصیت
۳۴۲	☆......دوسری خصوصیت
۳۴۳	☆......تیسری خصوصیت
۳۴۳	☆......آخری بات
۳۴۳	☆......قابل غور
۳۴۶	☆......رمضان المبارک کا آخری جمعہ
۳۴۷	☆......پہلی بات جمعۃ الوداع کی اہمیت کا بیان
۳۵۰	☆......دوسری بات عید اور عید کارڈ کے بیان میں
۳۵۲	☆......بے حیائی کے تاجر

نام عنوان	صفحہ نمبر
☆......آخری بات صدقۃ الفطر کے بارے میں	۳۵۳
☆......صدقۂ فطر کے مختصر مسائل	۳۵۳
☆......صدقۂ فطر کا وقت	۳۵۳
☆......صدقۂ فطر کی مقدار	۳۵۴
☆......ذوالحجہ کا پہلا جمعہ	۳۵۵
☆......عشرہ ذی الحجہ کے فضائل اور قربانی کا بیان	۳۵۵
☆......پہلی بات عشرہ ذی الحجہ کے فضائل	۳۵۶
☆......عظمت کی دوسری وجہ	۳۵۸
☆......دوسری بات تکبیرات تشریق کے بیان میں	۳۶۰
☆......تیسری بات قربانی کے بارے میں چند غلط فہمیاں	۳۶۰

دعائیہ کلمات

از بقیۃ السلف حضرت مولانا **محمد عبداللہ** صاحب شہید رحمہ اللہ

میں نے اپنے مخلص اور عزیزم حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ، مدرس جامعہ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ اسلام آباد کی تقاریر کا مجموعہ بنام "صدائے منبر" پڑھا۔ بہت خوشی ہوئی کہ مولانا موصوف نے اپنی تقاریر کو کتابی شکل دے کر عوام اور علماء کے لئے ایک بہترین کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ تو ابتداء ہے، مولانا موصوف بہت اچھے جید علماء میں شمار ہوتے ہیں ؟میں خود گا ہے گا ہے مولانا موصوف سے علمی چیزوں میں استفادہ کرتا ہوں۔ اللھم زد فزد للہ مجھے امید ہے کہ آئندہ اس جیسے انمول موتیوں میں مولانا موصوف خوب خوب اضافہ کریں گے۔ انشاء اللہ

اللہ پاک سے میری دعاء ہے کہ اللہ پاک موصوف کے اس کام کو شرف قبولیت بخشے اور اس کو خوب نفع کا موجب بنائے اور آخرت میں مولانا موصوف کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین

احقر محمد عبداللہ خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد
خادم العلم والعلماء، جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ
ممبر عالمی مجلس تحفظ ختم النبوۃ پاکستان
ممبر مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۱۸/ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ بمطابق ۶/مئی ۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

بندہ کو زمانہ طالب علمی سے ہی خطابت کا شوق تھا، اور بحمد اللہ اس زمانہ میں مدرسہ کی انجمنوں میں مجھے اس شوق کو پورا کرنے کا موقع بھی ملتا رہا، تعلیم سے فراغت کے بعد بندہ نے مدرسہ عربیہ اسلامیہ ملیر سٹی (شاخ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی) کی جامع مسجد میں آٹھ سال تک امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیئے، اور اب تین سال سے راولپنڈی میں جامع مسجد طیبہ چمن زار کالونی میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔

اس پورے عرصہ میں بندہ کی یہ عادت رہی کہ مختلف کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد جو مضمون بیان کرنا ہوتا اس کے اہم بنیادی نکات لکھ لیا کرتا تھا، اس طرح کرتے کرتے میرے پاس کافی سارا مواد جمع ہوگیا لیکن لکھتے وقت کبھی حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ کبھی ان تقریروں کے مضامین کو مجھے شائع کرنے کا موقع ملے گا۔

تقریروں کے یہ مضامین جب بعض دوستوں کی نظر سے گذرے تو انہوں

نے افادۂ عام کے لئے انہیں شائع کرنے پر شدید اصرار کیا، ان کے اصرار کو دیکھتے ہوئے بندہ نے مسنون استخارہ واستشارہ کے بعد کام شروع کر دیا، یہاں تک کہ چھبیس (۲۶) تقریروں کا مجموعہ تیار ہو گیا جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس حقیر سی خدمت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور میرے لئے اس کو صدقہ جاریہ بنائے (آمین ثم آمین)

قارئین کرام! بندہ کی یہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ بنیادی طور پر میری جمعہ کی تقریروں کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اس کا انداز اور لب ولہجہ مصنف کا سا نہیں ہے بلکہ ایک مبلغ اور مقرر کا سا ہے، اور میں نے حتی الامکان تقریر کے الفاظ کو اس میں باقی رکھنے کی کوشش کی ہے، امید ہے قارئین کرام آئندہ صفحات کو اس منظر میں دیکھیں گے۔

انسان تو ہے ہی خطأ کا پتلا، اور پھر بندہ تو اس کوچہ میں نووارد بھی ہے، اور علم وعمل سے خالی بھی، اس لئے اگر ان تقریروں میں کوئی بات خلاف احتیاط بیان کی گئی ہو، یا کوئی غلطی ہو گئی ہو تو بندہ اس پر قارئین سے پیشگی معذرت خواہ بھی ہے اور اصلاح کا طالب بھی۔

برادر محترم مولانا عبدالغفار صاحب مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ اور عزیزم مولوی شاہ عبداللہ صاحب متعلم درجہ خامسہ جامعہ فریدیہ، ان دونوں حضرات کا بندہ بے حد مشکور ہے، انہوں نے اس سلسلے میں بڑا تعاون فرمایا۔

مولانا عبدالغفار صاحب نے مسودہ کی تصحیح بھی فرمائی اور وقتاً فوقتاً مفید

مشوروں سے بھی نوازتے رہے، اور ہمت بھی بڑھاتے رہے، اور سید شاہ عبداللہ صاحب نے اس مسودے کو صاف کرنے میں بڑی مدد فرمائی، اللہ پاک ان دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

محمد امین

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ

ای سیون اسلام آباد

انتساب

میں اپنی اس حقیر سی کوشش کو اپنے عم محترم
استاذی المکرم حافظ میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(مہتمم جامعہ محمدیہ قاسم العلوم ہارون ضلع
اٹک) کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کی شبانہ
روز کی محنتوں اور دعاؤں سے بندہ اس میدان
میں قدم رکھنے کے قابل ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عنوان اوّل

ھــدایــت

اس عنوان کے ذیل میں چار تقریریں ہیں جو چار جمعوں پر بیان کی جا سکتی ہیں۔ تاہم اگر کوئی طویل تقریر کرنا چاہتا ہے تو ان تقریروں

اگر کوئی مختصر تقریر کرنا چاہے، تو ایک تقریر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلی تقریر.................. ہدایت بڑی قیمتی چیز ہے۔

دوسری تقریر.................. ہدایت صرف اللہ کے قبضہ میں ہے۔

تیسری تقریر.................. ہدایت کا حاصل کرنا اللہ نے بڑا آسان بنایا ہے۔

چوتھی تقریر.................. ہدایت حاصل کرنے کے طریقے۔

پہلی تقریر

ہدایت بڑی قیمتی چیز ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لاَّ اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَلاَ نَظِیْرَ لَہٗ وَلاَ وَزِیْرَ لَہٗ وَلاَ مِثْلَ لَہٗ وَلاَ مِثَالَ لَہٗ وَلاَ جِدَّ لَہٗ وَلاَ بِدَّ لَہٗ وَلاَجِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ

:

الْمُحْسِنِيْنَ ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ (عنکبوت پ۔۲۱/ رکوع ۳)
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ، رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ
وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ ، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً
رَبِّ زِدْنِیْ عَمَلاً سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا
اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ .

تمہید:

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے بہت بڑی عظیم الشان چیز کے حصول کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ مگر اس کی اہمیت سمجھنے کے لئے چار باتیں سامنے رکھنی ہوں گی۔

پہلی بات:-

ہدایت اس دنیا میں سب سے قیمتی چیز ہے، اللہ پاک جتنے خزانوں کے مالک ہیں ان تمام خزانوں میں سب سے قیمتی خزانہ ہدایت کا خزانہ ہے، اتنا قیمتی کہ سب سے ادنیٰ درجہ کے مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی جتنی مقدار عطا فرمار کھی ہے ، ساری کائنات کے خزانے مل کر کے بھی اس کی قیمت نہیں بن سکتے فرض کریں ایک آدمی ایسا ہے کہ دنیا کے مال و دولت میں سے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، عیش و عشرت کے اسباب اور ساز و سامان میں سے ایک ذرہ بھی اس کے پاس

نہیں ہے، پھٹے پرانے کپڑے پہن کر جھونپڑیوں میں بسیرا کر کے روکھی سوکھی کھا کر گذارا کر رہا ہے، مگر اللہ پاک نے اس کو ہدایت کی دولت سے مالا مال کر رکھا ہے تو یہ آدمی انتہائی درجے کا کامیاب اور خوش قسمت ہے، یہ دنیا میں بھی کامیاب اور آخرت میں بھی کامیاب ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسرا آدمی وہ ہے جس کے پاس عیش و عشرت کے تمام ساز و سامان اور اسباب موجود ہوں، مال و دولت کے انبار لگے ہوئے ہوں، سارے جہان کے اقتدار پر تن تنہا قابض ہو، مگر وہ ہدایت سے محروم ہو، تو یہ بے چارہ رحم کھانے کے قابل ہے۔ اس دنیا میں بھی ناکام ہے اور آخرت میں بھی اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

خلاصہ پوری بات کا یہ ہوا کہ ہدایت بڑی قیمتی چیز ہے، اتنی قیمتی کہ ساری کائنات کے خزانے مل کر کے بھی ہدایت کی قیمت نہیں بن سکتے۔ لیکن میرے دوستو! ہدایت کی قیمت لگنے کا یہ بازار نہیں یہ مارکیٹ نہیں اس دنیا میں ہدایت کی قیمت نہیں لگ سکتی، ہدایت کی قیمت تو میدانِ حشر میں لگے گی، وہاں جا کر پتہ چلے گا کہ ہم جس چیز کو بے قیمت سمجھ رہے تھے، وہ کتنی قیمتی تھی، اور اللہ پاک نے بن مانگے ہمیں عطا فرمائی ہوئی تھی۔

آخرت کے بازار میں ہدایت کی کیا قیمت لگے گی

کفار کی آرزو:

قرآن کریم نے کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے کہ جب کفار کے جہنم میں

جانے کا فیصلہ ہو جائے گا، تو وہ یہ آرزو کریں گے کہ کاش ہمارے پاس بھی مسلمانوں کی طرح ہدایت کی دولت ہوتی، اور ہم بھی دنیا سے مسلمانوں کی طرح اپنے ساتھ یہ دولت لے کر کے آئے ہوتے تو آج یہ ذلت نہ اٹھانی پڑتی:

"رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ"

(سورۂ حجر، پ۱۴/رکوع ۱)

قرآن کریم نے موودّت کا لفظ بولا ہے کہ کافر دل سے چاہیں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے، اور ہدایت والی دولت دنیا سے لیکر آتے۔

سونے کی بھری ہوئی زمین بھی ہدایت کا بدل نہیں بن سکتی:

سورۂ آل عمران میں تیسرے پارے میں ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ،،

(آل عمران، پ۳/رکوع آخری)

کہ وہ لوگ جن کا انتقال کفر کی حالت میں ہوا جب میدان قیامت میں ان کے جہنم میں جانے کا فیصلہ ہو جائے گا تو ان میں سے ہر ایک کافر یہ چاہے گا کہ کاش میرے پاس سونے کی بھری ہوئی زمین ہوتی اور اللہ پاک وہ سونے کی بھری ہوئی زمین مجھ سے میری جان کے فدیے میں لے لیتے اور میری جان چھوٹ جاتی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ ،،
وہاں کسی کے پاس دنیا کا مال ودولت ہوہی نہیں سکتا اور اگر کسی کے پاس بالفرض ہو بھی تب بھی قبول نہیں کیا جائے گا اور ہر حال میں اس کو جہنم میں جانا پڑے گا۔ یہی مضمون اللہ پاک نے سورۂ یونس میں گیارہویں پارے میں بھی بیان فرمایا ہے:

"وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى الاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِه ،، (سورۂ یونس، پ۱۱/رکوع ۱۰)
اور اگر ہو ہر شخص گنہگار کے پاس جتنا کچھ کہ زمین میں ہے تو البتہ دے ڈالے اپنے بدلے میں۔

اور یہی مضمون اللہ پاک نے سورۂ زمر میں چوبیسویں پارے میں دوسرے رکوع میں بیان فرمایا ہے:

"وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِى الاَرْضِ جَمِيْعاً وَّمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِه مِنْ سُوْءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ،،
اور اگر گنہگاروں کے پاس ہو جتنا کچھ زمین میں ہے سارا اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ، تو سب دے ڈالیں اپنے چھڑوانے میں بری طرح کے عذاب سے دن قیامت کے۔

اب میرے دوستو! سوچنے کی بات یہ ہے کہ کافر اتنی بڑی قیمت کس چیز کی دینے پر تیار ہو جائے گا، وہ کون سی چیز ہے جو ایک مسلمان کے پاس ہوگی اور کافر کے پاس نہیں ہوگی، جس کی وجہ سے کافر پریشان ہوگا، اگر آپ سوچیں گے تو اس نتیجے پر یقیناً پہنچ جائیں گے کہ وہ چیز ہدایت ہے جس کی اتنی بڑی قیمت دینے کے لئے ایک کافر تیار ہو جائے گا۔

لو اور سنیئے، انتیسویں پارے سورۂ معارج میں اللہ پاک نے فرمایا:

" يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِىْ تُؤْوِيْهِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ،، (سورۃ المعارج، پ۲۹)

جب کسی مجرم کے جہنم میں جانے کا فیصلہ ہو جائے گا، تو ہر ایک مجرم دل کی گہرائیوں سے یہ تمنا کرے گا، اور چاہے گا کہ کاش آج میرے بدلے میں میرے نوجوان بیٹوں کو جہنم میں پھینک دیا جائے اور میری جان چھوٹ جائے، وہ نوجوان بیٹے جن کی وجہ سے میں نے دنیا میں بڑی مشقت اُٹھائی تھی، اور خون پسینہ ایک کیا تھا، اور دنیا میں میرے دل کے ٹکڑے تھے، اور میں ان کو اپنی جان سے بھی پیارا سمجھتا تھا، آج ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے اور میری جان چھوٹ جائے،

" لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ،،

آگے فرمایا: " وَصَاحِبَتِهٖ ،، کاش میرے بدلے میری اس خوبصورت بیوی کو جہنم میں ڈال دیا جائے جس کی وجہ سے میں نے دنیا میں اپنے والدین کی

نافرمانی کی تھی اور اللہ پاک کے احکامات کو ٹھکرایا تھا، کاش کہ اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے اور میری جان چھوٹ جائے۔

"وَأَخِيهِ،، کاش میرے بدلے میرے نوجوان بھائیوں کو ڈال دیا جائے، وہ بھائی جن کی قوت اور کثرت پر دنیا میں مجھے بڑا ناز تھا، اور ہر مشکل میں میرا کام آیا کرتے تھے، کاش آج ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے اور میری جان چھوٹ جائے۔

" وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ،،

میرا وہ خاندان جو میرے لئے جائے پناہ تھا، جس کی بڑائی پر میں فخر کرتا تھا، وہ خاندان جس کی ناراضگی کے ڈر سے اللہ کے احکامات کو توڑا کرتا تھا، کاش آج میرا پورا خاندان جہنم میں ڈال دیا جائے اور میری جان چھوٹ جائے۔

اسی پر بس نہیں آگے فرمایا:

" وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ،،

انسان یہ چاہے گا، کاش کہ میرے بغیر کائنات میں بسنے والے تمام انسانوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے، اور میری جان چھوٹ جائے، لیکن فرمایا "كَلَّا،، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، یہ انصاف والی عدالت ہے، یہاں ہر مجرم کو اپنے جرم کی سزا ل کر رہے گی، ایسا نہیں ہوسکتا کہ کرے کوئی بھرے کوئی، یہ کوئی پاکستانی عدالت نہیں کہ کرتا کوئی اور ہے اور دھرلیا جاتا ہے کسی اور کو۔

میرے دوستو! سوچیں کہ ایک مجرم کا فراتنی بڑی قیمت کس چیز کی ادا

کرنے پر تیار ہو جائے گا، اگر آپ سوچیں گے تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ وہ ہدایت ہے جس کی اتنی بھاری قیمت ادا کرنے پر وہ کافر تیار ہو جائے گا، تو ثابت ہوگئی یہ بات کہ ہدایت بڑی قیمتی چیز ہے۔ اور سنیئے

قارون کا واقعہ:

قارون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا امیر ترین آدمی تھا۔ قارون کو اللہ تعالیٰ نے اتنی دولت دی تھی کہ آج کل کے دنیاداروں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوگی، قارون کو اللہ تعالیٰ نے اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان خزانوں کی صرف چابیاں ایک طاقتور جماعت اٹھایا کرتی تھی۔

قارون نے ایک مرتبہ اپنے خزانوں کی نمائش کا پروگرام بنایا اور اعلان کر دیا کہ فلاں میدان میں فلاں دن فلاں وقت میرے خزانوں کی نمائش ہوگی، چنانچہ جب وقت مقرر آ گیا، قرآن کریم نے فرمایا:

"فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ،،

قارون نے اپنے تمام خزانے کھلے میدان میں جمع کر دیئے، سونے اور چاندی کے انبار لگ گئے، ہیرے اور جواہرات کے ڈھیر لگ گئے تمام لوگ انگشت بدنداں ہو کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قارون کے خزانوں کو دیکھنے لگے، اور تبصرے کرنے لگے، اس میدان میں کچھ کمزور ایمان والے بھی آئے ہوئے تھے ، انہوں نے جب قارون کے خزانوں کو دیکھا تو ان کے منہ میں پانی آ گیا اور دل کی گہرائیوں سے

ایک تمنا نکل کر زبان تک آ گئی، قرآن کریم نے ان کا مقولہ نقل فرمایا ہے:

" قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ،، (قصص، پ ۲۰/ رکوع ......)

وہ لوگ جن کی نگاہیں صرف دنیا کی زندگی پر لگی ہوئی تھیں وہ لوگ قارون کے خزانوں کو بڑی حسرت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور زبان سے کہہ رہے تھے " یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ،، کاش ہمارے پاس بھی قارون کی طرح مال و دولت ہوتا تو ہم بھی عیاشی کرتے اور عیش کی زندگی گذارتے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ،، وہاں کچھ ایسے ایمان والے بھی موجود تھے، جن پر دنیا کی حقیقت واضح ہو چکی تھی، اس لئے دنیا کی ان کی نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں تھی، بلکہ ان کی نگاہیں کبھی نہ ختم ہونے والی اُخروی زندگی پر لگی ہوئی تھیں، ان لوگوں نے کمزور ایمان والوں کو سمجھایا اور کہا۔

" وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ،،

تمہارے لئے ہلاکت ہو یہ کیسا بے ہودہ جملہ تم نے زبان سے نکالا ہے، تمہارے پاس تو ایمان اور اعمال صالحہ کی ایسی دولت موجود ہے کہ اس کے بدلے اللہ پاک تمہیں جو اجر و ثواب عطا فرمائیں گے وہ اتنا قیمتی ہوگا کہ ایک قارون کے خزانے کیا ساری کائنات کے خزانے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اور ساری کائنات کے خزانے اس کی قیمت نہیں بن سکتے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا، کہ جنت میں سب سے ادنیٰ درجے کا جنتی کونسا ہوگا اور کیسا ہوگا؟

"قَالَ هُوَ رَجُلٌ یجِیْئُ بعْدَ مَا اُدْخِلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ ،،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ ایک ایسا مرد ہے جو جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا،

" فیُقَالُ له ادْخُلِ الْجَنَّةَ ،،

تو اس کو کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ،

" فیَقُوْلُ رَبِّ كَیْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ وَاَخَذُوْا اَخَذَاتِهِمْ ،،

پس وہ عرض کرے گا، اے اللہ تمام لوگ جنت میں داخل ہو کر اپنے اپنے مراتب پر فائز ہو چکے ہیں اور اپنا حصہ لے چکے ہیں پس میرے لئے بچا کیا ہے جو میں بھی جنت میں داخل ہو جاؤں،

" فیُقَالُ لَه اَتَرْضٰی اَنْ یّكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَنْ مُلُوْكِ الدُّنْیَا ،،

تو اللہ پاک کی طرف سے اس کو کہا جائے گا کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ تجھے دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی بادشاہی جتنا دیا جائے:

"فَيَقُوْلُ رَضِيْتُ رَبِّ"

وہ عرض کرے گا اے اللہ میں راضی ہوں۔

"فَيَقُوْلُ لَکَ مِثْلُهٗ وَمِثْلُهٗ وَمِثْلُهٗ وَمِثْلُهٗ"

اللہ پاک ارشاد فرمائیں گے، تیرے لئے دنیا کی بادشاہی جتنا ہی ہے اور اس کے ساتھ چار گنا اور بھی، وہ پانچویں بار عرض کرے گا" رضیت رب " اے میرے پالنے والے میں اب راضی ہوگیا ہوں دریائے رحمت جوش میں آئے گا اللہ پاک ارشاد فرمائیں گے:

"هٰذَا لَکَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ وَلَکَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُکَ وَلَذَّتْ عَيْنُکَ"

تیرے لئے وہ بھی ہے جو اب تک میں دے چکا ہوں، اور اس پورے کا دس گنا اور بھی ہے بلکہ جو تیرا جی چاہے اور جو تیری آنکھوں کو پسند آئے وہ سب تیرا ہے۔

"قَالَ رَبِّ فَاَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً"

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ جنت میں سب سے اعلیٰ مرتبے کے اعتبار سے کون لوگ ہونگے۔

"قَالَ اُولٰئِکَ الَّذِيْنَ غَرَسْتُ کَرَامَتَهُمْ بِيَدِيْ وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَعَيْنٌ وَلَمْ تَسْمَعْ اُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ"

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ان کیلئے میں نے اپنی ۔ ت قدرت سے نعمتیں تیار کر کے ان پر مہر لگادی ہے، پس ان کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ان کے بارے میں کسی کان نے نہیں سنا، ان کا خیال بھی کسی انسان کے دل میں نہیں گذرا۔
بہر حال بات لمبی ہوگئی بات یہ بیان ہو رہی ہے کہ اہل علم ان کو سمجھائیں گے کہ تمہارے پاس جو ایمان اور نیک اعمال کی دولت موجود ہے اس کے بدلے میں جنت میں جو تمہیں اجر و ثواب ملے گا ایک قارون کے خزانے کیا ساری کائنات کے خزانے مل کر بھی اس کی قیمت نہیں بن سکتے۔

قارون کا انجام :

پھر جب قارون پر اللہ کا عذاب آیا تو اللہ نے قارون کو بمع خزانوں کے زمین کے اندر دھنسادیا خزانے اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے نہ اس کی پارٹی اور نہ اسکا جتھا اس کے کام آیا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

" فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ
يَنْصُرُوْنَهُ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ "

پھر دھنسادیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں، پھر نہ ہوئی اس کی کوئی جماعت جو مدد کرتی اس کی اللہ تعالیٰ کے سوا اور نہ وہ خود مدد دلا سکا، وہی لوگ قارون کے خزانوں کو دیکھ کر جن کے منہ میں پانی آ گیا تھا آج جب انہوں نے قارون کی تباہی کو دیکھا اور اس کے انجام کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگے

اور کہنے لگے:

" لَوْ لَا اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَیْکَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ"

تو معلوم ہوا ہدایت بڑی قیمتی چیز ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ:

اور سنئے سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے جلیل القدر پیغمبر گذرے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ پاک نے دین اور دنیا کی دونوں نعمتوں سے مالا مال کیا تھا، دین کے اعتبار سے جو آخری عہدہ اور مرتبہ ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا، اور دنیا کے اعتبار سے جو آخری عہدہ اور مرتبہ ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا، دین کی لائن میں سب سے آخری عہدہ اور مرتبہ نبوت اور رسالت کا ہے، صحابیت کا مرتبہ اور تابعیت کا مرتبہ ولایت کا مرتبہ سارے مراتب نبوت والے مرتبے سے نیچے ہیں اور نبوت والا مرتبہ سب سے اوپر والا مرتبہ ہے، اس کے بعد دینی لائن میں کسی مرتبے کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اسکے بعد تو خدائی کا درجہ شروع ہو جاتا ہے۔

دنیا کے اعتبار سے آخری عہدہ بادشاہت کا ہے، وزیر اعلیٰ کے دل میں وزیر اعظم بننے کی خواہش ہوتی ہے، اور آٹھویں ترمیم کی موجودگی میں وزیر اعظم کے دل میں صدر بننے کی خواہش ہوتی ہے، مگر صدر بننے کے بعد ساری خواہش دم توڑ جاتی ہے، اس سے اوپر کوئی عہدہ ہی نہیں جس کی تمنا صدر کے دل میں پیدا ہو ہاں یہ

تمنا ضرور ہوتی ہے کہ مارشل لاء نہ لگے اور میری عمر ہزار سال ہو جائے مگر یہ تمنا دنیا میں کہاں پوری ہو سکتی ہے، یہ تو جنت میں ہی پوری ہوگی کہ دنیا کے بادشاہوں کے مقابلے میں دس گنا بڑی بادشاہت ملے گی اس میں زوال کا خطرہ نہ ہوگا اور نہ ہی اپنی موت کا خطرہ ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ
ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ"

تو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو دنیا کی لائن کا آخری عہدہ بھی بادشاہت والا عطا فرمایا تھا، انہوں نے دعا مانگی تھی:

"رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ
اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ"

اے اللہ مجھے ایسی حکومت اور سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو بھی نصیب نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور واقعۃً ایسی سلطنت عطا فرمائی، کہ آج تک نہ ایسی سلطنت کسی کو نصیب ہوئی ہے اور نہ قیامت تک ہوگی، انسانوں پر جنات پر پرندوں پر ہوا پر ان کی حکومت تھی، ہوا ان کے حکم کی پابند تھی وہ جہاں جانا چاہتے تھے، ہوا ان کے تخت کو بمع پورے لشکر کے وہاں پہنچا دیتی، ایک دفعہ سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا پر اڑتا ہوا جا رہا تھا کہ ایک دیہات پر اس کا گذر ہوا ایک دیہاتی اپنے کھیت میں کام کر رہا تھا، اس کی نگاہ اس تخت پر پڑ گئی ایک بہت بڑا تخت آدمیوں سے بھرا ہوا ہوا پر اڑتا ہوا جا رہا ہے وہ بڑا حیران ہوا، ہوائی جہاز تو اسوقت

تک بنے ہی نہ تھے جب اس نے تخت کو دیکھا تو بے ساختہ اس کی زبان سے تعجب کی وجہ سے "سبحان اللہ" کا کلمہ نکلا، جو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے کانوں تک بھی پہنچا دیا، اللہ پاک جب سنانے پر آتے ہیں تو بغیر ظاہری اسباب اور وسائل کے دور سے بھی سنا دیتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ چیونٹیوں کے میدان سے گذر رہے تھے، تو ایک چیونٹی بولی:

"قَالَتْ نَمْلَةٌ يٰاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ"

اے چیونٹیو! تم سب اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر روند ڈالیں اور ان بے چاروں کو معلوم بھی نہ ہوگا کہ کتنی چیونٹیاں ان کے پاؤں کے نیچے آ کر تباہ و برباد ہو گئیں ہیں قرآن کے الفاظ ہیں:

"فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا"

اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ بات سلیمان علیہ السلام کے کانوں تک پہنچا دی۔ اب ہم آدمی اگر چیونٹیوں کو اٹھا کر اپنے کانوں کے ساتھ لگا دے مگر پھر بھی اس کی آواز نہیں سن سکتا۔ اور وہاں اللہ پاک نے دور سے چیونٹی کی آواز کو حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچا بھی دیا اور چیونٹی کی زبان سمجھا بھی دی کہ چیونٹی کیا کہہ رہی ہے۔ وہ بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرا پڑے، اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

"قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ

انعمتَ علیَّ وَعلیٰ وَالِدَیَّ "

(سورۃ النمل پ۱۹/ ع۱۸)

اے اللہ میرے اوپر تیرا کتنا بڑا انعام ہے کہ چیونٹی کہاں بول رہی ہے اور میں اتنے دور سے اس کی آواز سن بھی رہا ہوں اور سمجھ بھی رہا ہوں۔ اور اس کے علاوہ تو نے میرے اوپر اور میرے والدین کے اوپر جو بے شمار انعامات فرمائے ہیں ان کا شکر ادا کرنے کی مجھے توفیق عطا فرما۔

تو اللہ پاک جب سنانے پر آتے ہیں تو دور سے سنا دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نہ بتلائے تو قریب کی خبریں بھی معلوم نہیں ہوسکتیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کنعان کے کنوئیں میں تین دن تک پڑے رہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اطلاع نہ دی، تو پتہ نہ چل سکا، اور چالیس سال کے بعد سینکڑوں میل دور سے مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ چلتا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان میں بیٹھ کر فرماتے ہیں:

" انّی لاجدُ رِیحَ یُوْ سُفَ "

آج میں اپنے لخت جگر حضرت یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، شیخ سعدی رحمہ اللہ نے بھی واقعہ اشعار میں نقل فرمایا ہے۔

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند
اے روشن گہر پیر خردمند
ز مصرش بوئے پیراہن شمیدی

چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال مابرق جہانست
دم پیداؤ دگر دم نہان است
گہے برطارم اعلیٰ نشینم
گہے برپشت پائے خودنہ بینم

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر یہ کیا ماجرا ہے کہ جب آپ کے لخت جگر یوسف علیہ السلام کنعان کے کنوئیں میں پڑے تھے تو آپ کو معلوم نہ ہو سکا اور اب سینکڑوں میل دور سے ان کا کرتہ چلا تو آپ فرماتے ہیں' اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ "یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہمارا حال یعنی انبیا علیہم السلام کی جماعت کا حال آسمان کی بجلی کی طرح ہے جب وہ چمکنا شروع کر دیتی ہے تو ساری کائنات منور ہو جاتی ہے ساری کائنات کی ہر ہر چیز روشن ہو کر دکھائی دینے لگتی ہے اور جب چمکنا بند کر دیتی ہے۔تو پھر ساری کائنات میں تاریکی پھیل جاتی ہے، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔

گہے برطارم اعلیٰ نشینم
گہے برپشت پائے خودنہ بینم

جب ہمارا رابطہ جڑا ہوا ہوتا ہے، ملاءِ اعلیٰ سے بھی کنکشن جڑا ہوا ہوتا ہے، تو ہم زمین میں بیٹھ کر تمہیں عرش معلّی کی خبریں بھی سناتے ہیں، اور جب رابطہ منقطع ہو جاتا ہے تو ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہمارے پاؤں کے نیچے کیا ہے، تو اللہ

پاک سنانے پر آتے ہیں تو دور کی بات بغیر ظاہری اسباب کے سنائی دیتی ہے۔تو زمین پر اس دیہاتی کی زبان سے نکلا ہوا سبحان اللہ اللہ تعالی نے سلیمان علیہ السلام کے کانوں تک پہنچا دیا، آپ نے جب یہ کلمہ سنا تو فوراً ہوا کو حکم دیا کہ یہ تخت یہیں اتار و تخت اس دیہات میں اتر گیا آپ نے اس دیہاتی کو بلوایا۔ وہ گھبرایا ہوا آیا آپ نے اس کو تسلی دی اور پوچھا کہ آپ نے ہمارے تخت کو دیکھ کر کیا کلمہ اپنی زبان سے نکالا تھا، اس نے جواب دیا میں نے تعجب کی وجہ سے "سبحان اللّٰہ" کہا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ کے بندے تو نے تعجب کی وجہ سے اپنی زبان سے جو "سبحان اللّٰہ" کہا ہے اس کے بدلے میں اللہ پاک آپ کو آخرت میں جو اجر و ثواب عطا فرمائیں گے ایک سلیمان علیہ السلام کی حکومت کیا ہوتی ہے ساری کائنات کی سلطنتیں اور حکومتیں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

مسلم شریف کی روایت ہے کہ الحمد للہ میزان کو بھر دیگا۔ اور سبحان اللہ اور "الحمد للّٰہ" زمین و آسمان کے خلا کو بھر دیتے ہیں، یعنی اس کا ثواب بھر دیتا ہے۔

تو خلاصہ پہلی بات کا یہ ہوا کہ ہدایت بڑی قیمتی چیز ہے اور اتنی قیمتی کہ ساری کائنات کے خزانے ملکر بھی ہدایت کی قیمت نہیں بن سکتے۔ اللہ پاک ہم سب کو ہدایت کی قیمت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اتنی قیمتی چیز جو اللہ تعالی نے ہمیں بن مانگے عطا فرما رکھی ہے اس کی قدر کرنے کی اور حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (باقی آئندہ)

و اخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

دوسری تقریر

ہدایت صرف اللہ کے قبضہ میں ہے۔

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ولا نظیر لہ ولا وزیر لہ ولا مثل لہ ولا مثال لہ ولا جد لہ ولا ند لہ ولا جدال لہ ونشھد ان سیدنا وسندنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وحبیب ربنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا، اما بعد:

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع

الْمُحْسِنِيْنَ ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ (عنکبوت پ۔۲۱
/ رکوع ۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَعَلٰی آلِ
سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ، رَبِّ
اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً
مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا رَبِّ
زِدْنِیْ عَمَلًا سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا
اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ.

سابقہ مضمون سے ربط

میرے واجب الاحترام دوستو! اور بزرگو! گذشتہ جمعے سے ہدایت کا مضمون بیان کرنا شروع کیا تھا اس کے متعلق پہلی بات بیان ہو چکی تھی۔ خلاصہ اس کا یہ تھا کہ ہدایت بڑی قیمتی چیز ہے اتنی قیمتی کہ ساری کائنات کے خزانے مل کر اس کی قیمت نہیں بن سکتے آج اسی سلسلہ کی دوسری بات عرض کرنی ہے۔ کہ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، ہدایت والا خزانہ اللہ نے صرف اپنے قبضہ میں رکھا ہوا ہے۔ اس دنیا کے کسی فرد کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت والے خزانے کا مالک نہیں بنایا ہے اور نہ کسی کو ہدایت کا ٹھیکیدار بنایا ہے کہ جس کو وہ چاہے ہدایت والی دولت سے مالا مال کردے اور جس کو چاہے ہدایت سے محروم کردے۔
نہ انبیاء علیہم السلام کو نہ اولیائے کرام کو اور نہ فرشتوں کو اس خزانے کا مالک

بنایا ہے، بلکہ یہ خزانہ براہ راست اپنے قبضہ میں رکھا ہوا ہے، بیان کرنا مسئلہ پہنچانا تو انبیاء علیہم السلام کے اختیار میں ہے مگر منوانا ان کے اختیار میں نہیں۔

اگر منوانا انبیاء علیہم السلام کے اختیار میں ہوتا تو سب سے پہلے اپنے والدین تو اپنی اولاد کو پوری برادری کو اپنے خاندان والوں کو اپنے عزیز واقارب کو ہدایت کی دولت سے مالا مال کردیتے اس لئے کہ ہدایت بڑی قیمتی چیز ہے، اور انسان کے پاس جو قیمتی چیز ہوتی ہے، انسان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ چیز اپنی اولاد کو اپنے والدین کو اپنے عزیز واقارب کو دیدوں، جبکہ قرآن کریم اور احادیث گواہ ہیں اس بات پر کہ انبیاء علیہم السلام کے چاہنے اور کوشش کرنے کے باوجود اپنی بعض اولاد اور والدین کو اور اپنے بعض قریبی رشتہ داروں کو ہدایت کی دولت سے مالا مال نہ کر سکے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا واقعہ

حضرت نوح علیہ السلام بہت بڑے جلیل القدر پیغمبر گذرے ہیں جو آدم ثانی کے لقب سے بھی ملقب کئے جاتے ہیں، ساڑھے نو سو سال اپنے قوم کو دین کی دعوت دی اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا، اور بلایا بھی اس طرح کہ زبان سے کہنا تو آسان ہے مگر کرکے دکھانا مشکل ہے، ہر روز کھڑے ہو کر اپنے قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے جواب میں قوم پتھروں کی بارش برساتی تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پتھروں کی بارش کے نیچے دب جاتے، شام جبرائیل امین تشریف لاکر حضرت نوح علیہ

السلام کو پتھروں کے نیچے سے نکالتے اور مرہم پٹی کرتے تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فوری طور پر تندرست ہو جاتے، اور کھڑے ہو کر پوچھتے جبرائیل کل میرا کیا کام ہے، جبرائیل امین عرض کرتے کہ حضرت جو کام آپ نے آج کیا ہے کل بھی وہی کام کرنا ہے یعنی جس طرح پتھروں کی بارش میں کھڑے ہو کر آج آپ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا ہے، کل بھی اسی طرح پتھروں کی بارش میں کھڑے ہو کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے۔

نوح علیہ السلام کی دعوت کا انداز

انتیسویں پارے میں سورہ نوح میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت دینے کا انداز خود انکی زبان سے نقل فرمایا ہے۔

"قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّ نَهَاراً فَلَمْ
یَزِدْهُمْ دُعَاءِیْ اِلَّا فِرَاراً وَاِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ
لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِیْ اٰذَانِهِمْ
وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَکْبَرُوا اسْتِکْبَاراً ثُمَّ
اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَاراً ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ
لَهُمْ اِسْرَاراً" (سورۃ نوح پ۲۹)

اپنی قوم کی ناقدری پر افسوس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض کر رہے ہیں:

"رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّ نَهَاراً فَلَمْ یَزِدْهُمْ"

میرے پالنے والے میں نے اپنی قوم کو تیری طرف رات کے وقت بھی بلایا اور دن کے وقت بھی بلایا:

"ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَاراً ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَاراً"

میں نے علی الاعلان کھلے میدان میں مجمع عام میں بھی ان کو تیری طرف بلایا، اور پوشیدہ طور پر ہر ایک کے دروازے پر جا جا کر بھی ان کو تیری طرف بلایا تبلیغی جماعت والوں کی زبان میں، میں نے عمومی گشت بھی کئے اور خصوصی گشت بھی کئے مگر میری ساری محنت کا نتیجہ کیا نکلا:

"فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَاءِیْ اِلَّا فِرَاراً وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِیْ اٰذَانِهِمْ "

میں جیسے جیسے ان کو تیری طرف بلاتا وہ کانوں میں انگلیاں ڈال دیتے تا کہ میری آواز ان تک نہ پہنچ سکے اور مجھ سے دور بھاگتے، اتنی انتھک محنت اور کوشش کے باوجود ساڑھے نوسو سال کی طویل مدت میں صرف اسی (۸۰) مسلمان ہو سکے اور حد تو یہ ہے کہ اپنا حقیقی بیٹا بھی مسلمان نہ ہو سکا اور بیوی بھی مسلمان نہ ہو سکی، اندازہ فرمائیں اگر ایک سال میں ایک آدمی بھی مسلمان ہوتا تو ساڑھے نوسو بنتے مگر اسی (۸۰) آدمیوں سے اوپر راوی نہیں جاتا، اگر ہدایت حضرت نوح علیہ السلام کے قبضے میں ہوتی تو ساری قوم کو مسلمان بنا لیتے ورنہ کم از کم اپنے حقیقی بیٹے کو اور بیوی

کوتو ہدایت کی دولت سے مالال کر لیتے ،تو ثابت ہوگئی یہ بات کہ ہدایت دینا
صرف اللہ تعالی کے قبضے میں ہے ،بیان کرنا تو پیغمبر کے اختیار میں ہے مگر منوانا پیغمبر
کے اختیار میں نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

اور سنئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت بڑے عظیم الشان پیغمبر گزرے
ہیں ان کا اپنا حقیقی والد بت تراش تھا ،اپنے والد صاحب کو راہ راست پر لانے کی
بڑی کوشش کی سولہویں پارے میں سورۃ مریم کے تیسرے رکوع میں اللہ تعالی نے
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعوت کا ذکر فرمایا ہے جو انہوں نے اپنے ابا جان کو
دی تھی۔

"یاأبت لِمَ تَعْبُدُ مَالاَ یَسْمَعُ وَلاَ یُبْصِرُ وَلاَ یُغْنِیْ
عنک شیئاً"

میرے ابا جان آپ ان بے جان مورتیوں کی کیوں عبادت کرتے ہیں۔
آپ ان بے جان مورتیوں کو اپنی مشکلات میں غائبانہ کیوں پکارتے ہیں۔جو آپ
کی پکار کو نہیں سن سکتے اور آپ کی مصیبت زدہ حالت کو دیکھ بھی نہیں سکتے اور آپ کی
مشکل کو دور بھی نہیں کر سکتے۔

"یاأبت اِنّیْ قد جاء نیْ منَ العِلمِ مَا لمْ یَاْتِکَ
فاتبعنیْ اَھْدِکَ صِرَاطاً سَوِیّاً"

اے میرے پیارے اباجان اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس علم نبوت اورعلم ہدایت آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، ٹھیک ہے آپ باپ ہیں میں آپ کا بیٹا ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے علم نبوت میرے پاس بھیجا ہے آپ کے پاس نہیں بھیجا آپ میری اتباع کریں میں آپ کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کروں گا، میں آپ کو جنت والے راستے پر لگادوں گا۔

"يَـٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا"

میرے پیارے اباجان شیطان کی اطاعت مت کیجئے اسلئے کہ شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے راستے پر لگادے گا۔

"يَـٰٓأَبَتِ إِنِّيٓ أَخَافُ أَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا"

میرے پیارے اباجان مجھے خطرہ ہے کہ اگر اسی طرح شیطان کی اطاعت کرتے رہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہے، تو کہیں آپ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ آجائے جو نافرمانوں پر آیا کرتا ہے۔

کتنا دردبھرا انداز ہے، بار بار فرمارہے ہیں "یَـٰٓأَبَتِ" میرے پیارے اباجان، اس انداز کا تقاضایہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا دل پسیج جاتا اور آپ کی دعوت پر لبیک کہہ دیتا یا کم ازکم جواب میں نرم لہجہ استعمال کرتا "یا أبت" کے جواب میں "یَابُنَیَّ" کہتا یعنی اے میرے پیارے بیٹے لیکن قرآن کہتا ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے نہ آپ کی دعوت پر لبیک کہا نہ جواب میں نرم لہجہ استعمال کیا بلکہ درشت لہجے میں ڈانٹ دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا جواب:

"قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا"

ابراہیم کیا تو مجھے اپنے معبودوں سے پھیرنے والا ہے اگر تو باز نہیں آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑی محنت اور کوشش کے باوجود ان کے والد مسلمان نہ ہو سکے۔ حدیث میں آتا ہے کہ میدان حشر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ خداوندا تیرا وعدہ ہے کہ تو مجھے رسوانہ کرے گا مگر اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ آج میرا باپ سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے گا، اس وقت ان کے باپ کی شکل کو مسخ کر کے ایک جانور بجو کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے گا اور فرشتے اس گھسیٹ کر جہنم میں ڈالیں دیں گے، شاید یہ اسلئے کہ لوگ اس کو پہچان نہ سکیں کیوں کہ رسوائی کا دارومدار شناخت پر ہے جب شناخت نہ رہے گی کہ کیا چیز دوزخ میں پھینکی گئی ہے پھر بیٹے کی رسوائی کا خطرہ نہ رہے گا۔ (تفسیر عثمانی سورۃ توبہ ص ۲۷۲ پ ۱۱ ع ۳)

اگر ہدایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبضے میں ہوتی تو اپنے والد کو

ضرور ہدایت کی دولت سے مالا مال کر دیتے تو ثابت ہو گیا کہ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، بیان کرنا تو پیغمبر کے اختیار میں ہے مگر منوانا پیغمبر کے اختیار میں نہیں۔

اور سنئے ہدایت رحمۃ للعلمین ﷺ کے قبضہ میں بھی نہ تھی۔

کسی کو ہدایت کی دولت سے مالا مال کر دینا اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر محمد ﷺ کے قبضہ میں بھی نہیں تھا آپ نے مکہ والوں کو خدا کی طرف بلانے میں بڑی کوشش کی بڑی تکلیفیں اٹھائیں مگر پھر بھی مکہ والے مسلمان نہ ہو سکے آپ کو ان کے مسلمان نہ ہونے کا بڑا غم تھا اور آپ دل میں کڑھتے تھے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے قرآن کریم کے الفاظ ہیں:

" فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّایَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ "

(سورۃ شعراء پ۱۹ ع۱)

اور سورۃ کہف کے شروع میں فرمایا:

"فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی آثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفاً"(پ۱۵)

میرے محبوب! آپ کو ان کے ایمان نہ لانے کا اتنا غم ہے اور آپ اپنے دل میں اتنا کڑھتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے اس غم میں آپ اپنی جان نہ ہلاک کر ڈالیں، تو میرے دوستو! سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر ہدایت آپ کے قبضے میں ہوتی تو آپ کو اتنا افسوس کرنے کی کیا ضرورت تھی آپ انکو ہدایت سے مالا مال

کردیتے۔

ابو طالب کا ایمان نہ لانا

آپ کے حقیقی چچا ابو طالب جنہوں نے آپ کی بڑی خدمت کی، آپ کی خاطر پورے مکہ والوں سے دشمنی مول لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی کوشش فرمائی کہ ابو طالب مسلمان ہو جائے مگر ابو طالب کو ہدایت نہ ملی، ابو طالب کا آخری وقت ہے بستر علالت پہ تڑپ رہا ہے، سرکار دو عالم ﷺ عیادت کے لئے تشریف لائے اور سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا چچا جان اب آپ کی موت کا وقت قریب ہے اگر آپ اونچا کلمہ نہیں پڑھتے تو میرے کان میں کلمہ پڑھ دیں تاکہ کل قیامت کے دن اسی بات کو بہانہ بنا کر آپ کی سفارش تو کرسکوں۔

ابو طالب نے جواب دیا میں جانتا ہوں اور مجھے پورا یقین ہے کہ میرے بھتیجے محمد ﷺ کا دین سچا ہے، لیکن اگر میں مرتے وقت کلمہ پڑھ گیا تو پورے خاندان قریش کی ناک کٹ جائے گی کہ ان کا سردار موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ گیا تھا "لٰكِنْ اِخْتَرْتُ النَّارَ عَلٰى الْعَارِ" کلمہ نہ پڑھنے کی وجہ سے جو مجھے جہنم میں جانا پڑے گا وہ نار مجھے منظور ہے مگر عار منظور نہیں خاندان کی ناک کٹوانا منظور نہیں۔

ابو طالب بغیر ایمان کے انتقال کر گئے آپ کو بڑا صدمہ پہنچا ایک چچا کے انتقال کا صدمہ دوسرا ان کے کفر کا صدمہ، آپ پریشان ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے عرش معلیٰ کی بلندیوں سے آپ کی تسلی کے لئے قرآن کریم کی آیت نازل فرمائی:

"إِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ" (سورۃ قصص پ۲۰)

میرے محبوب مقام تو میں نے تیرا ساری کائنات سے بلند و بالا بنایا ہے میری ساری کائنات مل کر کے بھی تیری عظمت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، مقام تو میں نے تیرا اتنا بلند و بالا بنایا ہے کہ جس زمین پر تو چلتا ہے میں اس زمین کے ذرات کی قسمیں اٹھاتا ہوں، جس شہر میں تو بستا ہے میں اس شہر کے درو دیوار کی قسمیں اٹھاتا ہوں:

"لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ"

میرے محبوب میں مکہ شہر کی قسمیں اسلئے نہیں اٹھار ہاہوں کہ اس میں بیت اللہ کے نظارے موجود ہیں جن کے ساتھ حضرت ابراہیم کی یادیں وابستہ ہیں۔

میرے محبوب! میں شہر مکہ کی قسمیں اسلئے نہیں اٹھار ہاہوں کہ اسمیں آب زمزم کا چشمہ موجود ہے جس کے ساتھ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی یادیں وابستہ ہیں۔

میرے محبوب! میں مکہ شہر کی قسمیں اسلئے نہیں اٹھار ہاہوں کہ اسمیں صفا اور مروہ کی پہاڑیاں ہیں، جن کے ساتھ حضرت ہاجرہ کی یادیں وابستہ ہیں۔

"وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ"

میرے محبوب! میں تو مکہ شہر کی قسمیں اس لئے اٹھار ہاہوں کہ تو اس شہر کے رہنے والا ہے، تو رب کائنات نے فرمایا:

"اِنَّکَ لاَ تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ "

میرے محبوب مقام تو میں نے تیرا ساری کائنات سے بلند و بالا کیا، مگر ہدایت والے خزانے کا مالک آپ کو بھی نہیں بنایا کہ آپ جس کو پسند فرمائیں ہدایت یافتہ بنادیں:

" وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ "

ہدایت صرف میرے قبضہ میں ہے، جس کو چاہتا ہوں ہدایت سے مالا مال کر دیتا ہوں، اور جس کو چاہتا ہوں ہدایت سے محروم کر دیتا ہوں، میری مرضی ہوگی تو بلال حبشی کو حبشہ سے لاکر تیرا غلام بنادوں گا اور میری مرضی ہوگی تو سلمان فارسی کو فارس سے بھیج کر تیرا فرمانبردار بنادوں گا، صہیب رومی کو روم سے بھیج کر تیرا تابعدار بنادوں گا۔

اور میری مرضی نہ ہوگی تو تیرے اپنے خاندان والوں کو اور تیرے چچوں کو تیری زبان سے قرآن کی تلاوت سنتے ہوئے بھی اور تیرے معجزات کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرتے ہوئے بھی مسلمان نہ ہونے دونگا۔

"اِنَّکَ لاَ تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ "

خلاصہ پوری بات کا یہ ہوا کہ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

باقی آئندہ انشاءاللہ

و آخر دعوانا ان الحمدلله ربّ العلمین ۔

تیسری تقریر

ہدایت کا حاصل کرنا اللہ تعالیٰ نے بڑا آسان بنایا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ
اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ
لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا
نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ
وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا
وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ
وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ

الْمُحْسِنِيْنَ ،صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ (عنکبوت پ۔۲۱/رکوع ۳)
رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِيْ عَمَلاً سُبْحَانَكَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ .

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! گذشتہ دو جمعوں سے ہدایت کا مضمون چل رہا ہے دو جمعوں پر دو باتیں ہو چکی ہیں جن کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ ہدایت بڑی قیمتی چیز ہے اور ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، آج کی نشست میں اسی سلسلہ کی تیسری بات عرض کرنی ہے، اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہدایت کا حاصل کرنا اللہ تعالیٰ نے بڑا آسان بنایا ہے، ہدایت کے قیمتی ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ اس کا حاصل کرنا بڑا مشکل ہوتا، اور اس کے لئے بڑی محنت کرنی پڑتی کیوں کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کا حاصل کرنا اتنا ہی مشکل ہوتا ہے، تو ہدایت جب اتنی قیمتی تھی کہ ساری کائنات کے خزانے مل کر بھی اس کی قیمت نہیں بن سکتے تو اس کا حاصل کرنا بڑا ہی مشکل ہوتا۔ لیکن میں قربان جاؤں ارحم الراحمین کی رحمت واسعہ پر کہ انسان کی کمزوری اور اس کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے ہدایت کا حاصل کرنا انسان کے لئے اتنا آسان بنا دیا کہ اس سے زیادہ آسانی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ پاک نے جب سے اس کائنات کو پیدا فرمایا، اسی دن سے ایک ضابطہ بھی ساتھ ساتھ چل رہا ہے وہ ضابطہ یہ ہے کہ جس چیز کی ضرورت انسان کو کم پڑتی ہے اس کا حاصل کرنا اللہ پاک اتنا ہی مشکل بنا دیتے ہیں، اور جس چیز کی ضرورت انسان کو زیادہ پڑتی ہے اس کا حاصل کرنا اللہ پاک اتنا ہی زیادہ آسان بنا دیتے ہیں۔

اس ضابطے کی ذرا مثال سے وضاحت کردوں تو آپ کو اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا، مثلاً آپ چار چیزوں پر غور کریں (۱) سونا چاندی جواہرات (۲) کپڑے لباس (۳) پانی (۴) ہوا۔

پہلی چیز:

یہ سونے چاندی اور زیورات ہیں یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی انسان کو بہت کم ضرورت پڑتی ہے اتنی کم ضرورت کہ ان کا استعمال کرنا تو بڑی دور کی بات ہے، اگر انسان اپنی پوری زندگی ان کو دیکھے بھی نہیں اور دیکھنے کا موقع اس کو نہ ملے تو بھی اس انسان کی زندگی گذر سکتی ہے اور یہ بات مشاہدے سے ثابت ہے ہمارے معاشرے میں ہماری سوسائٹی میں کتنے ہی غریب انسان ایسے ہیں، جن کو اپنی پوری زندگی میں یہ چیزیں دیکھنے کا موقع نہیں ملتا مگر زندگی ان کی بھی گذر جاتی ہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کی انسان کو چونکہ بہت کم ضرورت پڑتی ہے، اس لئے اس کا حاصل کرنا اللہ تعالیٰ نے بڑا مشکل بنا دیا،

بڑی محنت کے بعد بڑی مشقت اٹھانے کے بعد خون پسینہ ایک کرنے کے بعد ایک ایک پائی کر کے انسان جمع کرتا ہے تب جا کر یہ چیزیں بہت تھوڑی مقدار میں حاصل کرنے پر قادر ہوتا ہے۔

دوسری چیز:

دوسرے نمبر پر ہم لیتے ہیں کپڑوں کو، کپڑا ایسی چیز ہے کہ اس کی بھی انسان کو ضرورت پڑتی ہے سونے اور چاندی کے مقابلے میں اس کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے کہ اس کے بغیر انسان کی زندگی بڑی مشکل سے گذرتی ہے مگر ایسی ضرورت نہیں کہ انسان کی زندگی اس پر موقوف ہو اور اگر کپڑا نہ ملے تو اس کا سانس بند ہو جائے گا جنگلوں میں بسنے والے بعض انسان ایسے بھی پائے گئے ہیں جن کے بدن پر کپڑا نہیں ہوتا اور اسی حال میں ان کی زندگی گذر جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ سونے چاندی کے بعد انسان کو کپڑوں کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے تو اس کا حاصل کرنا سونے اور چاندی کے مقابلے میں ذرا زیادہ آسان ہے۔

تیسری چیز:

تیسری نمبر پر لیتے ہیں ہم پانی کو کہ اس کی بھی انسان کو ضرورت پڑتی ہے، اور اس کی ضرورت انسان کو سونے چاندی اور کپڑے کے مقابلے میں زیادہ پڑتی ہے ،اس طرح کہ انسان کی زندگی موقوف ہے پانی کے ملنے پر اگر پانی نہ ملے تو انسان

زندہ نہیں رہ سکتا، مگر ایسی اشد اور فوری ضرورت بھی نہیں کہ انسان ایک منٹ بھی پانی کے بغیر زندہ نہ رہ سکے بلکہ دو تین دن تک پانی کے بغیر گذارہ ہوسکتا ہے، تو اللہ پاک نے انسان کی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے پانی کا حاصل کرنا سونے چاندی اور کپڑے کے مقابلے میں آسان بنادیا کہ معمولی رقم خرچ کرنے پر انسان کو پانی مل جاتا ہے، بلکہ بسا اوقات اتنا پانی جس سے انسان کی زندگی بچ سکے مفت بھی مل جاتا ہے۔

چوتھی چیز:

چوتھے نمبر پر ہم لیتے ہیں ہوا کو کہ یہ بھی ایسی چیز ہے کہ اسکی بھی انسان کو ضرورت پڑتی ہے، اور اس کی ضرورت انسان کو سونے چاندی کپڑے اور پانی کے مقابلے میں زیادہ پڑتی ہے اور اتنی زیادہ کہ انسان ایک منٹ بھی ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، اسکے سانسوں کی آمد ورفت ہی ہوا کے اوپر موقوف ہے، تو چونکہ انسان کو ہوا کی سب سے زیادہ ضرورت پڑتی ہے اسلئے ہوا کا حاصل کرنا بہت ہی آسان بنادیا ہے کہ امیر سے امیر تر آدمی جتنی ہوا حاصل کرسکتا ہے غریب سے غریب تر آدمی بھی اتنی مقدار ہوا کی حاصل کرسکتا ہے، نہ اس پر پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں اور نہ جسمانی مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ جس چیز کی ضرورت انسان کو کم پڑتی ہے اس کا حاصل کرنا اللہ پاک مشکل بنادیتے ہیں، اور جس چیز کی انسان کو ضرورت زیادہ پڑتی ہے

اس کا حاصل کرنا اللہ پاک آسان بنا دیتے ہیں۔

ہدایت کی انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہے

میرے دوستو! اب آپ سوچیں کہ ان چار چیزوں کے سوا کوئی اور ایسی چیز بھی ہے، جس کی انسان کو ان چار چیزوں سے زیادہ ضرورت پڑتی ہو سونے چاندی کپڑے پانی اور ہوا سے اس چیز کی ضرورت زیادہ ہو۔

میرے دوستو! اگر آپ سوچیں گے اور غور کریں گے تو آپکو وہ پانچویں چیز ہدایت نظر آئے گی، جس کی انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

ایک انسان کو کپڑے اور پانی کی اتنی ضرورت نہیں جتنی ہدایت کی ضرورت ہے، ایک انسان کو ہوا کی اتنی ضرورت نہیں جتنی ہدایت کی ضرورت ہے۔

اسلئے کہ اگر کسی انسان کو یہ اوپر والی چیزیں نہ ملیں، سونا چاندی اور کپڑا نہ ملے ہوا اور پانی نہ ملے تو زیادہ سے زیادہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس کی دنیا والی زندگی ختم ہو جائے گی، اور یہ کوئی پریشانی والی بات نہیں اسلئے کہ اس زندگی نے تو بہرحال ختم ہونا ہے آج نہیں تو کل کبھی نہ کبھی ختم ہو کر رہے گی، اس کے ختم ہونے کو نہ بادشاہوں کی بادشاہت روک سکتی ہے نہ امیروں کی امارت نہ دولتمندوں کی دولت، جو بڑے بڑے بنگلوں میں رہنے والا ہے، ریشمی لباس زیب تن کرنے والا ہے، ہوائی جہازوں پر سفر کرنے والا ہے، مرغ پلاؤ اڑانے والا ہے، یہ زندگی تو اس کی بھی ختم ہو کر رہے گی۔

اور جھونپڑیوں میں بسیرا کرنے والا روکھی سوکھی کھا کر گذارہ کرنے والا پھٹے پرانے کپڑے پہن کروقت گذارنے والا ہے یہ زندگی اس کی بھی ختم ہو کر رہے گی، اس زندگی نے بہرحال گذرنا ہے ان چیزوں کے نہ ملنے کا زیادہ سے زیادہ نتیجہ یہی نکلے گا، کہ اس کی دنیاوالی زندگی ختم ہو جائے گی اور یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں اس لئے کہ اس زندگی نے ہرحال میں ختم ہو کر رہنا ہے۔

لیکن اگر خدانخواستہ کوئی انسان ہدایت سے محروم ہو گیا اور ہدایت کو حاصل نہ کر سکا تو اس کی یہ دنیاوالی زندگی بھی برباد ہو گئی اور آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی بھی برباد ہو گئی، ہدایت سے محروم انسان کی دنیاوالی زندگی سے بھی سکون، اطمینان اور چین نام کی چیزیں یکسر ختم ہو جاتی ہیں، وہ سکون، اطمینان اور چین کو ترستا ہے، اس کی تلاش میں مارامارا پھرتا ہے مگر اسکو سکون نصیب نہیں ہوتا، اور ہدایت سے محروم انسان کی آخرت والی زندگی بھی برباد ہو گی اور وہ بربادی ہمیشہ کی ہو گی۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ انسان کو ہدایت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، اور اسی ضابطے کی بنیاد پر اللہ پاک نے ہدایت کا حاصل کرنا بھی انسان کے لئے بہت آسان بنادیا ہے، اتنا زیادہ آسان بنایا کہ اس سے زیادہ آسانی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، امیر سے امیر تر آدمی ہدایت کے جتنے مراتب حاصل کر سکتا ہے غریب سے غریب تر آدمی بھی ہدایت کے اتنے ہی مراتب حاصل کر سکتا ہے جیسے دولت مند آدمی اونچے اونچے محلات میں رہنے والا ہوائی جہازوں میں سفر کرنے والا ولی غوث قطب

ابدال بن سکتا ہے، بالکل اسی طرح پھٹے پرانے کپڑے پہن کر چٹائیوں پر بیٹھنے والا بھی ولی غوث قطب ابدال بن سکتا ہے، ہدایت کا حاصل کرنا اللہ پاک نے دونوں کیلئے آسان کر دیا ہے، تاکہ کل قیامت کے دن غریب یہ نہ کہہ سکے کہ اے اللہ ہدایت تو پیسوں سے ملتی تھی اور میرے پاس پیسے نہیں تھے کہ ہدایت حاصل کرتا۔

اب آپ! اس پر جتنا بھی سوچیں گے اور اسلام کے احکام پر غور کریں گے، تو اسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ اسلام کے ہر ہر حکم کو جیسے امیر ادا کر سکتا ہے غریب بھی ادا کر سکتا، مثلاً نماز جیسے امیر آدمی پڑھ سکتا ہے ویسے غریب بھی پڑھ سکتا ہے، علیٰ ہذا القیاس رمضان کے روزے ہو گئے۔

تو خلاصہ پوری بات کا یہ ہوا کہ چونکہ انسان کو ہدایت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، اس لئے اللہ پاک نے اپنی رحمت کاملہ سے ہدایت کا حاصل کرنا انسان کے لئے بہت آسان بنا دیا۔

(باقی آئندہ)

و آخر دعوانا أن الحمدلله ربّ العلمین۔

چوتھی تقریر

ہدایت کے حصول کے دو طریقے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ
وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ
اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ
لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا
نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جَدَّ لَهٗ
وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا
وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ

الْمُحْسِنِيْنَ ،صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ (عنکبوت پ۔۲۱/رکوع ۳)
رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ
لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِیْ عَمَلاً
سُبْحَانَکَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ
الْحَکِیْمُ .

ہدایت حاصل کرنے کے دوطریقے

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! گذشتہ تین جمعوں سے ہدایت کے متعلق بیان ہو رہا تھا، اب تک تین باتیں ہو چکی ہیں، جن کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ ہدایت بڑی قیمتی چیز ہے اور ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور ہدایت کا حاصل کرنا بڑا آسان ہے، آج اسی سلسلہ کی چوتھی اور آخری بات بیان کرنی ہے کہ اتنی اہم چیز اور قیمتی چیز کے حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے، اللہ پاک نے قرآن کریم میں ہدایت حاصل کرنے کے دوطریقے بیان کئے ہیں۔

پہلا طریقہ:

کہ جب ہدایت اللہ پاک کے قبضے ہی میں ہے، تو ہدایت اللہ ہی سے مانگی جائے تو اللہ پاک اپنی مہربانی سے ہدایت کی دولت سے مالا مال کردیں گے، تو ہدایت حاصل کرنے کا پہلا طریقہ یہ ہوا کہ اللہ پاک سے ہدایت کی دعا کی جائے، اور وہ دعا خود اللہ پاک نے سکھائی ہے:

"اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ"

آپ جانتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کے مختلف نام ہیں، ان میں سے ایک نام "تَعْلِیْمُ الْمَسْئَلَۃ" بھی ہے، اللہ پاک نے اس سورت میں انسان کو سوال کرنے کا طریقہ بتایا ہے، اس لئے اس سورت کو تعلیم المسئلہ کہا جاتا ہے، اور وہ سوال جو اللہ پاک نے اس سورت میں سکھایا ہے وہ دولت اور دنیا کی کسی چیز کا سوال نہیں بلکہ ہدایت کا سوال ہے، اور سوال کا اور اس دعا کا قبول کرنا اور پورا کرنا یقینی ہے، یہ ناممکن ہے کہ بادشاہ کسی آدمی کو درخواست لکھنے کا طریقہ خود بتائے اور اس کی درخواست کو رد کردے اور قبول نہ کرے تو جب اللہ تعالیٰ نے خود یہ دعا سکھائی ہے تو اس دعا کا قبول ہونا یقینی ہے۔

حدیث میں آتا ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب بندہ نماز میں ہاتھ باندھ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہوتا ہے اور زبان سے کہتا ہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ"

تو اللہ پاک عرش معلیٰ کی بلندیوں سے جواب دیتے ہیں:

"حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ"

کہ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی، جب بندہ کہتا ہے

"اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"

تو اللہ پاک فرماتے ہیں:

"اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ"

میرے بندے نے میری ثناء بیان کی، جب بندہ کہتا ہے:

"مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ "

تو اللہ پاک فرماتے ہیں:

"مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ "

میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، جب بندہ کہتا ہے:

"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ "

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"هٰذَا بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَأَلَ "

یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے، اور میرے بندے کو وہ چیز مل کر رہے گی جو اس نے مانگی۔

اس وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرے اور ایک سانس میں پڑھنا خلاف ادب ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آ رہا ہے اور یہ جلدی جلدی ختم کرنے کی فکر میں ہے، بہرحال ہدایت حاصل کرنے کا پہلا طریقہ یہ ہوا کہ ہدایت خود اللہ پاک سے مانگی جائے۔

دوسرا طریقہ:

جو اللہ پاک نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

"وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ "

کہ ہدایت والی محنت کی جائے تو ضرور مل کر رہے گی، دین کی محنت کی جائے تو اللہ پاک نے وعدہ فرمایا ہے کہ جولوگ دین کی محنت کرتے ہیں، ہدایت کی محنت کرتے ہیں:

" لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا "

ہم ان کو اپنی ذات تک پہنچانے والے راستوں کی ضرور ہدایت عطاء فرمائیں گے، آپ دنیا میں روزمرہ کی زندگی کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، کہ جو جس چیز پر محنت کرتے ہیں، جس چیز کا کاروبار کرتے ہیں، وہ چیز محنت کرنے والوں کو ضرور مل کر رہتی ہے چاہے کسی اور کو ملے یا نہ ملے۔

مثلاً ایک آدمی صبح سے شام تک دودھ بیچتا ہے دودھ فروش ہے، تو اس کے گھر میں دودھ ضرور ملے گا، پورے محلے والے دودھ کو ترستے رہیں مگر جو خود دودھ فروش ہے اس کے گھر میں دودھ ضرور ملے گا، اسی طرح جو آدمی نانبائی ہے صبح سے شام تک روٹیاں پکاتا ہے اس کے گھر والے اس کے بچے کبھی بھوکے نہ ہوں گے پورے محلے والے بھوکے ہو سکتے ہیں، مگر جو خود نانبائی ہے اس کے گھر میں روٹیاں ضرور ملیں گی اسی طرح آپ سوچتے جائیں اور اپنے گرد نظر دوڑائیں جولوگ جس چیز پر محنت کرتے ہیں، جس چیز کا کاروبار کرتے ہیں، وہ چیز ان کے ہاں وافر مقدار

میں مل جاتی ہے اللہ پاک ان کو ان کی محنت کا پھل ضرور عطاء فرماتے ہیں۔

میرے دوستو! جب دنیا کی حقیری چیزوں پر محنت کرنے والوں کو وہ چیزیں ضرور مل کر رہتی ہیں تو ہدایت جیسی قیمتی چیز پر محنت کرنے والوں کو اللہ پاک محروم فرما دیں گے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ ناممکن ہے، تو دین کی، ہدایت کی محنت کرنے والوں کو ہدایت ضرور مل کر رہتی ہے، آپ غور فرمائیں انبیاء علیہم السلام کی سیرت پر، ان کی تاریخ پر، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام ہدایت کی محنت کرنے والے تھے ہدایت کا کاروبار کرنے والے تھے، اور اس محنت کو انہوں نے دن رات اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا، تو کیا انبیاء علیہم السلام کو ہدایت نہ ملی ہاں کیوں نہیں ضرور ملی سب انبیاء علیہم السلام ہدایت یافتہ تھے، ان کی امت میں سب کو ہدایت نہ ملی، جنکی قسمت میں لکھی تھی ان کو ملی باقی محروم رہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن بعض نبی ایسے بھی آئیں گے، کہ ان کے ساتھ ایک بھی ایمان لانے والا نہیں ہوگا، مگر انبیاء علیہم السلام خود تمام کے تمام ہدایت یافتہ تھے۔

تو خلاصہ پوری بات کا یہ ہوا کہ ہدایت کے حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہدایت والی محنت کو اختیار کیا جائے اللہ پاک کا وعدہ ہے کہ ہدایت کی محنت کرنے والوں کو ضرور ہدایت مل کر رہے گی، آپ خود سوچیں کہ ایک آدمی دوسرے کو کہتا ہے کہ نماز پڑھو تو وہ خود کیسے نماز نہیں پڑھے گا، دوسرے کو کہتا ہے روزہ رکھو تو وہ خود کیسے روزہ توڑے گا، دوسرے کو منع کر رہا ہے کہ چوری مت کرو تو وہ خود کیسے چوری

کرے گا۔

آخری بات:-ہدایت کی محنت کی بہت سی صورتیں ہیں،جس صورت کو بھی اختیار کرے گا، وہ ہدایت ہی کی محنت ہوگی، ہدایت کی محنت کو کسی ایک صورت کے اندر بند نہیں کیا جاسکتا ہے، پوری دنیا میں دین کی نسبت سے جتنے کام اخلاص کے ساتھ کئے جارہے ہیں، وہ سب ہدایت کی محنت کی مختلف صورتیں ہیں، مثلاً تبلیغی جماعت کے نام سے کام ہورہا ہے، یہ بھی دین اور ہدایت کی محنت ہے، دینی مدارس کا قیام ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون ان میں پڑھنا اور پڑھانا یہ سب دین کی محنت ہیں، اسی طرح جو لوگ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے دشمنوں سے برسرپیکار ہیں، اور افغانستان کی سرزمین یا کشمیر کی سرزمین میں یا دنیا کے کسی خطے میں بھی جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف ہیں یہ سب لوگ دین کی محنت کررہے ہیں، بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہدایت کی محنت کی جو صورت ہم نے اختیار کی ہوئی ہے بس محنت صرف اسی ایک صورت میں بند ہے، باقی سب لوگ اپنا وقت ضائع کررہے ہیں۔

مثلاً جو لوگ جہاد میں لگے ہوئے ہوں ان میں سے جذباتی قسم کے نوجوانوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اصل کام تو ہم کررہے ہیں باقی یہ مدارس میں پڑھنے پڑھانے والے اور تبلیغ کے کام کے لئے وقت دینے والے تو اپنا وقت ضائع کررہے ہیں، اسی طرح تبلیغی کام سے وابستہ بعض جذباتی نوجوان یہ سمجھتے ہیں، کہ اصل کام تو ہم کررہے ہیں باقی جہاد کرنے والے اور مدارس والے تو بے کار ہیں، اسی طرح

مدارس سے وابستہ بعض حضرات بھی مدارس ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور دین کے باقی کاموں کو وقعت نہیں دیتے۔

تو میرے دوستو! یہ خیال غلط فہمی پر مبنی ہے، اور یہ خیال ایسا ہے جیسے مکان کی چھت کا بوجھ اور وزن چاروں دیواروں نے یکساں اٹھایا ہوا ہے، مگر ایک طرف والی دیوار یہ کہے کہ سارا بوجھ تو میں نے اٹھایا ہوا ہے، باقی تینوں طرف کی دیواریں بے کار ہیں، تو اس دیوار کا یہ خیال اور قول فاسد ہوگا، پتہ تب چلے گا جب تینوں طرف کی دیواریں ہٹا دی جائیں تو پتہ چل جائے گا کہ بوجھ کس نے اٹھایا ہوا ہے۔

اسی طرح میرے دوستو! دین کی پوری عمارت کا بوجھ دین کی نسبت سے سب کام کرنے والوں نے اٹھایا ہے، چاہے وہ جس میدان میں بھی کام کر رہے ہوں، تدریس کا میدان ہو یا تحریر اور تصنیف کا میدان ہو یا تقریر و تبلیغ کا میدان ہو یا، جہاد کا میدان ہو یا، سیاست کا میدان ہو، یہ لوگ دین کی محنت کر رہے ہیں، اور ان کو ہدایت ضرور مل کر رہے گی، پتہ تب چلے گا کہ باقی سارے شعبے بند کر دیئے جائیں، صرف ایک ہی شعبے کا کام کرتا رہے پھر پتہ چلے گا کہ دوسرے بھی دین کا کام کر رہے تھے یا نہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اللہ پاک نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ قوت رکھ دی تھی کہ وہ بیک وقت سارے کام کیا کرتے تھے، وہ مجاہد بھی تھے، داعی بھی تھے، مفسر بھی تھے، فقیہ بھی تھے، محدث بھی تھے، بعد میں جب تنزل کا زمانہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دین کے کام کو تقسیم فرما دیا، اب سارے کام کرنے کی ایک آدمی میں ہمت اور طاقت نہیں ہو سکتی

الا ماشاء اللہ، جو اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے میسر فرمادی ہے اس میں محنت کرتا رہے، اور باقیوں کے ساتھ جس قسم کا تعاون کر سکے کرتا رہے، اور نہیں کر سکتا تو صرف دعا کر دیا کرے، اس پر تو پیسے اور وقت نہیں لگتا اور اگر کچھ بھی نہیں کر سکتا تو کم از کم مخالفت تو نہ کرے، اسلئے کہ یہ بھی دین کے کام تو ہیں، افراط اور تفریط سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

بعض لوگوں کے ذہن میں شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ہمیں تو ہدایت والی دولت حاصل ہے، ہم تو مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں کلمہ پڑھتے ہیں نام مسلمانوں والا ہے، نماز روزہ بھی کر لیتے ہیں، ہمیں کیا ضرورت ہے ہدایت مانگنے کی، یا ہدایت والی محنت کے اختیار کرنے کی، اتنی مشقت ہم کیوں برداشت کریں، اس اشکال کے دو جوابات عرض کئے جاتے ہیں۔

پہلا جواب:

پہلا جواب اس کا یہ ہے کہ ہمیں ہدایت حاصل ہے مگر ہمیں جو ہدایت حاصل ہے وہ ناقص ہے اس کو کامل بنانے کی ضرورت ہے کامل ہدایت اس کی ہے، جس کی چوبیس گھنٹے کی زندگی اللہ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے حکم کے مطابق گذر رہی ہو اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو پورا پورا بجالا رہا ہو جس طرح ان کو بجالانے کا حق ہے، اور جن چیزوں اور کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے

ان سے مکمل طور پر اجتناب کر رہا ہو اور اپنے آپ کو بچا رہا ہو، اب آپ خود سوچیں کہ ہمارا کیا حال ہے، ذرا اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی پر غور کریں کہ کتنا وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق گذرتا ہے، ہمارا تو کوئی کام اللہ اور اس کے پیغمبر کی مرضی کے مطابق نہیں، اس لئے ہماری ہدایت ناقص ہے، اس کو کامل بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگنے کی ضرورت ہے، اور ہدایت والی محنت کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

دوسرا جواب:

اس اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ بے شک ہمیں ہدایت حاصل ہے اگر چہ ناقص ہے، مگر وہ اتنی قیمتی ہے کہ ساری کائنات کے خزانے مل کر اس کی قیمت نہیں بن سکتے اور جس کے پاس جتنی قیمتی چیز ہوتی ہے اس کے لٹنے کا خطرہ بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے، وہ ہر وقت اس کی حفاظت کا انتظام کرتا ہے، ہمارے پاس بھی جو ساری کائنات سے زیادہ قیمتی چیز ہدایت ہے، اس کے بھی ہر وقت لٹنے کا خطرہ ہے، شیطان اور نفس یہ ہدایت کے ڈاکو ہیں، بلکہ شیاطین الانس بھی ہدایت کے ڈاکو ہیں ہر وقت ہدایت کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ کس طرح انسان کی یہ قیمتی چیز ہم لوٹ کر لے جائیں۔

پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ اپنی زندگی کے آخری دور میں ایک جنگل

سے گذر رہے تھے، کہا اچانک ایک نور بادل کی طرح آیا اور آسمان کے افق کو گھیر لیا، اس میں سے آواز آئی، عبدالقادر میں تیرا خدا ہوں تو نے بڑی محنتیں کیں اور بڑی ریاضتیں کیں بڑے مجاہدے کئے اور بڑی مشقتیں اٹھائیں، آج کے بعد میں نے تم سے نماز معاف کر دی ہے روزے معاف کر دیئے ہیں، دین کے سارے احکامات کی پابندی اٹھالی ہے، اب تم آزاد ہو جو تمہارے دل میں آئے کرو تم سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً پڑھا "لاحول و لا قوۃ إلا باللّٰہ العلی العظیم " جا مردود دفعہ ہو جا تو شیطان ابلیس ہے، اللہ کے پیغمبروں سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے، دین کے لئے مشقتیں برداشت کرنے والا محنتیں کرنے والا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے نمازیں معاف نہیں کیں روزے معاف نہیں کئے دین کے احکامات کی پابندی نہیں اٹھائی میں کون ہوتا ہوں اور میری محنت کیا چیز ہوتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے دین کے احکامات بھی اٹھالئے۔

دوبارہ پھر آواز آئی عبدالقادر ستر (۷۰) ابدال ایسے گذرے ہیں، جن کو میں نے آخری وقت میں گمراہ کر دیا، آج تجھے تیرے علم نے بچالیا ورنہ تو بھی گمراہ ہو جاتا، پیران پیر نے دوبارہ پڑھا:

"لاحول و لا قوۃ إلا باللّٰہ العلی العظیم "

اور فرمایا ظالم یہ تیرا دوسرا حملہ ہے مجھے میرے علم نے نہیں بچایا بلکہ مجھے میرے اللہ نے بچایا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہوتی تو میں بھی گمراہ ہو

نے والوں میں شامل ہو جاتا۔

بہرحال ہماری ہدایت ایک تو ناقص ہے، اس کو کامل بنانے کی ضرورت ہے، دوسرا اس کے ہر وقت لٹنے کا خطرہ ہے، تو اس کی حفاظت کی بڑی سخت ضرورت ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے جیسے سورۃ فاتحہ میں ہدایت مانگنے کا طریقہ سکھلایا تو سورت آل عمران میں دعا بھی سکھلائی:

"رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ"

اے ہمارے پالنے والے ہدایت کی دولت سے مالا مال کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرمانا۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنے دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے (آمین)

واخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين

دوسرا عنوان

اجتناب عن المعاصی:

اس عنوان کے ذیل میں چار تقریریں ہیں جو چار جمعوں میں بیان کی جا سکتی ہیں تاہم ان تقریروں میں ایسا ربط موجود ہے کہ اگر کوئی طویل تقریر کرنا چاہتا ہے تو دو تقریریں ملا کر بھی ایک جمعہ پر بیان کر سکتا ہے، اگر کوئی مختصر کرنا چاہتا ہے تو ایک تقریر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے تقریر کے شروع میں ایک ہی آیت لکھی گئی ہے، اگرچہ اسکا زیادہ تعلق صرف چوتھی تقریر کے ساتھ ہے، یہ بندہ کا اپنا انداز ہے ورنہ ہر تقریر کے مناسب کوئی اور آیت بھی خطبہ میں پڑھی جا سکتی ہے۔

پہلی تقریر............اللہ پاک کی ذات اَرحم الراحمین ہے۔
دوسری تقریر............گناہ کے نقصانات (قسط اول)۔
تیسری تقریر............گناہ کے نقصانات (قسط دوم)۔
چوتھی تقریر............خدا کا جاسوسی نظام۔

پہلی تقریر

اللہ پاک کی ذات ارحم الراحمین ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ۔
رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِيْ عَمَلاً سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۔

تمہید:

پہلی بات:

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس کائنات میں انسان پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے اللہ پاک ہیں، اسی لئے اللہ پاک کو ارحم الراحمین کہا جاتا ہے جس کا معنے ہے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا، انسان کے والدین انسان پر اتنا رحم کرنے والے نہیں جتنے، اللہ پاک انسان پر رحم کرنے والے ہیں، انسان کی اولاد انسان پر اتنی شفیق نہیں، جتنے اللہ پاک مہربان ہیں، انسان کے عزیز واقارب انسان کے دوست واحباب انسان پر اتنے مہربان نہیں جتنی اللہ پاک کی ذات مہربان ہے، غرض جتنے لوگ اس دنیا میں انسان پر شفقت کرتے ہوئے مہربانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، ان سب سے زیادہ اللہ پاک انسان پر رحم کرنے والے ہیں۔

دنیا کے تمام انسانوں کی نفع رسانی غرض پر مبنی ہے۔

اگر آپ غور کریں تو اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے لوگ بھی انسان پر رحمت اور شفقت کرتے ہوئے نظر آئیں گے ان کی اغراض انسان کے ساتھ وابستہ ہونگیں، ان کی رحمت اور شفقت اور مہربانی بے لوث اور بے غرض نہیں ہوگی۔

مثلاً بادشاہ اپنی رعایا کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرتا ہے، تو اس لئے کہ اس کی بادشاہت اور سلطنت کی حفاظت رعایا کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے پر موقوف ہے، رعایا بگڑ جائے تو حکومت اور سلطنت خطرے سے دوچار ہو جاتی ہے، ڈاکٹر اور حکیم مریض کے ساتھ شفقت اور رحمت کا معاملہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، تو ان کی غرض پیسے بٹورنا ہوتا ہے، اور اگر مفت علاج کرے تو اپنی شہرت مقصود ہوتی ہے، اور اگر بالکل ہی مخلص ہو اور دنیا کی کوئی غرض حاصل نہ کرنا چاہتا ہو مگر پھر بھی وہ ثواب ضرور حاصل کرنا چاہتا ہوگا اور یہ اتنی بڑی غرض ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی غرض نہیں ہوسکتی۔

اساتذہ اور معلمین اپنے شاگردوں پر رحمت اور شفقت فرماتے ہیں، تو ان کی غرض یا تو دنیا کا مال وصول کرنا ہوتا ہے، یا اپنی شہرت مقصود ہوتی ہے، ورنہ کم از کم ثواب آخرت تو مقصود ہوتا ہی ہے، اور اس سے بڑھ کر کوئی غرض نہیں۔

میرے دوستو! اسی طرح والدین بھی اپنی اولاد پر بڑے رحیم اور شفیق ہوتے ہیں، اور بظاہر اپنی اولاد کے ساتھ رحمت اور شفقت کا برتاؤ کرنے میں ان کی

کوئی غرض نہیں ہوتی لیکن اگر آپ تھوڑا سا غور کریں تو حقیقت آپ پر کھل جائے گی کہ والدین کی شفقت بھی غرض سے خالی نہیں، اور وہ غرض یہ ہے کہ اللہ پاک نے والدین کے دل میں ایسے جذبات رکھ دیئے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو تکلیف کی حالت میں دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں، پریشان ہو جاتے ہیں، والدین سے اپنی اولاد کی پریشانی دیکھی نہیں جاتی ہے، تو جب والدین اپنی اولاد کے ساتھ رحمت وشفقت کا معاملہ کریں گے تو ان کی غرض اپنے جذبات کی تسکین ہوگی، اور اپنی بے چینی کو ختم کرنا ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی ہزار سال تک بھی سوچے تب بھی کوئی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا کہ انسان نے انسان کو نفع پہنچایا ہوا اس کے ساتھ شفقت اور مہربانی والا معاملہ کیا ہو مگر ایسا کرنے میں اس کی اپنی کوئی غرض پوشیدہ اور مخفی نہ ہو۔

رحمت خداوندی کسی غرض پر مبنی نہیں:

لیکن اللہ پاک کی رحمت جو بندوں پر موسلا دھار بارش کی طرح چوبیس گھنٹے برس رہی ہے اس رحمت کی بارش برسانے میں اللہ تعالیٰ کی کوئی غرض پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے، بغیر کسی غرض کے وہ اللہ پاک بندوں پر رحمت کی بارش برسا رہے ہیں، نہ والدین کی طرح اللہ پاک کے دل میں جذبات ہیں کہ وہ بندوں پر رحمت کی بارش برسا کر اپنے جذبات کی تسکین حاصل کرنا چاہتے ہوں نہ اللہ تعالیٰ کا اقتدار بندوں کی اطاعت کا محتاج ہے، کہ اللہ پاک دنیا کے بادشاہوں کی طرح اپنے

اقتدار کو بچانے کیلئے بندوں پر رحمت کی بارش برسا رہے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی:

ایک حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کائنات میں بسنے والے سارے انسان اس انسان کے دل کی طرح ہو جائیں، جو اللہ پاک سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے یعنی سارے انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے بن جائیں تو خدا کے خزانوں میں ایک رائی کے دانے کے برابر زیادتی نہیں کر سکتے، اگر سارے انسان اس انسان کے دل کی طرح ہو جائیں، جو اللہ پاک کی سب سے زیادہ نافرمانی کرنے والا ہے، یعنی سارے انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شروع کر دیں، تو اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کمی نہیں کر سکتے، غرض اللہ تعالیٰ کا اقتدار بندوں کی اطاعت کا محتاج نہیں وہ بندوں کی فرمان برداری اور نافرمانی سے بے نیاز ہے اور نہ ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرح اللہ تعالیٰ کو شہرت اور پیسے کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ پاک جو بندوں پر رحمت کی بارش برسا رہے ہیں اس میں اپنی کوئی غرض پوشیدہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات کا کوئی فرد بھی انسان کو اپنی غرض کے بغیر نفع نہیں پہنچا سکتا، تو ثابت ہوگئی یہ بات کہ اس انسان پر اللہ پاک ساری کائنات سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔

رحمتِ خداوندی غیر محدود ہے:

حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے سو حصے رحمت کے پیدا کئے ہیں ایک حصہ ساری کائنات پہ تقسیم فرمایا اور ننانوے حصے اپنے پاس رکھے، دنیا کی جتنی مائیں ہیں چاہے انسانوں کی ہوں یا حیوانوں کی ہوں اسی ایک حصہ میں سے ان کو رحمت ملی ہے، آپ سوچیں وہ کتنی مقدار میں ہوگی، مگر پھر بھی ماں اپنی اولاد پر کتنی رحیم اور شفیق ہوتی ہے، تو وہ خدا اور اللہ وہ ہمارا خالق جس نے اپنے پاس ننانوے حصے رحمت کے رکھے ہیں، اس کی رحمت کا کیا ٹھکانا ہوگا اور وہ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہوگا تو اللہ پاک کی ذات ارحم الراحمین ہے۔

اور سنئے! مدینہ منورہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ قیدی آئے ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا دودھ پینے والا بچہ گم ہوگیا تھا، وہ عورت اپنے بچے کے کے گمشدگی کی وجہ سے بڑی پریشان ہوئی، بڑی بے چینی کے عالم میں اِدھر اُدھر دوڑ رہی تھی، اور جو بچہ بھی نظر آتا اس کو اٹھا کر اپنے سینے کے ساتھ چمٹا لیتی تھی، یہاں تک کہ اس کو اپنا بچہ مل گیا تو بڑی خوش ہوئی، اس کو بار بار اٹھا کر اپنے سینے کے ساتھ لگاتی تھی کبھی اس کے ہاتھوں کو چوم رہی ہے، تو کبھی اس کے رخساروں کو بوسہ دے رہی ہے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی متوجہ فرما کر یہ منظر دکھایا اور پوچھا کیا یہ عورت پسند کرسکتی ہے کہ اس کے سامنے اس کے

لختِ جگر کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، یارسول اللہ یہ ماں ہے یہ کب گوارا کرسکتی ہے کہ اس کی نگاہوں کے سامنے اس کے دودھ پیتے ہوئے بچے کو آگ میں ڈال دیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْهَا" اللہ پاک اس عورت سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم فرمانے والے ہیں، وہ کب گوارا کر سکتے ہیں کہ میرے بندے آگ میں ڈال دیئے جائیں، تو ثابت ہوگئی یہ بات کہ ایک ماں اپنی اولاد پر اتنی شفیق نہیں ہوسکتی جتنے اللہ پاک اپنے بندوں پر رحیم وکریم ہیں، تو اللہ پاک اس انسان پر ساری کائنات سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔ اور سنئے:

اللہ تعالیٰ کی خوشی کی عجیب مثال:

جب کوئی بندہ گناہوں کو چھوڑ کر اللہ پاک کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، تو اللہ پاک اتنے زیادہ خوش ہوتے ہیں کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، اس خوشی کو سمجھانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال بیان فرمائی اور مثال بیان فرما کر وہ خوشی سمجھائی۔

فرمایا: کہ ایک آدمی جنگل بیابان میں ایک سواری پر سفر کر رہا ہے، اور اس کے کھانے پینے کا سامان اس کے سواری پر رکھا ہوا ہے، اچانک وہ سواری گم ہوگئی اب وہ بے چارہ بڑا پریشان ہوا، جنگل اتنا بڑا ہے کہ اس کو پیدل طے نہیں کیا جاسکتا اور قریب کوئی آبادی بھی نہیں ہے کہ کھانے پینے کے ملنے کی امید ہو، ادھر اُدھر دوڑ کر سواری کو بڑا تلاش کیا مگر ناکامی ہوئی آخر تھک ہار کر ایک درخت کے سائے میں

مرنے کے ارادے سے لیٹ گیا، اب موت کے سوا اور کوئی چارہ نہیں، تھکاوٹ کی وجہ سے اس کی آنکھ لگ گئی، تھوڑی دیر بعد اچانک اس کی آنکھ کھلی، تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہی سواری بمعہ تمام ساز وسامان کے اس کے سرہانے کھڑی ہے، اس کو بہت زیادہ خوشی ہوئی اتنی خوشی کہ فرطِ مسرت سے اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور بے ساختہ اس کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّکَ"

کہنا تو یوں چاہیے تھا:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ"

کہ اے اللہ آپ میرے رب ہیں اور میں آپ کا بندہ ہوں مگر فرطِ مسرت کی وجہ سے اس کی زبان سے نکل گیا: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّکَ"

اے اللہ آپ میرے بندے ہیں اور میں آپ کا رب ہوں (العیاذ باللہ)

تو اس کی زبان اپنے قابو میں نہ رہی زیادہ خوشی کی وجہ سے۔

سرور کائنات ﷺ نے فرمایا، جتنی خوشی اس آدمی کو ہوئی اپنی سواری کو دیکھ کر جب کوئی بندہ گناہوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، تو اللہ پاک کو اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ سبحان اللہ۔

بات طویل ہوگئی پہلی بات کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ پاک اس انسان پر ساری کائنات سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔ باقی آئندہ جمعے انشاءاللہ

واخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين .

دوسری تقریر

گناہ کے نقصانات (قسط اول)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّـئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً ، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. صدق اللّٰه العظيم.
رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْۤ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِيْ عَملاً سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاۤ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ.

سابقہ مضمون سے ربط

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! گذشتہ جمعہ سے ایک مضمون شروع کیا تھا جناب عمرو بن العاص کا، گذشتہ جمعہ اس سلسلے کی پہلی بات بیان ہوئی تھی کہ انسان پر اللہ پاک ساری کائنات سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

آج اس سلسلہ کی دوسری بات بیان کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں جتنی چیزوں کو انسان نقصان دہ سمجھتا ہے، ان تمام چیزوں سے زیادہ نقصان دینے والی چیز گناہ ہیں، جتنا گناہ انسان کو نقصان پہنچاتے ہیں اتنا دنیا کی کوئی چیز انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

گناہوں کا نقصان غیر محدود ہے:

وجہ اس کی یہ ہے کہ گناہوں کے علاوہ کائنات کی تمام نقصان پہنچانے والی چیزیں جتنا بھی نقصان پہنچائیں گی وہ نقصان عارضی اور محدود ہوگا، صرف تھوڑی سی

مد تک لئے ہوگا اور گناہوں کی وجہ سے جونقصان انسان کو پہنچے گا وہ غیر محدود ہوگا،
مستقل ہوگا، دائمی ہوگا، اور ایک بہت بڑی طویل مدت تک انسان کو وہ نقصان اُٹھانا
پڑے گا۔

آپ غور کریں سانپ اور بچھو انسان کو نقصان پہنچاتے ہیں، مگر وہ نقصان
عارضی ہوتا ہے یا تو اس کا علاج ہو جائے گا۔ اور یا زیادہ سے زیادہ انسان کی اس
عارضی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اس زندگی نے تو ویسے بھی بہر حال ختم ہو کر رہنا
ہے۔

مہلک سے مہلک بیماری جب انسان کو لگ جاتی ہے، تو وہ انسان کو نقصان
پہنچاتی ہے۔ مگر یا تو اس کا علاج ہو جاتا ہے اور یا زیادہ سے زیادہ اس انسان کی
عارضی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور اس زندگی نے تو ہر حال میں ختم ہونا ہے۔ جب
اس کے ختم ہونے کا وقت آتا ہے تو ساری کائنات کی طاقتیں مل کر بھی اس کو ختم
ہونے سے نہیں روک سکتیں۔ اگر اس زندگی کو ختم ہونے سے دولت روک سکتی تو دنیا
میں بڑے بڑے بادشاہ کبھی بھی نہ مرتے، اگر اس کے ختم ہونے کو حکمت اور طب
سے روکا جاسکتا، تو دنیا کے بڑے بڑے حکیم کبھی بھی نہ مرتے۔

اور آگے سوچیں اس زندگی کے ختم ہونے کو اگر ولایت روک سکتی تو دنیا میں
آنے والے بڑے بڑے اولیاء، غوث، قطب ابدال کبھی بھی دنیا سے تشریف نہ لے
جاتے۔ اس زندگی کے ختم ہونے کو اگر نبوت اور رسالت روک سکتی تو دنیا میں آنے والے
ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کبھی بھی دنیا سے تشریف نہ لے جاتے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان نہ کرنا پڑتا:

"مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّداً فَإِنَّ مُحَمَّداً قَدْ مَاتَ وَمَنْ
كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّهُ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ"

اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو غم سے نڈھال ہو کر یہ شعر نہ کہنا پڑتا۔

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

میرے اوپر آنے والے مصائب اگر دنوں کے اوپر آتے تو ان کی روشنی ختم ہو جاتی اور وہ رات کی طرح تاریک ہو جاتے۔

بات لمبی ہو گئی میں عرض کر رہا تھا کہ دنیا میں نقصان پہنچانے والی جتنی چیزیں ہیں۔ ان کا زیادہ سے زیادہ اور انتہائی نقصان اس زندگی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اور اس زندگی کے ختم ہونے کو ویسے بھی نہیں روکا جا سکتا۔

لیکن میرے دوستو! ایک انسان جب گناہ کرتا ہے اور اللہ کی نافرمانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو توڑنا شروع کر دیتا ہے تو ان گناہوں کی وجہ سے پہنچنے والا نقصان غیر محدود ہوتا ہے، گناہوں کا نقصان اس دنیا والی زندگی میں بھی پہنچتا ہے، اور آخرت والی زندگی جس نے کبھی بھی ختم نہیں ہونا ہے۔ اس آخرت والی زندگی میں بھی گناہ کا نقصان پہنچے گا۔ آخرت میں ہونے ۔۔ان پر ۔۔۔ ایمان بالغیب لانا پڑتا ہے۔ قرآن کریم کے واضح ارشادات

پڑھتے اور سنتے ہوئے بھی ہماری نگاہوں میں آخرت میں ہونے والی نقصان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور ہم نے اس دنیا کو چونکہ سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ اور اس میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں، اسلئے دنیا کا معمولی سے معمولی نقصان بھی ہمیں بہت بڑا نظر آتا ہے، اور آخرت کے بڑے سے بڑے نقصان کی بھی ہماری نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی، اس لئے اس نشست میں گناہوں کے وہ نقصانات بیان کروں گا، جن کا تعلق اس دنیا کی زندگی سے ہے علمائے کرام نے گناہوں کے دنیا میں ہونے والے نقصانات بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں، ان میں سے صرف چند نقصانات آپ کے سامنے بیان کروں گا۔

گناہوں کے دنیوی نقصانات

پہلا نقصان:

گناہ کا سب سے پہلا نقصان یہ ہوتا ہے کہ گناہ کرنے کی وجہ سے انسان کے رزق میں تنگی کردی جاتی ہے، وہ رزق جس کی وجہ سے انسان کتنے کتنے پاپڑ بیلتا ہے، بلکہ اکثر گناہ کرتا بھی صرف رزق کے حصول کے لئے ہے، گناہ کرتا ہے رزق کو وسیع کرنے کیلئے مگر طریقہ وہ اختیار کرتا ہے جو طریقہ رزق میں تنگی پیدا کرنے والا ہے، تو گناہ کا پہلا نقصان رزق میں تنگی کا پیدا ہوجانا ہے۔

رزق کی تنگی پر ہونے والے اشکال کا جواب:

رزق میں تنگی کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بھوکا مرجاتا ہے اور اس کو کھانے کے

لئے روٹی نہیں ملتی پہننے کیلئے لباس نہیں ملتا رہنے کیلئے مکان نہیں ملتا، روکھی سوکھی کھا کر گذارہ کرنا پڑتا ہے اور پھٹے پرانے کپڑے پہننے پڑتے ہیں، اور جھونپڑیوں میں بسیرا کرنا پڑتا ہے، رزق کی تنگی کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے، تا کہ آپ کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ ہم دنیا میں اس کا اُلٹ دیکھتے ہیں ، کتنے ہی شرابی، کبابی، زانی، چور، ڈاکو، قسم کے لوگ دنیا میں عیاشی کرتے ہیں اوران کے پاس مال کے انبار لگے ہوئے ہوتے ہیں، جبکہ ان کے مقابلے میں اللہ اللہ کرنے والے دیندار لوگ گناہوں سے بچنے والے حضرات بھوکے مرتے ہیں، کھانے کیلئے ان کے پاس روٹی نہیں ہوتی، رہنے کیلئے ان کے پاس مکان نہیں ہوتا، پہننے کے لئے لباس نہیں ہوتا، ایک ایک پائی کے محتاج ہوتے ہیں۔

بلکہ میرے دوستو! رزق میں تنگی ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ وسعت رزق سے مقصود اطمینان اور سکون ہوتا ہے، یہ چیزیں اس گناہگار کی زندگی سے ختم ہو جاتی ہیں، اور وہ چین نام کی چیز کو ترستا ہے مال و دولت کے انبار ہوتے ہیں، ہوائی جہازوں میں سفر کرتا ہے، ہزاروں خدمت گذار ہر وقت چوبیس گھنٹے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں، تین تین ہزار کی پلیٹوں میں کھانا کھاتا ہے، مگر ان سب باتوں کے باوجود صاحب کو نیند نہیں آتی، پریشانی کی وجہ سے خواب آور گولیوں کی ضرورت ہوتی ہے کھانے کے اور ہر قسم کے عیاشی کے سامان موجود ہوتے ہیں، مگر ڈاکٹر منع کرتے ہیں کہ جناب آپ کو شوگر ہو چکی ہے، آپ کا بلڈ پیشر ہائی ہو چکا ہے، آپ میٹھا بھی ترک کر دیں اور نمک بھی استعمال نہ کریں، اب وہ بے چارہ پھیکا کھانے پر

مجبور ہے، اس کے ملازم اور نوکر مرغ پلاؤ اڑا رہے ہیں، یہ حسرت بھری نگاہوں سے ان کو دیکھ رہا ہے۔

قرآن کریم نے بالکل سچ فرمایا:

"وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا"

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کو ملنی ہے گذران تنگی کی۔

اس کے مقابلے میں دینداروں کے پاس اور اللہ والوں کے پاس اگر چہ یہ عیاشی کے سامان بالکل نہیں ہوتے مگر سکون اور اطمینان کی دولت سے ان کا دل مالا مال ہوتا ہے، اگر کسی کو میری بات پر یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لے اور تجربہ کر کے دیکھ لے کہ چند دن گناہوں کو بالکل چھوڑ دے، اور پھر اس حالت کا اپنی اس موجودہ حالت کے ساتھ مقابلہ کرائے، تو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔

دوسرا نقصان:

دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ گناہ کرنے کی وجہ سے انسان معیت خداوندی سے محروم ہو جاتا ہے، اللہ پاک ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کامیابی کے تمام اسباب جمع کر لیتا ہے، مگر کامیابی پھر بھی نصیب نہیں ہوتی، کیوں کہ اسباب میں اثر ڈالنے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں وہ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں تو اسباب میں اثر نہیں ہوتا، اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایم اے کی ڈگریاں ہاتھ میں لیکر مارا مارا پھرتا ہے، مگر ملازمت نہیں ملتی۔

تو دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی معیت سے محروم ہو جاتا ہے اور معیت خداوندی بہت بڑی نعمت ہے، یہ نعمت جس کو حاصل ہو ساری کائنات کی طاقتیں مل کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔

معیت خداوندی کی پہلی مثال:

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکل پڑے تو فرعون نے فوج لیکر آپ کا تعاقب کیا، ایک مقام پر آگے دریا آ گیا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی گھبرا گئے اور کہنے لگے " إِنَّا لَمُدْرَكُونَ " اے موسیٰ آگے دریا کی موجیں ہیں اور پیچھے فرعون کی فوجیں ہیں، ہم تو پکڑے گئے " إِنَّا لَمُدْرَكُونَ " موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی اور اسی معیت خداوندی کا ذکر فرمایا " كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ " ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا مجھے اپنے رب کی معیت حاصل ہے وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا، کوئی صورت نجات کی پیدا فرمائے گا، مجھے معیت خداوندی حاصل ہے، اور جس کو معیت خداوندی حاصل ہو ایک فرعون کیا ساری کائنات کی طاقتیں مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور پھر ایسا ہی ہوا اللہ نے بنی اسرائیل کو نجات دی، اور فرعون کو بمعہ لشکر تباہ کر دیا۔

معیت خداوندی کی دوسری مثال:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی رات جب غار ثور میں قیام فرمایا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، آپ کے ساتھ تھے، مشرکین مکہ آپ کا تعاقب

کرتے ہوئے جب غار ثور کے دروازے پر پہنچے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگاہ ان کے قدموں پر پڑ گئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور پریشان ہو گئے اور ان کو خطرہ ہو گیا کہ اگر انہوں نے جھانک کر دیکھا تو ہمیں دیکھ لیں گے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچائیں گے، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی اس پریشانی کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے جو جملہ ارشاد فرمایا تھا وہ یہ تھا" لا تحزن إن الله معنا " اے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ غمگین نہ ہوں ہمیں اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو ساری کائنات کی طاقتیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں یہ اکیلے قریش کیا کریں گے، اور پھر واقعۃً ایسا ہی ہوا یہ ساری تفصیل عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ معیت خداوندی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور گناہ کرنے کی وجہ سے انسان اس نعمت سے محروم ہو جاتا ہے، اب وقت ختم ہو چکا ہے، گناہوں کا تیسرا نقصان آئندہ جمعے عرض کروں گا (انشاء اللہ)

واخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين ـ

تیسری تقریر

گناہ کے نقصانات (قسط دوم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ .

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِيْ عَمَلاً سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ .

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! گزشتہ جمعہ کو گناہ کے دونقصانات بیان ہوئے تھے پہلا نقصان تھا رزق میں تنگی کا ہوجانا دوسرا نقصان معیت خداوندی سے محروم ہوجانا۔

تیسرا نقصان:

گناہوں کا تیسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ گناہوں کی وجہ سے نیکیوں کی نورانیت اور برکت ختم ہوجاتی ہے اوران کے ثواب میں کمی واقع ہوجاتی ہے، ایک آدمی ہر قسم کے گناہوں سے بچتا ہے، اس کے چوبیس گھنٹے کی زندگی اللہ اوراللہ کے رسول کے حکم کے مطابق گذررہی ہے جونورانیت، برکت اوراثر اس کی نماز میں ہوگا وہ اثر اور وہ نورانیت اور برکت اس آدمی کی نماز میں نہیں ہوسکتی، جونماز بھی پڑھتا ہے اورداڑھی بھی منڈاتا ہے یا کتراتا ہے، نماز بھی پڑھتا ہے اور بدنگاہی بھی کرتا ہے نماز بھی پڑھتا ہے جھوٹ بھی بولتا ہے غیبت بھی کرتا ہے، رشوت بھی لیتا ہے، سودی

کاروبار بھی کرتا ہے ، یا سودی کاروبار میں تعاون کرتا ہے ، نماز بھی پڑھتا ہے اور چوری بھی کرتا ہے، زنا بھی کرتا ہے، نماز بھی پڑھتا ہے اور ٹی وی کی نظاروں سے بھی دل بہلاتا ہے کرکٹ کے میچ بھی دیکھتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ فاسق کی عبادات اور مومن متقی کی عبادات میں نورانیت اور برکت کے اعتبار سے زمین وآسمان کا فرق ہوگا ان دونوں کی نمازیں روزے زکواتیں اور حج نورانیت اور برکت کے اعتبار سے ایک جیسے نہیں ہوسکتے۔

ایک عجیب وغریب مثال:

بزرگوں نے ان دونوں کی عبادت میں فرق سمجھانے کے لئے ایک مثال بیان فرمائی ہے، کہ دیکھو خمیرہ گاؤزبان عنبری بڑی طاقتور چیز ہے، اور بڑی مفید چیز ہے، اور جو بھی کھائے گا اس کو فائدہ ضرور دے گی، مگر فائدے میں فرق ہوگا ہر شخص کو اس کی استعداد کے مطابق فائدہ پہنچے گا بوڑھا بھی استعمال کرسکتا ہے مگر جو فائدہ نوجوان کو دے گا، وہ بوڑھے کو حاصل نہیں ہوسکتا، اسی طرح ایک آدمی بیمار ہے اور اس کا معدہ خراب ہے دوسرا آدمی تندرست ہے اس کی ساری قوتیں صحیح سالم ہیں یہ دونوں خمیرہ گاؤزبان استعمال کریں تو یہ دونوں کو فائدہ دے گا، مگر جو فائدہ تندرست اور توانا آدمی کو ہوگا وہ ظاہر ہے ایک بیمار اور کمزور آدمی کو نہیں ہوسکتا وہ تو خمیرہ گاؤزبان جیسی طاقتور چیز ہضم ہی نہیں کرسکتا۔

بالکل میرے دوستو ایوں ہی سمجھ لو کہ نماز روزہ اور نیکی کے تمام کام روحانی

طور پر بڑی مفید چیزیں ہیں مگر جو آدمی گناہ کرتا ہے، وہ روحانی مریض ہے اور روحانی بیمار ہے اور جو گناہوں سے بچتا ہے وہ روحانی طور پر تندرست اور توانا ہے جب یہ دونوں نمازیں پڑھیں گے روزہ رکھیں گے زکوٰۃ دیں گے نیکی کے اور کام کریں گے، تو دونوں کو فائدہ ضرور ہوگا مگر جو فائدہ روحانی طور پر تندرست اور توانا آدمی کو ہوگا، وہ فائدہ روحانی مریض کو ہرگز نہیں ہوسکتا۔

روحانی مریض تو اعمال کو صحیح طریقہ سے ادا ہی نہیں کرسکتا، تو دونوں کے اعمال میں نورانیت اور برکت کے اعتبار سے بڑا فرق ہوگا، تو گناہوں کا تیسرا نقصان یہ ہوا کہ گناہوں کی وجہ سے نیکیوں کی نورانیت ختم ہوجاتی ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

اس مسئلے میں اکثر لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے کی پوری وضاحت آپ کے سامنے بیان کردی جائے تاکہ غلط فہمی دور ہو جائے، گناہ نیکیوں کو نقصان پہنچاتے ہیں یا نہیں عموماً اس مسئلے میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

پہلی قسم:

بعض لوگوں کا خیال یہ ہوتا ہے کہ گناہ نیکیوں کو بالکل نقصان ہی نہیں پہنچاتے، نیکیوں کا اپنے اعتبار سے ثواب مل جائے گا جبکہ گناہوں کا اپنے اعتبار سے عذاب ہوگا، چنانچہ وہ اپنے اسی خیال کے مطابق نماز بھی پڑھتے ہیں روزے بھی

رکھتے ہیں اور ساتھ ہر قسم کے گناہ بھی کرتے ہیں چوری بھی کرتے ہیں جھوٹ بھی بولتے ہیں غیبت بھی کرتے ہیں اور بدنگاہی بھی کرتے ہیں۔

دوسری قسم:

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ نیکیوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور اتنا نقصان پہنچاتے ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے نیکیاں بالکل برباد ہو جاتی ہیں قبول ہی نہیں ہوتیں ان کا بالکل فائدہ نہیں ہوتا۔

اب یہ دوسری قسم کے لوگ گناہوں کو تو چھوڑ نہیں سکتے تو نیکیوں کو چھوڑ دیتے ہیں کہ جب گناہوں کے ساتھ نیکیاں قبول ہی نہیں ہوتی ہیں تو نیکیاں کرنے کا کیا فائدہ، روزے رکھنے کا کیا فائدہ، نماز پڑھنے کا کیا فائدہ، یہ بیچارے اسی خیال میں گمراہی کی گہرائی میں دن بدن گرتے چلے جاتے ہیں نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی یہ دونوں قسم لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں شیطان نے ان کو اپنے جال میں پھنسایا ہوا ہے حق ان دونوں کے درمیان ہے یہ کہنا کہ گناہ نیکیوں کو بالکل نقصان نہیں پہنچاتے یہ کہنا بھی غلط ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ گناہ نیکیوں کو بالکل ختم کر دیتے ہیں، حق ان دونوں کے درمیان میں ہے اور وہ یہ کہ گناہ نیکیوں کو نقصان تو ضرور پہنچاتے ہیں مگر ان کو بالکل ختم اور برباد نہیں کرتے بلکہ ان کی نورانیت اور برکت کو ختم کر دیتے ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ دو گناہ ایسے ہیں جو انسان کے نیک اعمال کو بالکل

برباد کردیتے ہیں ایک کلمہ کفر اور دوسرا گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں گناہوں کی وجہ سے انسان کی ساری عمر کی نیکیاں برباد اور ضائع ہو جاتی ہیں، ایک آدمی ساری عمر نماز پڑھے، روزہ رکھے، زکواتیں ادا کرے ہر سال حج بیت اللہ کرتا رہے، آخر میں ایک کلمہ کفر اپنی زبان سے نکال دے تو ساری عمر کی محنت ضائع اور برباد ہو جائے گی ساری عمر کی نمازیں روزے زکواتیں صدقات وخیرات اورنوافل برباد ہو جائیں گے کفر کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے سورۂ کہف کے آخری رکوع میں فرمایا:

"أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهٖ
فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا"

فرمایا اوپر جن لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اپنے رب کی ملاقات کا انکار کیا پس ان کے اعمال ضائع ہو گئے قیامت کے دن ہم ان کے اعمال تولنے کیلئے ترازو ہی قائم نہیں کریں گے تو ایک گناہ کفر ہے جس کی وجہ سے انسان کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔

تنبیہ:- بڑے ڈرنے کا مقام ہے کہ ایک معمولی سی حرکت کی وجہ سے انسان کی ساری زندگی کی محنت ضائع اور برباد ہو جائے کچھ لوگ بڑے بے باک ہوتے ہیں، ان کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے بولنے سے پہلے نہیں سوچتے بلکہ بولنے کے بعد سوچنے کے عادی ہوتے ہیں، ایسے لوگ دن رات میں کئی ایسے جملے اپنی زبان سے

نکال دیتے ہیں جنکی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتے ہیں اور ساری زندگی کی نیکیاں برباد کر بیٹھتے ہیں۔

مثلاً اکثر لوگوں کو یہ جملہ کہتے ہوئے سنا گیا کوئی کہتا ہے کہ روزے وہ رکھے جس کے گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہو، کوئی کہتا ہے نماز اٹھک بیٹھک کا نام ہے۔ کوئی کہتا ہے داڑھی تو بکرے کی ہوتی ہے ہم تو انسان ہیں، یہ کفریہ کلمات ہیں اسلئے کہ اسلام کے معمولی سے معمولی حکم کا مذاق اڑانا بھی کفر ہے ایک آدمی صرف کلمہ پڑھ لے ساری عمر نماز نہ پڑھے روزہ نہ رکھے کوئی نیک کام نہ کرے، ساری زندگی اس کی گناہ میں گذر جائے مگر پھر بھی کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے ایک نہ ایک دن سزا بھگتنے کے بعد اس کو جنت کا داخلہ نصیب ہوگا، مگر اس کے مقابلے میں دوسرا آدمی وہ ہے جو ساری زندگی نیک اعمال کرتا ہے مگر ساتھ ہی اسلام کے کسی ادنی سے ادنیٰ حکم کا مذاق بھی اڑا دے تو وہ کافر ہوجائے گا، اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے تمام نیک اعمال ضائع اور برباد ہوجاتے ہیں، اور اگر توبہ کے بغیر مرگیا تو ساری زندگی جہنم میں جلنا پڑے گا۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ ایک گناہ کفر ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی تمام نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں۔

گستاخی رسول بدترین گناہ ہے:

دوسرا گناہ گستاخی رسول ہے جس کی وجہ سے انسان کی ساری نیکیاں برباد

ہو جاتی ہیں، سورت حجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

" یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ "

اللہ پاک اپنے پیغمبر کی مجلس کے آداب بیان فرمارہے ہیں، کہ اے ایمان والو جب تم میرے پیغمبر کی مجلس میں آؤ اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنی پڑے تو اس بات کا خیال رکھنا کہ تمہاری آواز میرے پیغمبر کی آواز سے بلند نہ ہو جائے اپنی آواز کو پست رکھنا ہے جس طرح ایک دوسرے کو بے باکانہ بلند آواز سے مخاطب کرتے ہو، یوں میرے پیغمبر کو مخاطب نہ کرنا:

" اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ "

کہیں تمہاری آواز میرے پیغمبر کی آواز سے بلند نہ ہو جائے اور تمہاری آواز سے میرے پیغمبر کا دل دکھ جائے تو اس جرم کی وجہ سے تمہارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں علم بھی نہ ہو، تو گستاخی رسول کی وجہ سے بھی انسان کے نیک اعمال ضائع اور برباد ہو جاتے ہیں ان دو گناہوں کے سوا کوئی گناہ ایسا نہیں جس کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع ہو جائیں، بلکہ باقی گناہوں کا حکم یہ ہے کہ وہ نیکیوں کو برباد نہیں کرتے لیکن ان کی نورانیت اور برکت ضرور ختم کر دیتے ہیں۔

جیسے آدمی نماز بھی پڑھتا ہے، مگر اور گناہ بھی کرتا رہتا ہے، تو فرض تو اس کے ذمے سے اتر جائے گا مگر نماز کی برکت اور ثواب کامل اس کو حاصل نہیں ہوگا، مگر پھر بھی یہ اس سے اچھا ہوگا جو سرے سے نماز نہیں پڑھتا البتہ ان دونوں سے بہتر وہ شخص ہوگا جو نماز بھی پڑھتا ہے اور تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام بھی کرتا ہے بزرگوں نے اس کی ایک مثال بیان فرمائی ہے، جس سے اس مسئلے کی خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔

ایک عجیب مثال:

ایک آدمی نے اپنے مکان میں ایئر کنڈیشن لگوایا اس کو چالو بھی کر دیا، مگر مکان کے دروازے کھڑکیاں سب کھول دیئے اب ایئر کنڈیشن جتنی ٹھنڈک پیدا کر رہا ہے وہ سب دروازے اور کھڑکیوں سے باہر نکل رہی ہے اور باہر کی گرمی بھی اندر آ رہی ہے مگر کچھ نہ کچھ فائدہ اس کو ضرور ملے گا، کچھ نہ کچھ ٹھنڈک ضرور پیدا ہوگی اور اس آدمی کا مکان اس آدمی کے مکان سے یقیناً بہتر ہوگا، جس میں ایئر کنڈیشن لگا ہوا نہیں ہے اسی طرح ایک آدمی نماز بھی پڑھتا ہے، روزہ بھی رکھتا ہے، زکواۃ بھی دیتا ہے، تو ان اعمال کی وجہ سے اس کے دل میں نورانیت ضرور پیدا ہوگی، مگر وہ ساتھ ساتھ گناہ بھی کرتا ہے جھوٹ بھی بولتا ہے، غیبت بھی کرتا ہے، بدنگاہی بھی کرتا ہے، گانا بھی سنتا ہے، ٹیوی بھی دیکھتا ہے،

تو ان نیک اعمال کی وجہ سے جو نورانیت دل میں پیدا ہوگی وہ آنکھوں کے

راستے سے اور کانوں کے راستے سے اور زبان کے راستے سے باہر نکل جائے گی یہ ساری کھڑکیاں کھلی ہیں تو ان راستوں سے نورانیت نکل جائے گی اور باہر کی ظلمت اندر داخل ہوگی، لیکن پھر بھی آدمی اس کے مقابلے میں یقیناً اچھا ہوگا جو نماز اور روزہ اور نیک اعمال بالکل نہیں کرتا، تو اس کے دل میں نورانیت بالکل نہیں ہوگی اور آنکھوں اور کانوں کے راستے سے باہر کی ظلمت اس کے دل میں داخل ہو رہی ہے تو دل بجائے نورانیت کے ظلمت سے بھر جائے گا۔

لیکن میرے دوستو! جیسے ان دونوں مکانوں کے مقابلے میں وہ مکان بہت بہتر ہوگا جس میں ایئر کنڈیشن چالو ہے، اور کھڑکیاں دروازے روشندان بند ہیں تو اس میں خوب ٹھنڈک پیدا ہوگی، اور وہ محفوظ بھی رہے گی اور باہر کی گرمی بھی اندر داخل نہ ہو سکے گی، اسی طرح ان دو آدمیوں کے مقابلے میں وہ آدمی یقیناً بہتر ہوگا، جو نیک اعمال بھی کرتا ہے نماز بھی پڑھتا ہے روزہ بھی رکھتا ہے اور تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام بھی کرتا ہے تو اس کے دل میں نیک اعمال کی وجہ سے جو نورانیت پیدا ہوگی وہ محفوظ بھی رہے گی اور باہر کی ظلمت سے بھی اس کا دل محفوظ رہے گا۔

بات لمبی ہوگئی خلاصہ یہ ہے کہ گناہوں کا تیسرا نقصان یہ ہے کہ ان کی وجہ سے نیکیوں کی نورانیت اور برکت ختم ہو جاتی ہے تو ثابت ہوگئی یہ بات کہ انسان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز گناہ ہیں اللہ پاک ہمیں اس نقصان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چوتھی تقریر

خدا کا جاسوسی نظام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ
یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا
مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ
لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا
وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ
وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُکَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِیْ عَمَلاً سُبْحَانَکَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ .

سابقہ مضمون سے ربط

گزشتہ تین حصوں سے ایک ہی مضمون سلسلہ وار چل رہا ہے، دو باتیں بیان ہو چکی ہیں آج اس سلسلے کی تیسری بات عرض کرنی ہے، پہلی دو باتوں کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اس انسان پر اللہ پاک ساری کائنات سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں، اور انسان کو سب سے زیادہ نقصان دینے والی چیز گناہ ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں وہ چاہتے ہیں کہ انسان اس نقصان سے بچ جائے اور اپنے آپ کو اس عظیم نقصان سے بچالے، جیسے والدین یہ چاہتے ہیں اور ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ ہمارے بچے کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے، بلکہ بسا اوقات اپنی جان پر کھیل کر بچے کو نقصان سے بچاتے ہیں، حالانکہ والدین کی رحمت وشفقت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت سے کوئی نسبت ہی نہیں، تو اللہ پاک بھی چاہتے ہیں کہ میرا یہ بندہ اپنے آپ کو اس نقصان سے بچالے اور جب کوئی بندہ گناہوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف

متوجہ ہوتا ہے تو اللہ پاک کو کتنی خوشی ہوتی ہے اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے اس خوشی کی ایک مثال سابقہ تقریر میں گذر چکی ہے، تو اللہ پاک یہ چاہتے ہیں کہ میرا بندہ گناہوں کے اس نقصان عظیم سے بچ جائے اور اپنے آپ کو بچالے۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض:

اسی لئے اللہ پاک نے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ شروع فرمایا، ان پر آسمان سے کتابیں نازل فرمائیں، انبیاء کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد صرف یہی تھا کہ انسان گناہوں سے بچ جائے اور اپنے آپ کو اس نقصان عظیم سے بچالے۔

اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اسی مقصد کے لئے قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب نازل فرمائی گئی پھر قرآن کریم میں مختلف انداز اور مختلف طریقے اختیار کئے گئے انسانوں کو گناہ سے بچانے کے لئے کبھی اس کو جنت کے حالات سنا کر ترغیب دی گئی کہ گناہوں کو چھوڑ دو تو جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی:

"مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ"

کبھی جہنم کے ہولناک عذاب سے ڈرایا گیا کہ خبردار! گناہوں کو چھوڑ دو ورنہ سخت ترین عذاب برداشت کرنا پڑے گا کبھی سابقہ قوموں کے حالات اور واقعات بیان کر کے اس کو ڈرایا گیا، کہ دیکھ اے انسان وہ قومیں تجھ سے ہر اعتبار

بڑھ

سے اچھی تھیں، مال و دولت کے اعتبار سے صنعت وحرفت کے اعتبار سے قد و قامت کے اعتبار سے مگر وہ جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے آگے بڑھ گئیں تو ہم نے ان کو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا، ان کا نام و نشان بھی دنیا سے مٹ گیا، ان کا نام لینے والا بھی آج باقی نہیں:

"وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزاً"

اگر تو نے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ چھوڑی تو تیرا حال بھی وہی ہوگا جو ان کا ہوا ابھی قرآن نے ان انعامات کا تذکرہ کیا جو انسان پر موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں، وہ انعامات انسان کو یاد دلائے گئے کہ شاید یہ انسان ان انعامات پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو چھوڑ دے کیونکہ دنیا میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ اپنے محسن کی نافرمانی نہیں کی جاتی اس کی بات مانی جاتی ہے۔

بہر حال قرآن کریم نے مختلف انداز اور مختلف طریقے اختیار کر کے انسان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچانے کی کوشش کی ہے، یہ سارے طریقے تو بیان نہیں ہو سکتے ہیں میں صرف ایک طریقہ آپ کے سامنے عرض کروں گا۔

اس طریقہ کی تفصیل یہ ہے کہ دنیا میں جب بھی کوئی مجرم کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے، تو جرم کا ارتکاب کرنے سے پہلے یہ تسلی کر لیتا ہے کہ مجھے کوئی دیکھ تو نہیں رہا، اگر کوئی دیکھ رہا ہو تو جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے ہچکچاتا ہے اگر کوئی دیکھ رہا ہو تو چور چوری کرتے ہوئے زانی زنا کرتے ہوئے، شرابی شراب پیتے ہوئے، رشوت

خور رشوت لیتے ہوئے، ڈرتا ہے ہچکچاتا ہے، والدین کے دیکھتے ہوئے بچہ شرارت نہیں کرتا، استاد کے دیکھتے ہوئے طالب علم شرارت نہیں کرتا، پیر کے دیکھتے ہوئے مرید کوئی نازیبا حرکت نہیں کرتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر مجرم جرم کا ارتکاب کسی کے دیکھتے ہوئے نہیں کر سکتا تو اللہ پاک نے قرآنِ کریم میں انسان کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اے انسان تو جب بھی میری نافرمانی کرے گا میرے حکم کو توڑے گا اور جرم کا ارتکاب کرے گا تو اس جرم کو پوشیدہ رکھنے کے لئے ہزار کوشش کرلے، مکان کے دروازے بند کردے کھڑکیاں بند کردے، روشندان بند کردے تو اپنے اس جرم کو دنیا والوں سے عزیز واقارب سے تو اس جرم کو چھپا سکتا ہے، مگر میں نے تیری نگرانی کے لئے جو جاسوسی نظام بنایا ہے، تو میرے اس جاسوسی نظام سے اس جرم کو نہیں چھپا سکتا، وہ میرا جاسوسی نظام چوبیس گھنٹے تیری نگرانی کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا وہ جاسوسی نظام کیا ہے، قرآن کریم نے چار چیزیں بتلائی ہیں جو چوبیس گھنٹے انسان کی نگرانی کر رہی ہیں اور ایک پانچویں چیز حدیث میں مذکور ہے، ہم پہلے وہ چار چیزیں بیان کریں گے اس کے بعد پانچویں چیز کو بیان کریں گے۔

سب سے پہلی چیز:

پہلی چیز جو انسان کی چوبیس گھنٹے نگرانی کر رہی ہے وہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اللہ پاک چوبیس گھنٹے انسان کی نگرانی فرما رہے ہیں ہمارا ایمان ہے کہ اللہ

پاک ہر جگہ، ہر وقت حاضر و ناظر ہیں انسان ساری کائنات کی طاقتوں سے اپنے آپ کو چھپا سکتا ہے مگر اپنے خالق و مالک سے اپنے آپ کو نہیں چھپا سکتا قرآن کریم نے سورت مجادلہ کے دوسرے رکوع میں فرمایا ہے۔

" اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى
الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ
وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ
وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا "

اللہ پاک نے فرمایا: "مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ" زمین پر بسنے والے انسانو جب تم بند مکان میں بیٹھ کر مشورے کرتے ہو اور مکان کا دروازہ اور کھڑکیاں بند کر کے سمجھتے ہو کہ اب ہمیں دنیا کی کوئی طاقت نہیں دیکھ رہی۔

یاد رکھو! تم اپنے آپ کو پوری کائنات سے چھپا سکتے ہو لیکن اپنے پیدا کرنے والے سے اپنے آپ کو نہیں چھپا سکتے جب تم تین ہوتے ہو تو چوتھی تمہارے ساتھ خدا کی ذات ہوتی ہے:

"وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ"

اور جب تم پانچ ہوتے ہو تو چھٹی تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے:

" وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ
مَا كَانُوْا "

تین اور پانچ کا ذکر بطور مثال کے کیا ہے جب بھی تین سے کم اور پانچ سے زیادہ کہیں بیٹھو گے تو تمہارے ساتھ خدا کی ذات ہوگی ۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

"یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ "

اللہ پاک آنکھوں کی خیانت کو اور سینے کے چھپے ہوئے رازوں کو بھی جانتے ہیں۔ آنکھ کی خیانت ایسی مخفی چیز ہے اور ایسا مخفی گناہ ہے کہ پوری مجلس میں اگر ایک آدمی بدنگاہی میں مبتلا ہو تب بھی پاس بیٹھنے والوں کو اس کی خیانت کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ لیکن اللہ پاک نے فرمایا:

" یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ "

تمہاری نگاہ غلط جگہ پر بعد میں پڑے گی لیکن اللہ پاک کی نگاہ تمہاری نگاہ پر اس سے بھی پہلے پڑ جائے گی۔ آگے فرمایا:

" وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ "

آنکھ کا معاملہ پھر بھی ظاہر ہے وہ تو تمہارے سینوں کے چھپے ہوئے رازوں کو بھی جانتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے حیا کا واقعہ:

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر حیا کا غلبہ ہوا اور خیال غالب ہوا کہ اللہ پاک ہمیں ہر جگہ ہر وقت دیکھتے ہیں تو جب بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے لئے

جاتے تھے تو تکلفاً اپنے زانو اپنے سینوں سے ملا لیتے تاکہ نظر نہ آئیں۔ اللہ پاک نے سورۃ ہود کے پہلے رکوع میں قرآن کی آیت نازل فرما کر انہیں سمجھایا کہ تمہاری یہ کوشش عبث اور فضول ہے۔ تم اللہ پاک سے نہیں چھپ سکتے، تم ننگے ہونے کی حالت میں کیسے پوشیدہ ہو سکتے ہو، وہ تو کپڑوں کے پہنے ہوئے ہونے کی صورت میں بھی تمہیں دیکھ رہا ہے۔ فرمایا:

"اَلَاۤ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ"

(سورت ہود پ ۱۱ ع آخری)

خبردار! بے شک وہ لوگ دوہرا کر دیتے ہیں اپنے سینوں کو تاکہ چھپ جائیں اسی (اللہ) سے ۔ خبردار! جب وہ کپڑے اوڑھ لیتے ہیں۔ تب بھی وہ اللہ ان کی ظاہری اور چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے۔ کیوں کہ بالیقین وہ (تو) دلوں کے اندر کی بات جانتا ہے۔

تو پہلی چیز نگرانی کرنے والی خود خداوند کریم کی ذات ہے۔

دوسری چیز:

جو انسان کی نگرانی کر رہی ہے، وہ کراماً کاتبین ہیں۔ ہر انسان کے دونوں

کاندھوں پر اللہ پاک نے دو فرشتے بٹھار کھے ہیں جو چوبیس گھنٹے انسان کی نگرانی کر رہے ہیں۔ دنیا میں جتنے انسان ہوں گے۔ فرشتے کراماً کاتبین ان سے دوگنی تعداد میں ہوں گے۔ اگر انسان چار ارب ہوں تو فرشتے آٹھ ارب ہوں گے۔ جب انسان آٹھ ارب ہو جائیں گے تو فرشتے سولہ ارب ہو جائیں گے۔ دائیں کاندھے پر بیٹھنے والا فرشتہ انسان کے نیک اعمال لکھنے پر مامور ہے اور بائیں کاندھے والا فرشتہ انسان کی بدیاں لکھنے پر مامور ہے۔ اور یہ لکھ کر بندہ کا نامۂ اعمال تیار کر رہے ہیں۔ اور قیامت کے میدان میں جب انسان کا نامۂ اعمال پیش کریں گے تو وہ اس کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے گا۔

"یٰوَیْلَتَنَا مَالِھٰذَاالْکِتَابِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصَاھَا"

افسوس یہ کیسی کتاب ہے جس نے میرے کسی قسم کے گناہ کو نہیں چھوڑا نہ چھوٹے نہ گناہوں کو اور نہ بڑے گناہوں کو۔ ان میں کچھ گناہ ایسے بھی تھے جو میں نے ایسے پوشیدہ طور پر کئے تھے کہ میرے بغیر کائنات کے کسی فرد کو معلوم نہ تھے وہ گناہ بھی اس میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور انسان آرزو کرے گا۔

"یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتَابِیَہْ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَہْ
یٰلَیْتَھَا کَانَتِ الْقَاضِیَۃَ مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَہْ ھَلَکَ
عَنِّیْ سُلْطَانِیَہْ" (سورۃ الحاقۃ پارہ ۲۹)

کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ

میرا حساب کیا ہے۔ کیا اچھا ہی ہوتا کہ موت (اولی) ہی خاتمہ کر چکتی، افسوس میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا جاہ (بھی) مجھ سے گیا گذرا۔

تیسری چیز:

جو انسان کی نگرانی کر رہی ہے۔ وہ انسان کے اپنے اعضاء ہیں۔ انسان ان کو اپنا سمجھتا ہے۔ اسی وجہ سے تو ان کو اپنی مرضی سے استعمال کرتا ہے انسان یہ سمجھتا ہے کہ آنکھیں میری اپنی ہیں جیسے چاہوں استعمال کروں۔ کان میرے اپنے ہیں جیسے چاہوں استعمال کروں۔ ہاتھ اور پاؤں میرے اپنے ہیں۔ جیسے چاہوں استعمال کروں، مگر پتہ تب چلتا ہے جب ان میں زوال شروع ہو جاتا ہے۔ بینائی کمزور ہونے لگتی ہے۔ شنوائی کمزور ہونے لگتی ہے۔ ہاتھوں پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے، چائے کی پیالی بھی پکڑ نہیں سکتا۔ پھر بات سمجھ میں آنا شروع ہو جاتی ہے کہ یہ ساری چیزیں میری اپنی نہیں تھیں بلکہ کسی اور کی دی ہوئی تھیں۔

بہر حال یہ اعضاء اللہ تعالیٰ کے جاسوس ہیں جو چوبیس گھنٹے انسان کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اور ان میں اللہ پاک نے ایسی طاقت رکھ دی ہے کہ جو کچھ انسان اعمال کرتا ہے وہ اعضاء اپنے اندر محفوظ کر لیتے ہیں قیامت کے دن اللہ پاک ان سے بلوائے گا اور ان میں بولنے کی طاقت رکھ دے گا۔ یہ اعضاء انسان کے خلاف گواہی دیں گے۔ آنکھیں گواہی دیں گی۔ کہ ہمیں فلاں فلاں غلط چیزوں کو دیکھنے کے لئے استعمال کیا تھا۔ سارا سارا دن ٹی وی کے نظاروں کے لئے اور غیر محرم

عورتوں کے دیکھنے کے لئے ہمیں استعمال کیا جاتا تھا۔ اللہ پاک کی کتاب قرآن مجید کے دیکھنے کے لئے اور پڑھنے کے لئے ہمارے استعمال کی انسان کو فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ کان گواہی دیں گے کہ ہمیں گانا سننے کیلئے تو استعمال کیا جاتا تھا۔ مگر قرآن اور دین کی باتیں سننے کا موقع نہیں دیا جاتا تھا۔ قرآن کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیں محروم رکھا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمام اعضاء انسان کے خلاف گواہی دیں گے (۲۳)

تئیسویں پارے میں سورت یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے دو اعضاء کی گواہی کا ذکر فرمایا۔

"اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ
وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ"

فرمایا قیامت کے دن ہم مجرموں کی زبان پر مہر لگا دیں گے وہ آدمی چھانک کی زبان جو دنیا میں بولتے بولتے نہیں تھکتی تھی۔ اس زبان پر مہر لگا دیں گے:

"وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ"

اور مجرموں کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے:

"وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ"

اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ان اعمال کی جو انسان نے دنیا میں کئے تھے۔

اور چوبیسویں پارے کے بالکل آخر میں ان دو کے علاوہ تین اعضاء اور ذکر فرمائے جو انسان کے خلاف گواہی دیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَاءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ
حَتّٰى اِذَا مَا جَاءُ وْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ
وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ "

مجرم جب جہنم کے قریب پہنچ جائیں گے تو ان کے خلاف ان کے کان ان کی آنکھیں اوران کے بدن کی کھال گواہی دے گی:

" وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا "

وہ مجرم اپنے بدن کی کھال اوران اعضاء کو مخاطب کریں گے کہ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی، ہم دنیا میں سارے گناہ تو تمہارے مزے اورتمہاری لذت کیلئے کرتے تھے۔آج تم ہمارے خلاف کیوں گواہی دے رہے ہوتو وہ اعضاء اور بدن کی کھال مجرم کو جواب دیں گے:

" قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ "

آج ہمیں اس ذات نے بلوایا ہے جس ذات نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی ہے۔جس ذات نے ہر انسان کو دنیا میں بولنے کی طاقت دی تھی، تمہاری زبان بھی تو گوشت کا ٹکڑا ہونے میں ہمارے برابر ہے تو جو خدا تمہاری زبان کے گوشت میں بولنے کی طاقت رکھ سکتا ہے وہ ہمارے اندر بولنے کی طاقت کیوں نہیں رکھ سکتا ہے اس میں تعجب اور حیرانگی کی کیا بات ہے؟

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہنس پڑے اور بظاہر کوئی ہنسی کی بات

محفل میں نہیں ہوئی تھی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا۔ خود ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم جانتے ہو مجھے کس بات پر ہنسی آئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اللہ ورسولہ، اعلم، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے فرمایا مجھے اس کلام پر ہنسی آرہی ہے جو بندہ میدان محشر میں اپنے رب سے کرے گا۔ بندہ عرض کرے گا۔ اے اللہ میں اپنے خلاف کسی کی گواہی نہیں مانوں گا۔ سب میرے دشمن ہیں۔ جب تک میرا اپنا بدن میرے خلاف گواہی نہ دیدے۔ اللہ پاک فرمائیں گے

"كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا"

چنانچہ انسان کی زبان پر مہر لگادی جائے گی اور تمام اعضاء کو بولنے کی طاقت دی جائے گی۔ تو وہ انسان کے خلاف گواہی شروع کردینگے وہ جب گواہی سے فارغ ہونگے۔ تو انسان کی زبان دوبارہ کھل جائے گی۔ یہ غصہ میں ان کو مخاطب کرے گا:

"بُعْداً لَكُنَّ وَسُحْقاً فَعَنْكُنَّ اُنَا ضِلُ"

تمہارے لئے بربادی ہو میں تمہاری وجہ سے جھگڑا کر رہا تھا۔ اور دنیا میں بھی تمہاری سہولت کی خاطر اور مزے کی خاطر میں نے اپنے رب کی نافرمانیاں کی تھیں۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ جس میں مذکورہ بالا پانچ اعضاء کے علاوہ ایک چھٹے عضو کا ذکر ہے کہ انسان کی زبان پر مہر لگادی

جائے گی، اور اس کی ران کو حکم ہوگا۔ تو بول تو اس کی ران اور اس کا گوشت اور اس کی ہڈی سب بول کر انسان کے خلاف گواہی دینی شروع کر دیں گے۔

بہرحال تیسری چیز جو انسان کی نگرانی کر رہی ہے وہ انسان کا اپنا بدن اور اس کے اپنے اعضاء ہیں اپنے علاوہ دوسری چیزوں سے چھپنے کا تصور تو کیا جا سکتا ہے، مگر اپنے آپ سے اپنے بدن سے اپنے اعضاء سے تو چھپنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اے کاش یہ یقین ہمارے دل میں بیٹھ جائے تو سب گناہ چھوٹ جائیں۔

چوتھی چیز:

چوتھی چیز جو انسان کی نگرانی کر رہی ہے وہ زمین ہے اور زمین پر بنے ہوئے مکانات ہیں اور ان مکانات کے درو دیوار ہیں، یہ سب سرکاری جاسوس ہیں۔ زمین کے جتنے حصے پر جس مکان میں کوئی بھی کام انسان کرے اچھا یا برا وہ کام زمین کا وہ حصہ اور ٹکڑا اور مکان کے درو دیوار اپنے اندر محفوظ کر لیتے ہیں قیامت کے میدان میں اللہ تعالیٰ ان کو بولنے کی طاقت دے گا۔ تو یہ انسان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اچھے اعمال کی بھی گواہی دیں گے اور برے اعمال کی بھی گواہی دیں گے۔

اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ عیدین کی نماز پڑھنے کیلئے جب آنا ہو تو آنے کے لئے اور راستہ اختیار کریں جانے کیلئے اور راستہ اختیار کریں۔ تاکہ انسان کے

نیکی کے گواہ بڑھ جائیں زمین کے جس جس حصے پر قدم پڑیں گے وہ حصہ اس کے عمل کی گواہی دے گا۔

اور اسی سے علماء نے لکھا ہے کہ جہاں فرض پڑھے ہیں۔ سنتیں اور نوافل وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ پڑھے تاکہ انسان کی نیکی کے گواہ بڑھ جائیں جہاں بھی سجدہ کرے گا اپنی پیشانی اور جبین کو جھکائے گا وہ حصہ ان سجدوں کی گواہی دے گا۔

بہرحال خلاصہ یہ ہوا کہ زمین اور زمین پر بنے ہوئے مکانات انسان کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا "

ان ابتدائی تین آیات میں قیامت کے ابتدائی واقعات اور اس کی ہولناکی بیان فرمائی ہے کہ جب زمین ہلائی جائے گی ہلایا جانا۔ اور زمین کے اندر جتنے خزانے مدفون ہیں وہ باہر نکال دے گی، تو انسان تعجب سے کہے گا، اس زمین کو کیا ہو گیا۔ آگے فرمایا: " يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا "

زمین اس دن ساری خبریں اور سارے حالات بھی بیان کرے گی۔ جو اس کے اوپر گذرے ہوں گے، کیونکہ:

" بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا "

تیرے رب نے اس کو بولنے کا حکم کیا ہوگا۔ تو چوتھی چیز جو انسان کی نگرانی پر اللہ تعالیٰ نے لگا رکھی ہے۔ وہ زمین اور زمین پر بنے ہوئے مکانات اور مکانات کے

در و دیوار ہیں۔ اللہ پاک نے ان میں انسان کے اعمال کو محفوظ رکھنے کی طاقت رکھ دی ہے۔

پانچویں چیز

پانچویں چیز جو اللہ پاک نے انسان کی نگرانی پر مقرر کی ہے۔ وہ زمانہ ہے اور دن اور رات ہیں۔

تفسیر قرطبی میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی گئی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آنے والا دن انسان کو مخاطب کرتا ہے اور ندا دیتا ہے کہ میں تمہارے اوپر آنے والا نیا دن ہوں میرے اندر جو اعمال بھی کرے گا قیامت کے میدان میں میں ان اعمال کی گواہی دوں گا۔ میرے اندر کچھ اچھے اعمال کر لے تاکہ میں تیری نیکیوں کا گواہ بنوں، اور اگر میں ایک دفعہ تیرے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر مجھے کبھی نہ پا سکے گا۔ یہی ندا ہر آنے والی رات بھی دیتی ہے کہ انسان میں تیرے اوپر آنے والی نئی رات ہوں، میرے اندر جو اعمال کرے گا قیامت کے میدان میں میں ان اعمال کی گواہی دوں گی تو میرے اندر کچھ نیک اعمال کر لے تاکہ میں تیرے نیک اعمال کی گواہ بنوں، اگر ایک دفعہ میں تیرے ہاتھ سے نکل گئی تو پھر مجھے کبھی نہ پا سکے گا۔

تو یہ پانچ چیزیں چوبیس گھنٹے انسان کی نگرانی کر رہی ہیں۔ اللہ پاک کا عجیب و غریب جاسوسی نظام انسان کی نگرانی کر رہا ہے۔ تو اب انسان یہ سوچے کیا وہ

اس جاسوسی نظام سے پوشیدہ ہو کر کوئی گناہ کا کام کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں کر سکتا۔ تو پھر اس کو گناہوں سے باز آنا چاہئے۔

میرے دوستو! یہی وہ چیز تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہ کے دلوں میں بٹھادی تھی۔ اور تئیس سال کے قلیل عرصہ میں ایسا پاک معاشرہ وجود میں آیا۔ جس کی نظیر نہ اس سے قبل چشم فلک نے دیکھی تھی نہ آج تک دیکھی ہے۔ نہ اس کے بعد قیامت تک دیکھے گی نہ آپ نے کوئی پولیس کا محکمہ قائم کیا نہ جیلوں کا نظام تھا نہ کوئی خفیہ ایجنسی قائم کی تھی۔ بس صرف صحابہ کرام کے ذہنوں میں یہ یقین پیدا کر دیا تھا کہ ہم کوئی بھی جرم کریں گے ہمارا جرم چھپ نہیں سکتا، ساری کائنات سے چھپالیں، مگر اللہ تعالیٰ کے جاسوسی نظام سے نہیں چھپ سکتے اسی یقین کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے اولاً کوئی گناہ صادر ہوتا ہی نہیں تھا اگر ہو جاتا تو اس وقت تک چین ہی نہیں آتا تھا کہ جب تک اس کو معاف نہ کرالیں۔ اسلئے کہ ان کو یقین تھا کہ اگر معاف نہ ہوا تو کل قیامت کے روز ہمارا یہ جرم ظاہر ہو کر رہے گا اور پھر اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ ایسے کئی واقعات حدیث میں منقول ہیں کہ گناہ ہو گیا مگر کسی نے شکایت نہ کی خود آ کر اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔

حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ حدیث میں مشہور ہے کہ ان سے زنا کا جرم سرزد ہو گیا خود چل کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب چلی جا کہ تیرے پیٹ میں بچہ

ہے جب بچہ پیدا ہو جائے اور اس کو تیرے دودھ کی ضرورت نہ رہے تو پھر میرے پاس آنا۔ اب وہ عورت چلی جاتی ہے نہ اس کا نام لکھا جاتا ہے، نہ پتہ نوٹ کیا جاتا ہے، نہ ضمانت شخصی لی جاتی ہے نہ ضمانت مالی لی جاتی ہے۔ اس لئے کہ آپ کو معلوم تھا کہ جو چیز اس کو پہلے لیکر آئی ہے وہی چیز دوبارہ بھی لیکر آئے گی۔ چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا۔ اس کو چین نہ آیا دوڈھائی سال کے بعد پھر وہ دربار رسالت میں اس طرح حاضر ہوئی کہ اس کی گود میں بچہ ہے اور بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا ہے جو اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اب اس بچے کو میرے دودھ کی ضرورت نہیں رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بچہ لیکر ایک صحابی کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ اس کو سنگسار کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "اتصلی علیھا وقد زنت" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو مدینہ والوں پر تقسیم کیا جائے تو ستر آدمیوں کی مغفرت ہو جائے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی توبہ سے سب اہل مدینہ کی مغفرت ہو جائے۔

اب آپ غور کریں کہ اس عورت کو کس نے مجبور کیا تھا، بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے پر، ظاہر ہے کہ اس کے دل میں صرف یہی احساس تھا کہ میرا یہ جرم دنیا میں تو چھپا ہوا رہ سکتا ہے مگر قیامت کے دن ہر حال میں ظاہر ہوگا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بھی اس بات کا احساس پیدا فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تیسرا عنوان

الدنیاسجن المؤمن وجنة الکافر

اس عنوان کے ذیل میں بھی چارتقریریں ہیں جو چارجمعوں پر بیان کی جاسکتی ہیں تاہم ان تقریروں میں ایسا ربط موجود ہے کہ اگر کوئی طویل تقریر کرنا چاہے تو دوتقریریں ملاکر بھی ایک جمعہ پر بیان کی جاسکتی ہیں اور اگر اختصار مقصود ہو تو ایک تقریر کو دوحصوں پر بھی منقسم کیا جاسکتا ہے۔

پہلی تقریر............دنیا کی بے ثباتی وفکر آخرت۔

دوسری تقریر............الدنیا سجن المؤمن کی تشریح۔

تیسری تقریر............دین پر عمل کرنا آسان ہے (قسط اول)۔

چوتھی تقریر............دین پر عمل کرنا آسان ہے (قسط دوم)۔

پہلی تقریر

دنیا کی بے ثباتی اور فکر آخرت۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّـاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا ضِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ
لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ،
رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِيْ عَمَلاً سُبْحَانَكَ لَا
عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ .

میرے واجب الاحترام دوستواور بزرگو ! یہ دنیا جس میں ہم زندگی گذارتے ہیں ،اس کی ہر چیز عارضی ہے یہاں کی راحت اورآرام بھی عارضی ، عیاشی اور یہاں کے مزے بھی عارضی ہیں ، اور یہاں کی تکلیفیں اور مصیبتیں بھی عارضی ،ایک نہ ایک دن اس نے ختم ہوجاناہے ،اس زندگی نے بہرحال گذرجاناہے پھٹے پرانے کپڑے پہن کربھی گذرجائے گی ،جھونپڑیوں میں بسیرا کرنے والوں کی بھی گذرجائے گی ۔اورمحلات اور بنگلوں میں رہنے والوں کی بھی گذرجائے گی ، مرغ پلاؤ کھا کربھی گذرجائے گی اوردال روٹی اور روکھی سوکھی کھا کربھی گذرجائے گی ۔اس زندگی نے گذرجاناہے ،اچھی گذرے یابری گذرے ۔

ایک عجیب واقعہ :

بادشاہ کے محل کے سامنے نانبائی کی دوکان ہے تنور کے کنارے ایک فقیررات کی سردی سے بچنے کے لئے لیٹ گیااورساری رات وہیں گذاردی ، بادشاہ اپنے محل کی کھڑکی سے یہ منظردیکھ رہاتھا صبح ہوئی تو بادشاہ نے فقیرکو اپنے دربار میں

بلایا اور پوچھا تا ذرات کیسے گذری۔ اس فقیر نے جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت میری رات کا کچھ حصہ تو تیری رات کے ایک حصے کے برابر گذرا، اور میری رات کا کچھ حصہ تیری رات کے ایک حصے۔ سے بھی بہتر گذرا۔

بادشاہ فقیر کا یہ جواب سن کر بڑا حیران ہوا اور پوچھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے میں محل میں نرم بستر پر پھولوں کی مہک میں سویا اور خدمت کیلئے ہزاروں خادم موجود تھے۔ اور آپ فرش زمین پر تنور کے کنارے ساری رات سردی سے ٹھٹھرتے رہے۔ اور آپ کی رات میری رات کے برابر اور میری رات سے بہتر کیسے گذری۔

فقیر نے جواب دیا۔ بادشاہ سلامت ہر آدمی سونے کے ارادے سے لیٹتا ہے تو اس پر کچھ وقت ایسا گذرتا ہے کہ اس کو نیند نہیں آتی، آنکھ نہیں لگتی یہ وقت ہم دونوں پر بھی آیا۔ لیٹنے کے تھوڑی دیر بعد آپ کو بھی نیند نہیں آئی اور مجھے بھی نیند نہیں آئی۔ یہ وقت میرا اللہ کی یاد میں گذرا، میں ذکر کرتا رہا اپنے مولیٰ کو یاد کرتا رہا، اور یہ وقت تیرا غفلت میں گذرا، میری رات کا یہ حصہ تیری رات کے اس حصے سے بہتر گذرا پھر جب ہم دونوں کی آنکھ لگ گئی، نیند آگئی آپ بھی سو گئے میں بھی سو گیا۔ یہ حصہ ہم دونوں کی رات کا برابر گذرا، کیونکہ سو جانے کے بعد آدمی کو یہ خبر نہیں ہوتی اور یہ شعور نہیں ہوتا کہ وہ کہاں سو رہا ہے نرم بستر پر سو رہا ہے، یا فرش زمین پر یہ سو رہا ہے۔ اسلئے جب ہم دونوں سو گئے تو نہ مجھے یہ احساس تھا۔ کہ زمین پر سو رہا ہوں اور نہ تجھے یہ احساس تھا کہ تو محل میں نرم گرم بستر پر سو رہا ہے۔ تو یہ حصہ میری رات کا

تیری رات کے اس حصے کے برابر گذر را۔فقیر کے اس جواب سے بادشاہ کی آنکھیں کھل گئیں اور ہماری بھی کھل جانی چاہئے ۔کہ اس زندگی نے بہر حال گذر جانا ہے۔

رات بادشاہ کی بھی گذر جائے گی فقیر کی بھی گذر جائے گی۔

حاکم کی بھی گذر جائے گی محکوم کی بھی گذر جائے گی۔

ظالم کی بھی گذر جائے گی مظلوم کی بھی گذر جائے گی۔

استاد کی بھی گذر جائے گی شاگرد کی بھی گذر جائے گی۔

پیر کی بھی گذر جائے گی مرید کی بھی گذر جائے گی۔

پیغمبر کی بھی گذر جائے گی امتی کی بھی گذر جائے گی۔

جیسی بھی کٹے کٹ جائے گی۔

ذرا اپنے پیچھے نظر دوڑاؤ زمانہ ماضی میں غور کرو۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک غور کرو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک جو چودہ سو سال کا زمانہ گذر چکا ہے۔ اس پر غور کرو اس زمانے میں آپ کو بڑی بڑی شانوں والے نبی نظر آئیں گے۔ بڑی بڑی عظمتوں والے پیغمبر نظر آئیں گے،اولیا نظر آئیں گے،غوث قطب ابدال نظر آئیں گے،تابعی بھی نظر آئیں گے،تبع تابعین نظر آئیں گے۔بڑے بڑے جاہ و جلال والے بڑے بڑے رعب و دبدبے والے بادشاہ اور حکمران نظر آئیں گے۔ بڑے پرشکوہ محلات والے،نہروں والے اور باغات والے بادشاہ اور وزرا نظر آئیں گے۔غور کریں زندگی ان کی بھی گذر گئی،اور ہماری بھی انہی کی طرح گذر جائے گی۔

اسلئے کہ اس زندگی نے بہر حال گذر جانا ہے۔ لیکن کیا تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی شروع ہونے والی ہے جس نے کبھی ختم نہیں ہونا ہے جہاں کی ہر چیز دائمی اور ہمیشہ رہنے والی، جہاں کی راحت بھی دائمی، جہاں کی عزت بھی دائمی، جہاں کی تکلیف بھی دائمی، اور مصیبت بھی دائمی، ذلت بھی دائمی، ہر چیز وہاں کی دائمی، وہ زندگی اتنی طویل ہے کہ اس کی طوالت کا مقابلہ اگر اس دنیا والی زندگی کے ساٹھ، ستر سالوں سے کریں تو اس کے مقابلے میں ایک منٹ اور ایک لمحے کی حیثیت نہیں رکھتی۔

موت کے بعد تین دور:

مرنے والے پر تین دور اور تین زمانے آتے ہیں۔ سب سے پہلا دور عالم برزخ کا، دوسرا دور عالم حشر کا، تیسرا دور عالم جنت یا عالم جہنم کا، ان تین دوروں میں سے ہر دور اتنا طویل اور اتنا لمبا ہے کہ اس ایک دور کے سامنے دنیا کے ساٹھ ستر سال ایک لمحے کی حیثیت نہیں رکھتے۔ پھر جب ان تین دوروں کی طوالت کو ملا دیا جائے تو پھر دنیا والی زندگی اس کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہے۔

عالم برزخ کی طوالت:

سب سے پہلا دور عالم برزخ کا ہے یہ موت کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ اور قیامت کے قائم ہونے تک رہے گا۔ یہ اتنا طویل ہے کہ اس کی طوالت کے سامنے دنیا کی زندگی ایک لمحے کی حیثیت نہیں رکھتی آپ غور کریں ایک آدمی کا انتقال

حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں ہوا وہ ابھی تک عالم برزخ میں چل رہا ہے۔ درمیان میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اپنے اپنے وقت میں آئے اور اپنا اپنا وقت گذار کر دنیا سے تشریف لے گئے جن میں حضرت نوح علیہ السلام بھی ہیں جو تقریباً ایک ہزار سال تک دنیا میں رہے۔

اس پورے زمانے میں وہ آدمی ابھی تک عالم برزخ میں چل رہا ہے۔ آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تریسٹھ سال دنیا میں رہے۔ پھر آپ تشریف لے گئے اور آپ کو دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے چودہ سو سال گذر چکے ہیں۔ اور پتہ نہیں کتنی صدیاں ابھی اور گذریں گی۔ ابھی تک وہ آدمی جس کا انتقال حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں ہوا تھا۔ وہ ابھی تک عالم برزخ میں چل رہا ہے۔ اب آپ اتنے طویل دور کا مقابلہ کریں دنیا کے ساٹھ ستر سالوں کے ساتھ جو ہیں بھی غیر یقینی تو یہ اس کے مقابلے میں ایک منٹ کی حیثیت نہیں رکھتے۔

عالم حشر کی طوالت:

دوسرا میدان حشر کا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ساری کائنات کو دوبارہ زندہ فرمائیں گے۔ تو مرنے والے پر یہ دوسرا دور شروع ہو جائے گا۔ حساب کتاب ہونے تک یہ دوسرا دور چلتا رہے گا۔ اس دور کی طوالت کو خود قرآن کریم نے بیان فرمایا:

"فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ"

اس دورِ ثانی کا ایک دن پچاس ہزار سال کا ہوگا پتہ نہیں کہ کتنے ہی ایسے دن انسان پر گذریں گے، مگر گھبرانے کی بات نہیں مومن کیلئے وہ بڑا مختصر ہوگا جس کی تفسیر ایک حدیث میں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کیلئے وہ دن اتنا مختصر ہوگا جتنا ظہر اور عصر کے درمیان والا وقت ہوتا ہے۔

اب آپ دنیا والے ساٹھ ستر غیر یقینی سالوں کا مقابلہ اس دورِ ثانی کی طوالت سے کریں تو اس کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

دورِ ثالث کی طوالت:

مرنے والے پر تیسرا دور عالم جنت یا عالم جہنم کا ہوتا ہے، جو کہ حساب وکتاب شروع ہو جانے کے بعد شروع ہوگا، جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے، یہ دور اتنا طویل ہوگا کہ اس کی ابتدا تو ہوگی مگر انتہا نہیں ہو گی، پہلے دو دور بڑے طویل تھے مگر ایک نہ ایک دن ختم ہو گئے، مگر یہ دورِ ثالث ختم ہونے کا نام نہیں لے گا اس کی طوالت غیر محدود ہوگی۔

مسلم شریف میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، اور جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا، پھر جنت والوں کو خطاب کر کے کہا جائے گا۔

"یَا أَهْلَ الْجَنَّةِ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا"

اے جنت والوں کیا تم اس کو پہچانتے ہو۔

" فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ "

تو جنتی سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے۔

"وَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ "

اور کہیں گے ہاں ہم اس کو پہچانتے ہیں یہ موت ہے، پھر جہنمیوں کو آواز دی جائے گی۔

"وَيُقَالُ يَااَهْلَ النَّارِ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا "

اے جہنمیوں کیا تم اس کو پہچانتے ہو۔

" فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ "

جہنمی بھی اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھیں گے اور کہیں گے ہاں ہم اس کو پہچانتے ہیں یہ موت ہے "فَيُؤْمَرُبِهٖ وَيُذْبَحُ " پھر اس کو ذبح کر دیا جائیگا سب کے سامنے۔

" ثُمَّ يُقَالُ يَااَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ لَامَوْتَ وَيَااَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلَامَوْتَ "

اے جنت والو تم نے بھی ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں آئے گی اور جہنم والو تم نے بھی ہمیشہ رہنا ہے اب موت نہیں آئے گی۔

بعض روایات میں آتا ہے۔

"فَيَزْدَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرْحًا اِلٰى فَرْحِهِمْ وَيَزْدَادُ اَهْلُ النَّارِ حُزْنًا اِلٰى حُزْنِهِمْ"

یہ اعلان سن کر اور یہ منظر دیکھ کر جنتیوں کی خوشیاں دوبالا ہو جائیں گی اور ان میں اضافہ ہو جائے گا، اور یہ اعلان سن کر اور منظر دیکھ کر جہنمیوں کے غم میں اور بھی اضافہ ہو جائے گا، بہرحال یہ آخری دور مرنے والوں کا اتنا طویل ہوگا کہ اس کی طوالت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

ایک عجیب مثال:

اس کی طوالت کو سمجھانے کے لئے بزرگوں نے ایک مثال دی ہے، کہ آپ فرض کریں کہ ایک بہت بڑا ہال ہے جو مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے، اس پورے ہال کو گندم کے دانوں سے بھر دیا جاتا ہے، ایک ہزار سال بعد ایک چڑیا آجاتی ہے، اور ایک دانہ اپنی چونچ میں لے کر اُڑ جاتی ہے، اور کہیں دوسری جگہ ڈال کر آجاتی ہے، پھر ایک ہزار سال کے بعد آتی ہے اور ایک دانہ لے کر اُڑ جاتی ہے، اسی طرح ایک ایک ہزار سال بعد آتی ہے اور ایک ایک دانہ اُڑا کر لے جاتی ہے، تو ایک دن ایسا آئے گا کہ اتنا بڑا ہال گندم کے دانوں سے خالی ہو جائے گا۔

آپ سوچیں کہ کتنا وقت لگے گا اس ہال کے خالی ہونے کو، مگر ختم تو ہو جائے گا، لیکن یہ دور ثالث تو اتنا طویل ہوگا، کہ اس نے کبھی ختم نہیں ہونا، اب ان تینوں دوروں کو ملا کر سوچو کہ ان کی طوالت کے سامنے دنیا کی مختصر سی زندگی کیا

حیثیت رکھتی ہے خود مجرم جب آخرت کی زندگی کی طوالت کو دیکھیں گے تو انہیں دنیا کی زندگی مختصر معلوم ہوگی، دنیا میں گذرے ہوئے ساٹھ ستر سال انہیں ایک دن یا نصف دن معلوم ہونگے، قرآن کریم نے فرمایا کہ جب مجرموں سے یہ سوال ہوگا۔

" كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ "

تم زمین میں کتنے سال رہے ہوتو وہ جواب دیں گے۔

" قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْماً اَوْبَعْضَ يَوْمٍ فَاسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ "

ہم ایک دن یا نصف دن رہے گنتی والوں سے پوچھ لو۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ دنیا کی ہر چیز عارضی ہے اور آخرت کی ہر چیز دائمی ہے مگر ہمارا یہ حال ہے کہ ہم نے دنیا کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے، دنیا کا نقصان ہمیں نقصان معلوم ہوتا ہے، مگر آخرت کے نقصان عظیم کی ہمیں پرواہ نہیں ہوتی، دنیا کا معمولی سے معمولی نفع بھی ہمیں نفع معلوم ہوتا ہے، مگر آخرت کا ایک بہت بڑا نفع ہماری نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اس بات کی اللہ پاک نے اس آیت میں شکایت فرمائی ہے جو خطبہ میں میں نے آپ کے سامنے پڑھی تھی۔

" بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى "

تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور حالانکہ آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے بہر حال دنیا کی اس مختصر سے زندگی کو ایسے گذارنا ہے کہ آخرت کی ہمیشہ والی زندگی بن جائے۔(اس کیلئے آئندہ جمعہ عرض کروں گا)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین .

دوسری تقریر

الدنیا سجن المؤمن کی تشریح۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهٖ
وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ
اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ
لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا
نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ
وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا
وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَحَبِيْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ۔ اَمَّا بَعْدُ :

فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :
اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ اَوْ كَمَا قَالَ
علیہ الصلاۃ والسلام ، رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ

وَيَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِیْ عَمَلاً سُبْحَانَکَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ .

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! گذشتہ جمعہ کو یہ مضمون بیان کیا تھا کہ اس دنیا کی ہر چیز عارضی ہے اور آخرت کی ہر چیز دائمی ہے، یہاں کی عزت اور یہاں کی ذلت، یہاں کی راحت اور یہاں کا آرام اور یہاں کی تکلیف ہر چیز عارضی ہے اور آخرت کی عزت اور ذلت آخرت کی راحت اور آرام اور آخرت کی مصیبت اور تکلیف دائمی ہے اور غیر محدود ہے، اس پر بڑی تفصیل سے بات ہو چکی ہے، اب یہ عرض کرنا ہے کہ اس دنیا کو کیسے گذارا جائے کہ ہماری آخرت والی زندگی کامیاب ہو جائے، اور ہمیں ہمیشہ کی عزت حاصل ہو اور ہمیشہ کی ذلت سے محفوظ ہو جائیں، اور وہاں ہمیشہ کا آرام حاصل ہو جائے اور ہمیشہ کی تکلیف سے نجات مل جائے۔

اس دنیا کی زندگی کو گذارنے کا طریقہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مختصر سے ارشاد میں بیان فرمایا۔

" اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ "

یہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سمجھنے کیلئے ایک بات ذہن میں رکھئے اور اس کو سمجھئے کہ قید خانہ کی بڑی بڑی دو خصوصیتیں ہوتی ہیں، جن لوگوں کو قید خانہ میں جانے کا اور وہاں وقت گذارنے کا موقع ملا ہے وہ بتاتے ہیں کہ قید خانہ کی بڑی بڑی دو خصوصیتیں ہوتی ہیں۔

پہلی خصوصیت:

قید خانہ کی پہلی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہاں قیدی کا کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں ہوتا، بلکہ اس کا ہر کام قید خانہ والوں کی مرضی کے تابع ہوتا ہے، قید خانہ میں جانے کے بعد قیدی کا کوئی کام بھی اپنی مرضی سے نہیں ہو سکتا۔

اس کا کھانا اپنی مرضی کا نہیں۔
اس کا لباس اپنی مرضی کا نہیں۔
جو کھلا دیں وہ کھانا پڑتا ہے۔
جو پہنا دیں وہ پہنا پڑتا ہے۔
جب سلاتے ہیں سونا پڑتا ہے۔
جب جگاتے ہیں جاگنا پڑتا ہے۔
گھر کا کھانا بند کر دیا جاتا ہے۔
جیل کا کھانا اس کو کھانا پڑتا ہے۔
لباس اتار کر اس کو مجرموں کا لباس پہننا پڑتا ہے۔

غرض آپ جتنا بھی سوچیں گے یہ بات آپ پر کھلتی جائے گی کہ جیل میں قیدی کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کرسکتا، اس کی اپنی مرضی ختم ہو جاتی ہے یا اس کو ختم کرنا پڑتی ہے۔

دوسری خصوصیت:

میرے دوستو قید خانہ کی دوسری خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ کوئی قیدی قید خانہ کی در و دیوار سے دل نہیں لگا تا چاہے کسی قیدی کو عمر بھر قید کی سزا کیوں نہ دی جائے، اور لمبا عرصہ تک اس کو جیل میں کیوں نہ رہنا پڑے، مگر اس کا دل پھر بھی جیل کے در و دیوار سے نہیں لگتا چاہے کسی کو پھانسی کی سزا ہو جائے، اور اسے یقین ہو کہ جیل کے در و دیوار سے زندہ نہیں جاسکتا، بلکہ اب میری میت ہی جائے گی، مگر پھر بھی اس کا دل جیل کے در و دیوار سے نہیں لگتا، بلکہ وہ بے چین بے قرار اور مضطرب رہتا ہے کہ کب میری رہائی کا پروانہ آئے گا، اور میں جا کر اپنے گھر والوں سے، اپنے اہل وعیال سے بیوی بچوں سے دوست و احباب سے ملوں گا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ قید خانہ کی دو خصوصیتیں ہیں (۱) قید خانہ میں قیدی کا کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں ہوسکتا۔ (۲) دوسری خصوصیت یہ ہے کہ کوئی قیدی قید خانہ کی در و دیوار سے دل نہیں لگا تا۔

اس کے مقابلے میں میرے دوستو ! جنت کی بھی بڑی بڑی دو (۲) خصوصیتیں ہونگی، اللہ پاک ہم سب کو جنت میں لے جائے وہاں جانے کے بعد

معلوم ہوگا کہ جنت کی بھی دو بڑی بڑی خصوصیتیں ہیں۔

پہلی خصوصیت:

جنت کی پہلی خصوصیت یہ ہوگی کہ جنت میں جانے کے بعد جنتی کا ہر کام اپنی مرضی سے ہوگا، اس کا کوئی کام کسی دوسرے کی مرضی کے تابع نہ ہوگا جو دل میں آئے گا وہ کام کرے گا، قرآن کریم میں اللہ پاک نے فرمایا۔

"وَلَكُمْ فِيهَا مَاتَشْتَهِيهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ"

جو چاہے گا کھائے گا اور جو چاہے گا پیئے گا، جو چاہے گا پہنے گا، جب چاہے گا سوئے گا، جب چاہے گا بیدار ہو جائے گا، اس کے کھانے پر اس کے پہنے پر اس کے لباس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہوگی، نہ نماز کی پابندی ہوگی، نہ روزہ کی پابندی ہوگی، نہ حج کرنے کی پابندی ہوگی، نہ زکوٰۃ دینے کی پابندی ہوگی، تو جنت کی پہلی خصوصیت یہ ہوگی کہ جنتی کا ہر کام اپنی مرضی سے ہوگا۔

دوسری خصوصیت:

جنت کی دوسری خصوصیت یہ ہوگی کہ جنت میں جانے کے بعد ہر جنتی کا دل جنت کے در و دیوار سے ایسا لگ جائے گا کہ کوئی جنتی کبھی بھی یہ خواہش نہیں کرے گا کہ مجھے دنیا میں دوبارہ واپس بھیج دیا جائے، جہنم میں جانے کے بعد تو ہر جہنمی یہ خواہش کرے گا کہ مجھے دنیا میں دوبارہ واپس بھیج دیا جائے، تاکہ میں نیک عمل کر سکوں اور جہنم سے نجات حاصل کر سکوں۔

جہنمیوں کی خواہش اور آرزو:

قرآن کریم میں اللہ پاک نے جہنمیوں کی خواہش ذکر فرمائی ہے۔

"وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ"

کہ جہنمی جہنم میں شور مچائیں گے، فریاد کریں گے کہ اے اللہ ہمیں جہنم سے نکال کر دنیا میں دوبارہ بھیج، اب ہم وہاں جا کر نیک عمل کریں گے، اللہ پاک جواب میں فرمائیں گے۔

"اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ"

کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر سکتا تھا۔

بہر حال، جہنمیوں کی خواہش تو نقل فرمائی گئی ہے، لیکن جنتی کبھی یہ خواہش نہیں کریں گے کہ ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے جنتیوں میں صرف شہدا کے متعلق آتا ہے کہ وہ یہ خواہش کریں گے کہ اے اللہ ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج تاکہ ہم دوبارہ تیرے راستے میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کریں، اور مقام شہادت دوبارہ حاصل کریں، اور ان کی خواہش ہی بتا رہی ہے کہ وہ دنیا میں اسلئے نہیں آنا چاہیں گے کہ ان کا دل جنت میں تنگ ہوگا، اور ان کا دل جنت کے در و دیوار سے نہیں لگے گا، بلکہ جنت میں ان کا بھی دل لگ جائے گا، صرف شہادت کا مزہ دوبارہ حاصل کرنے

کے لئے دنیا میں آنے کی خواہش کریں گے ، اور شہادت کا مزہ ایسا ہے کہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار شہید ہونے کی تمنا فرمائی اور فرمایا۔

اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میں قتل کیا جاؤں اللہ کے راستے میں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، بات لمبی ہوگئی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ قید خانہ کی دو خصوصیتوں کے بالکل برعکس جنت کی بھی دو خصوصیتیں ہونگی، ایک یہ کہ جنت میں جانے کے بعد ہر جنتی کا ہر کام اپنی مرضی سے ہوگا، وہاں پر کسی قسم کی پابندی نہ ہوگی۔

دوسری خصوصیت یہ ہوگی کہ ہر جنتی کا دل جنت میں ایسا لگ جائے گا کہ کبھی نکلنے کی تمنا پیدا نہ ہوگی، اور یہ اوپر والی بات سمجھنے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مختصر سے ارشاد کا مطلب آپ کو سمجھ میں آ جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بات یہ بیان فرمائی۔

"اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ"

کہ یہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے، یعنی جس طرح قید خانے میں جانے کے بعد قیدی کا کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں ہوتا بلکہ ہر کام جیل والوں کی مرضی کے تابع ہوتا ہے، اسی طرح وہ آدمی جس نے کلمہ پڑھا ہے، اپنے گلے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق ڈال لیا، ایمان کا دعویٰ کر لیا، اس دنیا میں اس مومن کا کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں ہو سکتا بلکہ ہر کام اللہ اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے تابع ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے فرمان کے تابع ہوگا۔

اس کا کھانا، اس کا پینا۔ اس کا پہننا، اس کی شکل وصورت۔
اس کا چلنا پھرنا، سونا جاگنا۔ اس کا ہنسنا، رونا۔
اس کی شادی، اس کی غمی۔ اس کا کردار، اس کی گفتار اس کی رفتار۔
اس کا چھوٹے سے، چھوٹا کام۔ اور اس کا بڑے سے، بڑا کام۔

کوئی بھی ہوا پنی مرضی سے نہیں ہوسکتا، بلکہ ہر کام کو کرنے سے قبل اس کو یہ دیکھنا پڑے گا، کہ اس کام کے کرنے سے اللہ اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہیں ناراض تو نہیں ہوتے، ہر قدم اٹھانے سے پہلے اس کو سوچنا پڑے گا، کہ اس قدم کے اٹھانے سے اللہ اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ناراض تو نہیں ہونگے، اس کو ہر وہ کام کرنا پڑے گا جس کا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہوا اور اس کو ہر وہ کام چھوڑنا پڑے گا جس کے کرنے سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہو۔

یہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے، کوئی بھی کام کرنے سے پہلے وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ میرا دل کیا کہتا ہے، میری برادری کیا کہتی ہے، میرے والدین کیا کہتے ہیں، میرے دوست واحباب کیا کہتے ہیں، میرے محلے والے میرے ملک والے کیا کہتے ہیں، میرا ماحول کیا کہتا ہے، بلکہ وہ تو یہ دیکھے گا کہ اس کام کے بارے میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے۔

تو آپ نے فرمایا دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے یعنی مومن کا کوئی کام اس میں اپنی مرضی سے نہیں ہوسکتا، بلکہ ہر کام اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

مرضی کے مطابق ہوگا، اسی طرح دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے کہ جیسے قیدی جیل کے درودیوار سے دل نہیں لگاتا، اسی طرح مومن بھی دنیا کی درودیوار سے دل نہیں لگاتا، بلکہ تڑپتا رہتا ہے بے قرار اور بے چین رہتا ہے کہ کب میری موت آئے گی کب میری رہائی کا پروانہ آئے گا، کب ملک الموت آئیں گے اور میری روح قفس عنصری سے پرواز کر کے اللہ کے دربار میں حاضر ہوگی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے ہوگی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

مؤمن کا وہ حال ہوتا ہے جو حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا تھا، کہ موت کا وقت ہے اور بیوی رو رہی ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہنس رہے ہیں اور فرما رہے ہیں، واہ کتنے مزے کی بات ہے:

"غَداً نَلقٰی مُحَمَّداً وَأَصحَابَهُ"

واہ واہ کل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ سے ملاقات ہوگی۔

بہر حال آپ کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے یعنی قیدی کی طرح مؤمن کا کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں ہوسکتا، اور قیدی کی طرح مؤمن بھی دنیا کے درودیوار سے دل نہیں لگا سکتا۔

دوسرا جملہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا دوسرا جملہ یہ ہے:" وجنة الکافر "

یہ دنیا کافر کے لئے جنت ہے۔

یعنی جس طرح جنت میں جانے کے بعد جنتی کا ہر کام اپنی مرضی سے ہوگا اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہوگی، اسی طرح یہ دنیا کافر کے لئے جنت ہے کہ اس دنیا میں کافر کا ہر کام اپنی مرضی سے ہوتا ہے، اس پر کوئی پابندی نہیں، جب تک اس نے کلمہ نہیں پڑھا، ایمان نہیں لایا، اسلام کا اقرار نہیں کیا، اس وقت تک وہ کافر آزاد ہے، نہ اس پر نماز کی پابندی، نہ روزہ کی، نہ حج کی، نہ زکوٰۃ کی، نہ کھانے کی، نہ پینے کی، نہ لباس کی، نہ رہنے سہنے کی، نہ شادی غمی کی، جو اس کے دل میں آئے وہ کرے۔

اپنی مرضی سے کھائے۔

اپنی مرضی سے پئے۔

اپنی مرضی کا لباس پہنے۔

اپنی مرضی کی شکل وصورت بنائے۔

قیامت کے دن کسی کافر سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ:

میاں تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی تھی؟

روزہ کیوں نہیں رکھا تھا؟

یہ کھانا کیوں کھایا تھا؟

شراب کیوں پی تھی؟

زکوٰۃ کیوں نہیں دی تھی؟

زنا کیوں کیا تھا؟

یہ سوال نہیں ہوگا ہاں یہ سوال ضرور ہوگا کہ میاں تم ایمان کیوں نہیں لائے تھے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ دنیا کافر کی جنت ہے، جس طرح جنت میں جانے کے بعد جنتی کا دل جنت سے اس طرح لگ جائے گا، کہ کبھی نکلنے کو جی نہیں چاہے گا، فرمایا کافر کا دل دنیا کے در و دیوار سے لگ جاتا ہے، اس کا دل دنیا چھوڑنا بالکل پسند نہیں کرتا، اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے وہ دنیا ہی ہے، بس اس جہاں کے بعد کوئی اور جہاں نہیں، جب ہم مر جائیں گے تو خاک ہو جائیں گے، دوبارہ ہمیں زندہ نہیں کیا جائے گا، بس یہ دنیا کی زندگی ہے جتنے مزے کر سکتے ہو کرو، اور وہ یہ تمنا کرتا ہے کہ یہ زندگی کبھی بھی ختم نہ ہو، ہم یوں ہی عیاشیاں کرتے رہیں۔

قرآن کریم نے کفار کے متعلق فرمایا۔

"يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ"

ہر ایک کافر یہ چاہتا ہے کہ کاش اس کی عمر ایک ہزار سال ہو۔

بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دوسرے جملے کا مطلب یہ ہے، کہ دنیا کافر کے لئے جنت ہے یعنی جنتی کی طرح دنیا میں ہر کام اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ اور جنتی کی طرح ہر کافر اپنا دل دنیا کے در و دیوار سے اس طرح لگاتا ہے کہ دنیا چھوڑ نے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

بات بڑی لمبی ہوگئی، میرے دوستو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایک آئینہ ہے، جس میں ہر شخص اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی کا نظارہ کر سکتا ہے کہ وہ ایک

کافر کی طرح زندگی گذار رہا ہے، یا ایک مؤمن کی طرح اس کی زندگی گذر رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن اور کافر کی زندگی کا بنیادی اور اہم فرق بیان فرمایا ہے، اب ہم!

ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کو،

محبت کا نعرہ لگانے والوں کو،

اپنے آپ کو عاشق رسول کہنے والوں کو،

اپنے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہئے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤمن کی زندگی کا کیا معیار بیان فرما رہے ہیں۔ اور ہمارا کیا حال ہے، ہمیں سوچنا چاہئے، ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہم نے دنیا کو اپنے لئے قید خانہ بنایا ہوا ہے یا جنت بنایا ہوا ہے۔

میرے دوستو میں سچ عرض کروں گا تو آپ کو غصہ آئے گا، کہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہماری پوری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے برعکس گذر رہی ہے، آپ نے تو فرمایا تھا کہ مؤمن کا کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں ہوگا، بلکہ ہر کام اللہ اور اللہ کے رسول کی مرضی کے مطابق ہوگا، مگر میرے دوستو ہمارا ہر کام اپنی مرضی سے ہو رہا ہے، اور ہمارا کوئی کام بھی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق نہیں۔

ہمارا کھانا پینا، سونا جاگنا، شادی غمی، ہمارا لباس، ہماری شکل وصورت، ہماری وضع قطع، ہر کام اپنی مرضی سے ہو رہا ہے، کسی بھی کام کے کرنے سے پہلے ہم

نے کبھی یہ نہیں سوچا، کہ اس کام کے کرنے سے اللہ اور اللہ کے پیغمبر راضی ہونگے یا ناراض ہونگے، بلکہ ہر کام کرنے سے پہلے ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہمارا دل کیا چاہتا ہے، ہمارے والدین کیا چاہتے ہیں، ہماری اولاد کیا چاہتی ہے، ہماری بیوی کیا چاہتی ہے، ہماری برادری کیا چاہتی ہے، معاشرہ کیا چاہتا ہے، محلے والے کیا چاہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہماری چوبیس گھنٹے کے زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بالکل برعکس گذر رہی ہے، اور کافرانہ زندگی کے نمونے پیش کر رہی ہے۔

ہمارے دین کے کام بھی اپنی مرضی کے:

افسوس اور صد افسوس اس بات پر کہ ہم جن کاموں کو دنیا کے کام سمجھتے ہیں، ان کاموں کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق بنانا تو بڑے دور کی بات ہے، وہ کام جن کو ہم دین کا کام سمجھتے ہیں، اور جن کاموں کو ہم اللہ کیلئے کرتے ہیں ان کاموں میں بھی اپنی مرضی چلاتے ہیں، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کو نہیں دیکھتے۔

ہم نماز اللہ کے لئے پڑھتے ہیں مگر ہمارا وضو اور ہماری نماز سنت کے مطابق نہیں ہوتی ہے، جیسے ہمارے دل میں آتا ہے ویسی پڑھ کر جان چھڑاتے ہیں، وضو سنت کے مطابق نہیں کرتے، اور نماز میں خشوع خضوع کے حصول کی کوشش کرنا تو بڑے دور کی بات ہے ظاہری ارکان بھی صحیح طریقے سے ادا کرنے کی کوشش نہیں کرتے، ہمارا قیام ہمارا رکوع اور سجدہ سنت کے مطابق نہیں ہوتا۔

ہم روزہ اللہ کے لئے رکھتے ہیں مگر وہ اپنی مرضی کے مطابق پورا کرتے ہیں کھانا پینا تو چھوڑ دیتے ہیں مگر گناہوں کو نہیں چھوڑتے روزے کی حالت میں بھی اللہ کی، نافرمانیوں میں مبتلا رہتے ہیں حالانکہ سرکاردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں۔

"مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ
حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ"

جو آدمی گناہ کی بات نہیں چھوڑ سکتا، اللہ کو اس کا کھانا اور پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

میرے دوستو ہم حج کرتے ہیں مگر اس میں اپنی مرضی چلاتے ہیں کتنے ہی حاجی ایسے ہیں جو جاتے وقت بھی ہار پہن لیتے ہیں، اور آتے وقت ان کا بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا جاتا ہے، ہار پہنائے جاتے ہیں ان کے استقبال کے لئے بڑی بڑی دعوتوں کا پروگرام بنایا جاتا ہے، جس کو میں مذاقاً "ولیمۃ الحج" کہا کرتا ہوں، الحاج کے لقب دیئے جاتے ہیں، مگر اکثر ان میں ایسے ہوتے ہیں، جو حج کے ارکان چھوڑ کر آئے ہوتے ہیں، جن کا حج سرے سے ہوتا ہی نہیں، اور کتنے ہی ایسے ہوتے ہیں جن پر گڑبڑ کی وجہ سے دم واجب ہو چکا ہوتا ہے مگر ان کو خبر ہی نہیں ہوتی، اور کتنے ہی ایسے ہوتے ہیں، جو حرام مال سے حج کرتے ہیں، سود و رشوت کی رقم سے حج کرتے ہیں بہنوں کی وراثت کے حصے کو دبا کر حج کرتے ہیں۔

میرے دوستو حج اللہ کے لئے کرتے ہیں، مگر اس میں مرضی اپنی چلاتے

ہیں میرے دوستو خلاصہ یہ ہوا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ مومن کا ہر کام اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہوگا، مگر ہمارا کوئی کام بھی اللہ اور اللہ کے رسول کی مرضی کے مطابق نہیں بلکہ ہر کام ہم اپنی مرضی سے کرتے ہیں ہمارا حال تو یہ ہے۔

ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

اب آپ خود سوچ لیں کہ ہم اپنے دعویٰ ایمان میں کس حد تک سچے ہیں دعا فرمائیں کہ اللہ پاک ہمیں صحیح مومن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تیسری تقریر

دین پر عمل کرنا آسان ہے (قسط اول)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ
یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا
مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ
لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا
وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ
وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهُ رَبِّي اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِيْ عَمَلاً سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ .

سابقہ مضمون سے ربط:

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! گذشتہ جمعہ پر یہ مضمون بیان ہوا تھا کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے، میری اس تقریر پر لوگوں کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے، کہ دنیا کو قید خانہ بنا کر زندگی گذارنا بڑا مشکل ہے، اور ویسے عمومی طور پر بھی لوگوں کے دلوں میں یہ اشکال بیٹھا ہوا ہے، کہ ہمارے اس بگڑے ہوئے معاشرے میں دین پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے، ہمارا معاشرہ اتنا خراب ہو چکا ہے کہ ہر طرف فحاشی اور عریانی کا بازار گرم ہے، ٹی وی، وی سی آر اور سینما ہالوں نے اور زیادہ اس محفل کو رونق بخشی ہے، سود اور رشوت کی لعنت پورے معاشرے کو لپیٹ میں لے چکی ہے، انعامی بانڈز کی شکل میں جوا اور قمار پورے معاشرہ پر چھا چکا ہے۔

غرض ہمارا معاشرہ بگاڑ ہی بگاڑ کا منظر پیش کر رہا ہے، ہر طرف گناہوں کی

طرف بلانے والے دواعی اور اسباب نظر آتے ہیں، تو اس معاشرے میں انسان کما حقہ، دین پر عمل کیسے کرے، ان حالات میں دین پر عمل کرنا ناممکن ہے، یہ ہے وہ سوال اور اشکال جس نے ہر آدمی کو مایوسی میں مبتلا کر رکھا ہے، آج اس اشکال کے بارے میں مختصر سا عرض کرنا ہے، ایک اشکال کا تحقیقی جواب ہے اور ایک اس اشکال کا عملی جواب ہے۔

تحقیقی جواب:

اس اشکال کا تحقیقی جواب تو یہ ہے، کہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ "علیم بذات الصدور" ہے اور اللہ پاک "علام الغیوب" ہے، آج سے چودہ سو سال قبل جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دین اسلام دے کر بھیج رہے تھے، اس وقت یہ بات ضرور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوگی کہ جس دین کو میں بھیج رہا ہوں چودہ سو سال بعد یہ دین ناقابل عمل ہو جائے گا، چودہ سو سال بعد ایسا معاشرہ وجود میں آئے گا جس میں ہر طرف بے دینی کا سیلاب ہوگا، اس معاشرہ میں رہتے ہوئے میرے بندے کیلئے اس دین پر عمل کرنا ناممکن ہو جائے گا، جب اللہ پاک کو یقیناً یہ معلوم تھا، تو اللہ پاک نے یہ اعلان کیوں کیا کہ یہ دین قیامت تک رہنے والے لوگوں کے لئے بھیج رہا ہوں، جو بھی انسان قیامت تک دنیا میں آئے گا، اس کی کامیابی اس دین کے اوپر عمل کرنے میں ہوگی، اس اعلان کے ساتھ اللہ پاک نے بار بار قرآن میں یہ اعلان بھی فرمایا۔

" لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إلَّا وُسْعَهَا "

اللہ پاک کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتے اور فرمایا۔

" يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ "

اللہ پاک تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ فرماتے ہیں، تنگی کا معاملہ نہیں فرماتے، اور فرمایا۔

" وَمَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ "

اللہ پاک نے تمہارے اوپر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ اعلان فرمارہے ہیں "الدین یسر" دین بڑا آسان ہے۔

اللہ اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات یقیناً برحق ہیں، پہاڑ اپنی جگہ سے مل سکتے ہیں، مگر ان ارشادات کی حقانیت میں فرق نہیں آسکتا یہ دین جس طرح آج سے چودہ سو سال قبل قابل عمل تھا، اور اس پر عمل کرنا آسان تھا، آج چودہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی اسی طرح قابل عمل ہے اور اس پر عمل کرنا آسان ہے اس لئے کہ یہ دین فطرت ہے اور فطرت کے مطابق کوئی کام کرنا مشکل نہیں ہوتا، اللہ پاک کے ان اعلانات کے باوجود یہ دین جو ہمیں مشکل نظر آرہا ہے، اس پر عمل کرنا ناممکن نظر آرہا ہے، وہ سب شیطان اور نفس کا دھوکہ ہے، اور اصل وجہ یہ ہے کہ نفس اور شیطان نے اور اس ماحول کے بیرونی اثرات نے ہماری فطرت کو مسخ کر دیا ہے، جس کی وجہ سے دین پر عمل کرنا مشکل نظر آتا ہے، تو تنگی

دین میں نہیں تنگی ہمارے معاشرہ اور ماحول میں ہے۔

ایک حبشی کا واقعہ:

ایک حبشی جا رہا تھا، راستے میں اس کو آئینہ پڑا ہوا ملا، اٹھا کر جب دیکھا تو اس میں اپنی سیاہ صورت نظر آئی موٹے موٹے ہونٹ اور چپکی ہوئی ناک، یہ دیکھ کر اس نے آئینے کو پھینک دیا، اور کہنے لگا اتنا بدصورت تھا تبھی تو تمہیں کوئی پھینک کر چلا گیا ہے، حالانکہ بدصورتی آئینے میں نہیں تھی، بدصورتی تو حبشی کی اپنی شکل میں تھی جو حبشی کو آئینے میں نظر آ رہی تھی۔

تو جیسے حبشی کو اپنی شکل کی بدصورتی آئینے میں نظر آئی بالکل ہمارا حال بھی یہی ہے، کہ تنگی ہمارے ماحول میں ہے، اور ہمارے معاشرے میں ہے، تو ہمیں وہ تنگی دین میں نظر آتی ہے حقیقت یہ ہے کہ دین میں کوئی تنگی نہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی بیان کردہ ایک عجیب مثال:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی ایک مثال بیان فرمائی ہے، کہ ایک مریض حکیم کے پاس گیا، نبض دیکھنے کے بعد حکیم نے اس کے لئے نسخہ تجویز کیا، اس کے بعد اس نے پرہیز پوچھی تو حکیم نے دو چار چیزیں بادی والی بتا دیں کہ یہ نہ کھانا باقی سب کچھ کھا سکتا ہے، مثلاً حکیم نے کہا، آلو، گوبھی، موٹا گوشت نہ کھانا باقی سب کچھ کھا سکتا ہے اب دوا لے کر یہ مریض واپس آیا، دوا استعمال کرنی شروع کی، اب کھانے کا سامان لینے کے لئے جب بازار گیا تو ہر طرف وہی چیزیں نظر آ رہی تھیں

جن کے کھانے سے حکیم نے منع کر دیا تھا، ہر طرف آلو گوبھی کے ڈھیر ہیں، اور بڑے گوشت کی بڑی بڑی رانیں نظر آ رہی ہیں، تلاش بسیار کے بعد بھی جب اس مریض کو ان چیزوں کے سوا کچھ نہ ملا تو تنگ آ کر کہنے لگا کہ حکیم کے علاج میں تو بڑی دقت اور بڑی تنگی ہے، کہ حکیم کے علاج کرانے کی صورت میں تو آدمی بھوکا مر جائے گا کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں۔

تو میرے دوستو حقیقت میں تنگی اس مریض کی بستی میں تھی کہ جس بستی میں دو تین چیزوں کے سوا کچھ ملتا ہی نہیں تھا، مگر اس کو تنگی حکیم کے علاج میں نظر آ رہی تھی، حکیم کے علاج اور نسخے میں تنگی تو تب ہوتی جب حکیم نے اس کو ایک دو چیزیں کھانے کے لئے بتائی ہوتیں، اور باقی سب چیزوں پر پابندی لگادی ہوتی کہ یہ نہیں کھا سکتا تب ہم کہتے کہ حکیم کے علاج میں تنگی ہے، حالانکہ حکیم نے تو صرف تین چیزیں منع کیں اور باقی سب چیزیں کھانے کی اجازت دیدی، مگر بدقسمتی سے وہی تین چیزیں اس کی بستی میں ملتی تھیں۔

بالکل میرے دوستو! یہی حال ہمارا ہے، کہ تنگی ہمارے معاشرے اور ماحول میں ہے ہم کو وہ تنگی دین میں نظر آ رہی ہے، دین میں تنگی تب ہوتی جب اللہ پاک نے مسئلے کی ایک صورت کو متعین فرما دیا ہوتا کہ اس پر عمل کرو اس کے سوا کسی دوسری صورت پر عمل مت کرو، تب ہم کہتے کہ دین میں تنگی ہے، مگر اللہ پاک نے ایسا نہیں کیا، بلکہ صرف ایک صورت منع کر دی، باقی تمام صورتوں پر عمل کرنے کی اجازت دے دی۔

مثلاً معاملات کو دیکھو اللہ پاک نے فرمایا کہ سودی کاروبار نہ کرو، باقی خرید وفروخت کے جتنے طریقے ہیں ان پر عمل کرو، شرکت کر سکتے ہو، مضاربت کر سکتے ہو، لیکن یہ ہماری بدبختی ہے کہ جس صورت کو اللہ پاک نے منع فرمایا وہ ہمارے معاشرے پر چھائی ہوئی ہے، سودی کاروبار نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے، اور جو صورتیں اللہ پاک نے جائز بتادیں ہیں، وہ ہمارے معاشرے میں موجود نہیں ہیں، تو ہمیں دین میں تنگی نظر آرہی ہے، حالانکہ تنگی ہمارے معاشرے میں ہمارے ماحول میں ہے۔

دین سارے کا سارا آسان ہے:

عبادت کو دیکھو، نماز کیسی آسان بنائی ہے، کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر پڑھے، رکوع سجدہ نہیں کر سکتا تو اشارے سے پڑھ لے، وضو نہیں کر سکتا تو تیمم کر لے، لباس نہیں ملتا تو تنگی حالت میں پڑھنے کی اجازت ہے۔

سبحان اللہ کتنی آسانی ہے تنگی تو تب دین میں ہوتی کہ جب اللہ پاک فرماتے کہ ہر حال میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنی ہے، اور کسی طریقے سے پڑھنے کی اجازت نہیں، اصل میں ہم دین پر عمل کرنا چاہتے ہی نہیں اور بیٹھ کر بہانے بنا رہے ہیں۔

خوئے بدرا بہانہ بسیار

کے مصداق ہیں، رمضان کے روزوں کو دیکھیں ان میں اللہ تعالیٰ نے کتنی آسانی رکھی ہے، سفر کی وجہ سے نہیں رکھ سکتا تو افطار کرنے کی اجازت ہے، بیماری کی وجہ سے نہیں رکھ سکتا تو افطار کی اجازت ہے، روزے کے متعلق یہ آسانیاں بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود اعلان فرمایا:

"يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ"

اللہ پاک تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ فرماتے ہیں، تنگی کا معاملہ فرمانا نہیں چاہتے، تنگی تو تب ہوتی کہ جب اللہ پاک یہ فرماتے کہ ہر حال میں روزہ رکھنا ہے۔

سفر میں ہو حضر میں ہو۔

بیماری کی حالت ہو یا بڑھاپے کا زمانہ ہو۔

ہر حال میں روزہ رکھنا ہے، یہی حال زکوٰۃ کا ہے اور یہی حال حج کا ہے۔

تو میرے دوستو! اصل میں بات وہی ہے کہ دین میں تنگی نہیں ہے، تنگی ہمارے اس فرنگی زدہ معاشرے میں ہے، اور ہمیں تنگی دین میں نظر آتی ہے اور اس ماحول کی وجہ سے ہم نے اپنی دین پر چلانے والی فطری صلاحیت کو خراب کر لیا ہے، اس لئے ہمیں دین پر چلنا مشکل نظر آتا ہے، ورنہ فی نفسہٖ دین پر چلنا مشکل نہیں آسان ہے۔

جیسے ایک آدمی چارپائی پر لیٹا رہے چلنے کا نام نہ لے سب کچھ چارپائی پر

کرے ایک سال تک وہ اسی حالت میں رہے، اور ایک سال کے بعد وہ چار پائی سے اتر کر چلنا چاہے تو اس کے لئے ایک قدم اٹھانا بھی مشکل ہو جائے گا، اب وہ کہے کہ چلنا بڑا مشکل ہے، تو اس کو سمجھایا جائے گا کہ اے دیوانے! چلنا فی نفسہ مشکل نہیں تمہیں اس لئے مشکل نظر آتا ہے کہ تم نے ایک سال تک چار پائی پر لیٹے لیٹے اپنے اندر چلنے کی صلاحیتوں کو خراب کر دیا ہے اس لئے تمہیں چلنا مشکل لگ رہا ہے ورنہ فی نفسہ چلنا کوئی مشکل نہیں۔

بالکل اسی طرح میرے دوستو! ہم نے اس گندے معاشرے کے اثرات کو قبول کر کے اپنی صلاحیتوں کو خراب کر دیا ہے، اس لئے ہمیں دین پر چلنا مشکل نظر آتا ہے ورنہ فی نفسہ دین پر چلنا کوئی مشکل نہیں، اس لئے کہ یہ دین دین فطرت ہے اور فطرت کے مطابق کام کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا۔

آخری بات:

آپ خود غور فرمائیں اور اپنے ارد گرد رہنے والے لوگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کریں، ان کے حالات پر غور کریں، تو اس گئے گذرے دور میں بھی اس گندے معاشرے میں بھی ایک نہیں کئی آپ جیسے انسان ہی آپ کو نظر آئیں گے جو سو فیصد دین پر چلنے والے ہونگے، ان کی چوبیں گھنٹے کی زندگی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق گذر رہی ہوگی اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اگر دین پر چلنا فی نفسہ مشکل ہوتا، تو ان لوگوں کے لئے بھی مشکل ہوتا، یہ سارے

حالات جیسے تمہارے ساتھ لگے ہوئے ہیں، وہ ان کے ساتھ بھی لگے ہوئے ہیں۔

جیسے ہم نے اپنا پیٹ پالنا ہے بیوی بچوں کا پیٹ پالنا ہے برادری والوں کو راضی کرنا ہے، دوست واحباب کو راضی کرنا ہے، ویسے ہی یہ سارے کام انہوں نے بھی کرنے ہیں، تو ان کیلئے دین پر چلنا آسان کیسے ہوگیا، اور ہمارے لئے مشکل کیوں ہے، اسی لئے تو اللہ پاک نے تمام انبیاء کو انسان بنایا، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر جتنے بھی تشریف لائے وہ سب کے سب انسان تھے، اگر فرشتوں کو نبی بنا کر بھیجا جاتا تو لوگ ان کو یہ جواب دیتے کہ میاں تم کو نہ کھانے کی ضرورت ہے، نہ پینے کی، نہ آرام کرنے کی، اور نہ سونے کی، نہ تم کو پاخانہ کرنا ہے، نہ پیشاب کرنا ہے، نہ بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے ہیں، نہ ان کا پیٹ پالنا ہے، اس لئے تم اللہ پاک کی عبادت کر سکتے ہو، تم نمازیں پڑھ سکتے ہو، روزے رکھ سکتے ہو، قرآن کی تلاوت کر سکتے ہو، اللہ اللہ کر سکتے ہو، اس لئے کہ تم فارغ ہو، ہمارے ساتھ تو یہ ساری مجبوریاں لگی ہوئی ہیں، ہم نے کھانا پینا بھی ہے، پاخانہ پیشاب بھی کرنا ہے، آرام بھی کرنا ہے، بیوی بچوں کے حقوق بھی ادا کرنے ہیں، ان کا پیٹ بھی پالنا ہے، برادری والوں کے حقوق بھی ادا کرنے ہیں، ہم خدا کی عبادت کرنے کیلئے اور دین پر چلنے کیلئے فارغ نہیں ہیں، ہمیں فرصت نہیں ہے۔

تو اللہ پاک نے اسی لئے انسان کو نبی بنا کر بھیجا، جس نے یہ سارے حقوق ادا کئے، اپنا پیٹ بھی پالا، بیوی بچوں کا پیٹ بھی پالا، ان کے حقوق بھی ادا کئے، اور ان تمام حقوق کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کر کے بتا دیا، کہ انسان ان

تمام حقوق کے ساتھ اللہ کو بھی راضی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

بہرحال یہ اس سوال کا تحقیقی جواب ہے، ایک اس سوال کا عملی جواب ہے انشاءاللہ آئندہ جمعے عرض کروں گا۔ اب وقت ختم ہو رہا ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

چوتھی تقریر

دین پر عمل کرنا آسان ہے (قسط دوم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَلَا نَظِیْرَ لَهٗ وَلَا وَزِیْرَ لَهٗ وَلَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا كَثِیْرًا، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِيْ عَمَلاً سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ .

سابقہ مضمون سے ربط:

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! گذشتہ جمعے سے یہ بات چل رہی تھی کہ آجکل ہمارے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو چکا ہے، کہ اس معاشرے اور اس ماحول میں دین پر عمل کرنا اور دین پر چلنا بہت مشکل ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ گذشتہ جمعے کو اس اشکال کا تحقیقی جواب بیان کیا تھا، آج ان شاء اللہ اس اشکال کا عملی جواب بیان کرنے کا ارادہ ہے۔ تاکہ جو لوگ اخلاص کے ساتھ دین پر عمل کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ باقی نہ رہے، آپ غور کریں اور تھوڑا سا سوچیں، اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی کا مطالعہ کریں اپنے گرد و پیش کے ماحول پر نظر دوڑائیں تو آپ کو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی کہ ہم لوگ جن گناہوں میں اور اللہ پاک کی نافرمانیوں میں مبتلا ہیں وہ گناہ دو قسم کے ہیں۔

گناہوں کی دو قسمیں

پہلی قسم:

بعض گناہ وہ ہیں جن کے کرنے سے بظاہر ہمیں دنیا کا بہت بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے اور ان کے چھوڑنے سے بظاہر دنیا کا نقصان ہوتا ہے، مثلاً رشوت لینا، سودی کاروبار کرنا یا بینک میں ملازمت کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا، جوا کھیلنا جو آج کل انعامی بانڈز لاٹریوں کی شکل میں عام ہو چکا ہے۔ ملاوٹ کرنا، فوٹو گرافی کرنا وڈیو فلمیں بنانے کا کام کرنا، ٹی وی، وی سی آر کی خرید و فروخت کا کاروبار کرنا یا ہیر کٹنگ (**Hair cutting**) اور حجام کی دوکان کھول کر داڑھیاں مونڈنے کا کاروبار کرنا، اور انگریزی بال بنانے کا کاروبار کرنا، یہ سارے گناہ ایسے ہیں کہ ان کے کرنے سے دنیا کا فائدہ ہوتا ہے اور ان کو چھوڑنے سے دنیا کا نقصان ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

جو آدمی دن میں ہزار روپیہ رشوت لیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں چھوڑ دوں گا تو ہزار روپیہ کا نقصان ہوگا، جو سودی کاروبار کرتا ہے، بینک میں ملازمت کرتا ہے، مہینہ میں ہزاروں روپیہ کماتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں یہ کاروبار چھوڑ دوں گا تو ہزاروں روپے کا نقصان ہوگا۔ اسی طرح جو انعامی بانڈز خریدتا ہے یا فروخت کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ لاکھوں روپے کا فائدہ ہو رہا ہے اور اگر میں کاروبار چھوڑ دوں گا تو لاکھوں روپے کا نقصان ہوگا۔

یہ چند گناہ ہیں، جو سرسری طور پر میں نے بیان کر دیئے ہیں ورنہ آپ سوچیں گے تو کئی اور بھی آپ کو معلوم ہو جائیں گے، بہر حال یہ گناہوں کی پہلی قسم ہے۔

دوسری قسم:

دوسری قسم گناہوں کی وہ ہے، کہ ان گناہوں کے کرنے سے دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور ان کے چھوڑنے سے دنیا کے کسی نقصان کے پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہے، ایسے گناہ بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔

مثلاً ٹخنوں سے شلوار کا نیچے لٹکانا، داڑھی کا منڈوانا، ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں بھی کتروانا، غیر اسلامی لباس پہن کر انگریزوں کی مشابہت اختیار کرنا، شادی بیاہ کے موقع پر کھڑے ہو کر کھانا یا کھڑے ہو کر کھانے کا انتظام کرنا، شادی کی وڈیو فلم بنانا، موت کے موقع پر بدعات کا ارتکاب کرنا، تیجہ، ساتواں، چالیسواں کرنا، شب برات کے موقع پر چراغاں کرنا اور آتش بازی کا مظاہرہ کرنا، پٹاخے چھوڑنا، بسنت کے موقع پر پتنگ اڑانا۔

یہ گناہ ایسے ہیں، کہ ان کے کرنے سے دنیا کا کوئی فائدہ نہیں، اور ان کے چھوڑنے سے دنیا کا ایک رائی کے دانے کے برابر بھی نقصان نہیں ہوتا، بلکہ دنیا کا فائدہ ہوگا، شلوار پر کپڑا کم لگے گا، داڑھی منڈوانے پر روزانہ دو تین روپے لگ جاتے ہیں ان کی بچت ہوگی، شادی بیاہ کی رسموں پر، ویڈیو فلم پر، مرنے کے بعد والی رسموں

پر شب برات کی آتش بازی پر، بسنت کے پتنگوں پر جو لاکھوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں وہ بچ جائیں گے، تو ان کے چھوڑنے سے دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہوگا بلکہ دنیا کا فائدہ ہوتا ہے، اور ان گناہوں کے کرنے سے آخرت کا اتنا بڑا نقصان ہوتا ہے، جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے، کہ جو آدمی اپنی شلوار یا چادر ٹخنوں سے نیچے کر کے دنیا میں چلے گا، قیامت کے میدان میں اللہ پاک اس کو رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے، اور داڑھی منڈوانے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں دیکھ کر اپنا رخِ انور پھیر لیا تھا، تو قیامت کے دن اس کی طرف رحمت کی نگاہ کیسے ڈالیں گے، تو آخرت کا اتنا بڑا نقصان ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نماز کی حالت میں ٹخنوں کا ننگا ہونا ضروری ہے، عام حالات میں ضروری نہیں، اور وہ کرتے بھی ایسا ہی ہیں، نماز کے بعد دوبارہ شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکا دیتے ہیں، یہ بالکل شیطانی خیال ہے اور حق بات یہی ہے کہ ہر جگہ شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے، چاہے مسجد میں ہو، چاہے بازار میں ہو، چاہے دفتر میں ہو، چاہے گھر میں ہو۔

بہر حال یہ گناہ ایسے ہیں کہ ان کے کرنے میں دنیا کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ دنیا اور آخرت دونوں کا نقصان ہے، بعض لوگوں کے ذہن میں شیطان نے یہ اشکال

بھی بٹھایا ہوا ہے کہ شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے اور داڑھی منڈانے سے آدمی خوبصورت لگتا ہے، اور اگر ہم شلوار ٹخنوں سے اوپر کرلیں گے یا داڑھی رکھ لیں گے تو پھر بدصورت لگیں گے۔

تو میرے دوستو! یہ بھی شیطانی خیال ہے، آپ غور فرمائیں گے کہ اللہ پاک جب انسان کو نبی بنا کر دنیا میں بھیجتے ہیں، تو اس کو سب سے زیادہ حسن و جمال عطاء فرماتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے سب سے زیادہ حسن و جمال عطا فرمایا تھا، کہ آپ کے حسن و جمال کا مقابلہ چودھویں رات کا چاند بھی نہیں کرسکتا تھا، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِالنِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْخُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

آپ سے زیادہ حسن و جمال والا کبھی میری آنکھ نے نہیں دیکھا، اور آپ سے زیادہ حسن و جمال والا آج تک کسی عورت نے نہیں جنا، انسان آئینہ دیکھتا ہے، اس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ میری پیشانی ایسی ہوتی، میری ناک ایسی ہوتی، میرے بال ایسے ہوتے، تو بہت زیادہ خوبصورت لگتا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ کے پیغمبر آپ کو اللہ نے ایسا بنایا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک آپ سے پوچھ پوچھ کر آپ کے

اعضاء آپ کی مرضی کے مطابق بناتے رہے۔

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

تو اگر شلوار کا ٹخنوں کے اوپر کرنا بدصورتی کا سبب ہوتا، اور داڑھی کا رکھنا بدصورتی کا سبب ہوتا تو سب سے اول اللہ پاک اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتے کہ اے میرے محبوب آپ اپنی شلوار کو ٹخنوں سے نیچا کریں، اسلئے کہ شلوار اونچا کرنے سے بدصورت لگتے ہیں، اور اے میرے محبوب اپنے رخ انور سے داڑھی کو صاف کرلیں کیوں کہ داڑھی رکھنے سے آپ بدصورت لگتے ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شلوار ٹخنوں سے اوپر کرنا اور داڑھی کا لمبا کرنا بتاتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے آدمی بدصورت نہیں لگتا جس کو اللہ پاک نے حسن و جمال کی دولت سے مالا مال کیا ہو، اس کیلئے مصنوعی چیزوں کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را

اور جس کے پاس قدرتی حسن کی دولت نہ ہو، یہ مصنوعی چیزیں اس کو حسن و جمال نہیں عطاء کرسکتیں، بات لمبی ہوگئی میں عرض کررہا تھا کہ شلوار کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اور داڑھی کا منڈانا ایسے گناہ ہیں جن کے کرنے سے دنیا کا فائدہ بھی نہیں، اور ان کے چھوڑنے سے، دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہوتا، اسی طرح ٹی وی دیکھنا، وی سی آر دیکھنا، سینما دیکھنا، وڈیو فلمیں بنوانا اور دیکھنا، وڈیو گیمیں کھیلنا، یہ سارے گناہ ایسے

ہیں کہ ان کے کرنے سے دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، بلکہ ان گناہوں کے کرنے سے دنیا کا نقصان ہوتا ہے، اس لئے کہ ان چیزوں کے دیکھنے سے گھر میں بے حیائی کا دور دورہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اتنی بے سکونی اور بے اطمینانی ہوتی ہے کہ گھر جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اور دوسرا وقت ضائع ہوتا ہے۔

جن دنوں میں کرکٹ کا میچ ہو رہا ہوتا ہے، اور براہ راست ٹی وی پر دیکھا جا رہا ہوتا ہے، تو ان دنوں پورا کاروبار زندگی معطل ہو جاتا ہے، دفتروں میں حاضری نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے: جس کی وجہ سے در در بھیک مانگنے والے ملک کا کروڑوں روپے کا نقصان ہوتا ہے، تو یہ سارے گناہ، ایسے ہیں، جن کے کرنے سے دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ دنیا کا نقصان ہوتا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان گناہوں سے دنیا کا کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو لذت ضرور حاصل ہوتی ہے، بہت مزہ آتا ہے یہ سارے گناہ کرنے سے اور لذت اور اس مزے کا حصول دنیا کا بہت بڑا فائدہ ہے، تو میرے دوستو! درحقیقت یہ لذت اور مزہ نہیں بلکہ ہماری فطرت مسخ ہو چکی ہے، جس کی وجہ سے ہمیں گناہ میں لذت اور مزہ نظر آتا ہے، جیسے سانپ کے کاٹے ہوئے کو میٹھی چیز بھی کڑوی محسوس ہوتی ہے۔

گناہوں کی لذت کی عجیب مثال:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے گناہوں کی وجہ سے حاصل ہونے والی لذت کی مثال بیان فرمائی ہے، کہ یہ لذت ایسی ہے جیسے کسی کو خارش کی مرض ہو جائے، تو اس کو خارش کرنے میں اور کھجلانے میں بڑا مزہ آتا ہے، اور بڑی لذت حاصل ہوتی ہے، اس پر مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ ایک شعر پڑھا کرتے تھے۔

نہ لڈو میں نہ برفی میں نہ پیڑا کھانے میں ہے
جو مزہ کھجلی کے کھجلانے میں ہے

مگر بعد میں جو تکلیف ہوتی ہے، وہ لذت کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوتی ہے، تو کیا اس معمولی لذت کا خیال کر کے کسی عقلمند آدمی نے یہ تمنا کی ہے کہ مجھے مرض خارش لگ جائے تا کہ کھجلانے میں مزہ آئے۔

اسی طرح میرے دوستو! گناہوں میں جو معمولی لذت حاصل ہوتی ہے، اس کے بعد ہونے والی تکلیف دنیوی یا اخروی اس لذت کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ ان گناہوں کے کرنے سے دنیا کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ دنیا کا نقصان ہوتا ہے، اسی طرح شادی بیاہ کے موقع پر اور باقی تقریبات میں ہمارے مسلمان بھائی جانوروں کی طرح کھڑے ہو کر کھلانے پلانے کا انتظام کرتے ہیں، کیسا ہی عجیب منظر ہوتا ہے، جب ہمارے بھائی بھاگ بھاگ کر چھینا

جھپٹی کر کے جانوروں کی طرح کھانا کھا رہے ہوتے ہیں ، جدید تہذیب کے دعویداروں کو دیکھ کر انسانیت کو شرم سے پسینہ آ جاتا ہے۔
سچ کہا تھا قرآن نے:

"اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ"

اللہ پاک جب ناراض ہوتے ہیں تو عقل بھی چھین لیتے ہیں۔

تو سوچئے میرے دوستو اس گناہ کے کرنے سے دنیا کا کونسا فائدہ ہے، اور اگر ہم نے اس گناہ کو چھوڑ دیا تو دنیا کا کونسا نقصان ہوگا، سوائے اس کے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ بڑے غیر مہذب ہیں، کہتے ہیں تو کہتے رہیں، ہم لعنت بھیجتے ہیں، ایسی تہذیب پر، ہمیں تو وہ تہذیب چاہئے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سکھائی تھی، اور جس تہذیب نے عرب کے بدؤوں کو اونٹوں کے چرواہوں کو دنیا بھر کا امام، مقتدا اور پیشوا بنا دیا تھا، اور اسی تہذیب پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ناز تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہ روم کے دربار میں کھانا کھا رہے تھے، ایک لقمہ نیچے گر گیا، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھا لیا تو خادم نے عرض کیا، حضرت یہ عجمی لوگ اس کو معیوب سمجھتے ہیں، تو آپ نے جو جواب دیا، وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، حضرت حذیفہؓ نے فرمایا۔

"أأتْرُکُ سُنَّةَ حَبِیْبِیْ لِھٰؤُلَاءِ الْحُمَقَاءِ"

کہ کیا میں ان بے وقوفوں کی وجہ سے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی سنت چھوڑ دوں۔

چند بڑے بڑے گناہ سرسری طور پر ذہن میں آ گئے تو میں نے عرض کر دیئے، ورنہ آپ سوچیں گے اوراپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی پر غور کریں گے اوراپنے اردگرد پھیلے ہوئے معاشرے پر نگاہ دوڑائیں گے،تو کئی گناہ آپ کو ایسے ملیں گے، جن کے کرنے میں دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا،اوران کے چھوڑنے میں دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

اب تک کی پوری معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم جن گناہوں میں مبتلا ہیں وہ دو قسم کے ہیں بعض گناہ وہ ہیں جن کے کرنے سے بظاہر دنیا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے،اوران کے چھوڑنے سے بظاہر نقصان ہوتا ہے،اوردوسری قسم کے گناہ وہ ہیں جن کے کرنے سے دنیا کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اوران کے چھوڑنے سے دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

یہ بات سمجھنے کے بعد اس سوال کا عملی جواب یوں سمجھیں ،صرف سمجھیں نہیں بلکہ اپنا ئیں بھی،اس پر عمل بھی کریں،وہ یہ ہے کہ وہ گناہ جن کے کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اوران کے چھوڑنے سے کوئی نقصان بھی نہیں ہوتا،ان کو تو آج ہی چھوڑ دیں،ان کے متعلق آج ہی یہ عزم کرلیں کہ ہم آئندہ انشاءاللہ ان جرائم کا ارتکاب نہیں کریں گے۔

اسلئے کہ میرے دوستو گناہوں کے کرنے سے دنیا کا تو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا،اورآخرت کا اتنا بڑا نقصان ہوتا ہے،جس کا ہم تصور تک نہیں کر سکتے،تو

ان گناہوں کو آج ہی چھوڑنے کا عزم کرلیں، باقی صرف وہ گناہ رہ جائیں گے، جن کے کرنے سے دنیا کا کوئی فائدہ حاصل ہورہا ہے اوران کے چھوڑنے سے دنیا کا نقصان ہوگا۔

تو میرے دوستو کوشش کریں کہ وہ گناہ بھی چھوٹ جائیں، اوراگر آپ کی کوشش کے باوجود نفس نہیں مان رہا تو ایک اور کام کا التزام کرلیں کہ اللہ پاک سے مانگتے بھی رہیں، دن یا رات میں صرف پندرہ منٹ صرف اس کام کے لئے وقف کریں، اور تنہائی میں اللہ پاک کے سامنے گڑگڑائیں کہ اے اللہ میں جانتا ہوں کہ سودی کاروبار کرنا حرام ہے، رشوت لینا حرام ہے، ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے، مگر میرے مولیٰ میں عاجز ہوں میں دل سے چاہتے ہوئے بھی اس گناہ کو چھوڑ نہیں سکتا، اے اللہ میں ماحول کے ہاتھوں بے بس ہو چکا ہوں اے اللہ آپ بڑی قدرت والے ہیں اور بڑی طاقت والے ہیں، اے اللہ اب تک میں جو گناہ کر چکا ہوں، ان کو معاف فرمادیں، اوراپنی قدرت کاملہ سے آئندہ کیلئے مجھے ان گناہوں سے بچنے کی پوری توفیق عطاء فرمادیں اوراے مولیٰ آپ مسبب الاسباب ہیں آپ غائبانہ ایسے اسباب پیدا فرمادیں کہ یہ گناہ مجھ سے چھوٹ جائیں۔

بس یہ دو کام کریں، ایک تو وہ گناہ جو چھوڑ سکتے ہیں انکو چھوڑ دیں اور جو چھوڑ نہیں سکتے ان کو اللہ کے حوالے کریں اور اللہ سے مانگیں تو یہ دو کام کرنے کے بعد اللہ پاک ضرور فضل فرمائیں گے، اسلئے کہ اللہ پاک کا قانون ہے کہ بندے کے بس میں جو کام ہو وہ کام کرلے اور جو کام بندے کے بس میں نہیں ہوتا، وہ اللہ پاک

خود فرما دیتے ہیں تو بندہ جب اپنا کام کرے اللہ پاک بھی اپنا کام ضرور کر دکھاتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر جب زلیخا فریفتہ ہوگئی اور شاہی محل کے تمام دروازے بند کر کے ان کو تالے لگا دیئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی دو کام کیئے ایک تو یہ کہ جہاں اس نے محل کے درمیان میں گناہ کی دعوت دی تھی، وہاں حضرت یوسف علیہ السلام رکے نہیں بلکہ وہاں سے دوڑ پڑے دروازے کی طرف، حالانکہ یوسف علیہ السلام بخوبی جانتے تھے کہ دروازوں کو تالے لگے ہوئے ہیں میں باہر نہیں نکل سکتا مگر اس کے باوجود جتنا کام حضرت یوسف علیہ السلام کر سکتے تھے وہ کام ضرور کیا، اور فرمایا ''معاذ اللہ'' تو جو کام حضرت یوسف علیہ السلام کے کرنے کا تھا وہ انہوں نے کر کے دکھایا، تو جو کام اللہ کے کرنے کا تھا وہ اللہ نے بھی کر دیا، جب حضرت یوسف علیہ السلام دروازے تک پہنچ گئے تو تالہ بغیر چابی کے ٹوٹ گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام اپنی عزت بچا کر باہر نکل پڑے، اسی کو مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید

خیرہ یوسف وارے باید دوید

تو معلوم ہوا کہ انسان اپنی ہمت کے مطابق کام کرے باقی کام اللہ کے حوالے کر دے تو اللہ پاک اس کے لئے راستہ کھول دیتے ہیں، اور جو کام انسان کے کرنے کا ہو اسکو بھی نہ کرے صرف شور مچاتا رہے، تو اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں

ہوتا ہے۔

ہمارا حال بھی اب یہی ہے، کہ ہم شور مچاتے ہیں کہ دین پر عمل کرنا مشکل ہے، مگر ہم سے وہ گناہ بھی نہیں چھوڑے جاتے جن کے کرنے سے دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور جن کے چھوڑنے سے بھی دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

میرے دوستو! ایک مرتبہ کوشش کر کے دیکھیں، ہمت کر کے تو دیکھیں، اللہ کی رحمت کیسے آپ کو اپنی طرف کھینچتی ہے، خود اللہ پاک نے یہ اعلان فرمایا۔ مسلم شریف کی روایت ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں۔

"مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْراً تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعاً وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعاً وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً"

جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے، میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں، اور جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے، تو میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں، مگر کوئی آنے والا تو ہو اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہونے والا تو ہو پھر دیکھے خدا کی رحمت کے نظارے۔

تم کو شکوہ ہے ہمارا مدعی ملتا نہیں
دینے والے کو گلہ یہ کہ گدا ملتا نہیں
بے نیازی دیکھ کر بندے کی کہتا ہے کریم
دینے والا دے کسے کوئی دست دعا ملتا نہیں

بس پہلا قدم اٹھانا اور ہمت کرنا مشکل ہے آگے چلنا مشکل نہیں جیسے جیسے آپ قدم اٹھاتے جائیں گے راستہ کھلتا جائے گا، اور منزل کی طرف بڑھتے رہیں گے، اور اگر آپ نے دور بیٹھ کر صرف شور مچانے پر اکتفاء کیا کہ دین کا راستہ مشکل ہے تو آپ ہمیشہ ناکام اور نامراد رہیں گے۔

حکیم الامت کی بیان کردہ ایک عجیب مثال:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی ایک عجیب مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک آدمی نے گاڑی گھر سے نکالی اور روڈ پر لے کر آیا کہیں جانا چاہتا ہے اب جب اس نے چلنے کا ارادہ کیا تو سڑک کے دونوں طرف جو درخت لگے ہوئے ہوتے ہیں، وہ دور سے ایسے نظر آتے ہیں، جیسے آپس میں ملے ہوئے ہوں، اور راستہ بند ہو۔

اس آدمی کو بھی سڑک کے دونوں طرف کے وہ درخت دور سے ایسے نظر آئے کہ وہ آپس میں ملے ہوئے ہیں اور راستہ بند ہے اب اگر وہ اس گمان پر عمل کر کے گاڑی واپس گھر لے جا کر بیٹھ جائے کہ بھائی راستہ بند ہے جا نہیں سکتے تو یہ آدمی ہمیشہ کے لئے ناکام ہوگا لیکن اگر وہ اس گمان پر عمل نہ کرے، بلکہ اللہ پاک کا نام لے کر چلنا شروع کردے تو جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا جائے گا راستہ اس کو کھلا ہوا ملتا جائے گا اور وہ چل کر پہنچ منزل تک پہنچ جائے گا، اور سمجھ جائے گا کہ راستے کا بند نظر آنا میری نگاہوں کا دھوکہ تھا ورنہ راستہ تو حقیقت میں کھلا ہوا تھا۔

اسی طرح میرے دوستو! جب تک ہم دو بیٹھے رہیں گے اور عملی زندگی میں

قدم رکھنے کے بجائے صرف باتیں بناتے رہیں گے، اشکالات کرتے رہیں گے تو دین کا راستہ ہمیں بند ہی نظر آئے گا، لیکن اگر ہمت کر کے ہم قدم اٹھانا شروع کردیں گے اور عملی زندگی میں داخل ہو جائیں گے، تو ہمیں راستہ کھلا ہوا ملے گا اور یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ دین کے راستے کا بند اور مشکل نظر آنا صرف ہمارے نفس کا دھوکہ تھا، اور شیطان کی ایک چال تھی، ورنہ دین حقیقت میں بڑا آسان ہے، یہ ہے اشکال کا عملی جواب، اللہ پاک ہمیں اس پر عمل کرنے کی پوری پوری توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

چوتھاعنوان

سورۃ العادیات کا بیان

اس عنوان کے ذیل میں تین تقریریں ہیں جو تین جمعوں پر بیان کی جاسکتی ہیں تاہم ان میں ایسا ربط ہے کہ طویل تقریر کا ارادہ ہو تو دو تقریروں کو ملا کر دونوں کو ایک جمعہ پر بھی بیان کیا جاسکتا ہے، اور اختصار کی غرض سے ایک تقریر کو دو حصوں میں بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلی تقریر .... ایک روحانی مرض کا بیان ۔
دوسری تقریر........... سبب مرض کا بیان ۔
تیسری تقریر........... علاج مرض کا بیان ۔

پہلی تقریر

ایک روحانی مرض

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً ، فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحاً ، فَالْمُغِيْرَاتِ ، صُبْحاً فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً ، فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعاً ، اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ، وَاِنَّهٗ عَلٰى ذَالِكَ لَشَهِيْدٌ ، وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ، اَفَلاَ يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ، وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ، اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَخَبِيْرٌ ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِىْ صَدْرِىْ وَيَسِّرْ لِىْ اَمْرِىْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِىْ يَفْقَهُوْا قَوْلِىْ ، رَبِّ زِدْنِىْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِىْ عَمَلاً سُبْحَانَكَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ .

تمہید:

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! یہ سورت عادیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، اس میں اللہ پاک نے ایک ایسی روحانی بیماری کا ذکر کیا ہے، جو ہر انسان کو لگی ہوئی ہے، اور اس بیماری کے لگنے کا سبب بھی بیان فرمایا، کہ یہ بیماری انسان کو کیوں لگی، اور پھر اس کا علاج بھی بیان فرمایا وہ نسخہ بھی بیان فرمایا، جس کے استعمال کرنے سے انسان کی یہ بیماری دور ہو سکتی ہے، تو تین چیزیں اس سورت میں بیان فرمائی ہیں، مرض سبب مرض، علاج مرض، مگر اس کو سمجھنے کے لئے تمہیدی طور

پر دو باتوں کا جاننا ضروری ہے، اس کے بعد اس پوری سورت کا سمجھنا آسان ہوگا۔

پہلی بات:

پہلی بات یہ ہے کہ انسان دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے، ایک ہے انسان کا روح اور ایک ہے انسان کا بدن اور جسم، یہ دونوں چیزیں جب ملتی ہیں، تو انسان وجود میں آتا ہے، اکیلے بدن کو بھی انسان نہیں کہتے بلکہ لاش کہتے ہیں، اسی طرح اکیلے روح کو بھی انسان نہیں کہتے، تو ان دونوں چیزوں کے جمع ہونے کے بعد انسان وجود میں آتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ انسان نام ہے روح مع البدن کا، میرے دوستو جیسے انسان کے بدن کو کچھ بیماریاں لگ جاتی ہیں، کبھی بخار ہو جاتا ہے کبھی نزلہ ہو جاتا ہے، کبھی زکام ہو جاتا ہے، کھانسی لگ جاتی ہے، اور کئی قسم کی بیماریاں انسان کے بدن کو لاحق ہو جاتی ہیں، ان تمام بیماریوں کو جسمانی امراض کہتے ہیں، اسی طرح کچھ بیماریاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو انسان کے روح کو لاحق ہو جاتی ہیں، اور ان کو روحانی امراض کہتے ہیں، جیسے شرک کفر، ریا، تکبر، حسد، بغض، بے صبراپن، ناشکراپن، یہ ساری روحانی امراض ہیں، جو انسان کے روح کو آ کر لاحق ہو جاتی ہیں، جسمانی امراض کے لاحق ہونے سے انسان کا بدن کمزور ہوتا ہے، اور روحانی امراض کے لاحق ہونے سے انسان کا روح کمزور ہو جاتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو دو قسم کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں، جسمانی امراض اور روحانی امراض۔

عظیم الشان کتاب نازل فرمائی، اس کتاب میں روحانی بیماریوں کے علاج کے نسخے بھی بیان فرمائے، اس سورۂ عادیات میں بھی اللہ پاک نے ایک روحانی مرض کا ذکر فرما کر اس کا علاج بھی بیان فرمایا اور اس کا نسخہ بھی بیان فرمایا ہے۔

افسوس اور صد افسوس اس بات پر کہ ہماری نگاہوں میں جسمانی بیماری بڑی اہمیت رکھتی ہے، اور روحانی امراض کی ہمیں پرواہ نہیں، ذرا سا نزلہ و زکام ہو جائے تو ڈاکٹروں اور حکیموں کے دروازوں کے چکر لگا لگا کر ہم بالکل نہیں تھکتے، لیکن ہم نے کبھی یہ بھی سوچا کہ ہماری روح کو کتنی خطرناک بیماریاں لگی ہوئی ہیں اور ان کے علاج کی بھی ضرورت ہے۔

تمہیدی بات لمبی ہوگئی، اب اصل مقصد کی طرف آتے ہیں جیسا کہ شروع میں میں نے عرض کیا تھا کہ اس سورت میں اللہ پاک نے تین چیزیں بیان فرمائی ہیں، پہلی چیز ایک روحانی بیماری کا بیان، دوسری چیز سبب مرض کا بیان، تیسری چیز علاج مرض کا بیان۔

پہلی چیز: ایک روحانی بیماری کا بیان:

وہ روحانی بیماری اللہ پاک نے یہ بیان فرمائی ہے۔

" اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ "

کہ انسان اپنے رب کا ناشکرا اور نافرمان ہے، تو انسان کو ناشکرے اور نافرمان ہونے کی بیماری لگی ہوئی ہے، اس بیماری کے بیان کرنے میں اللہ پاک

نے عجیب وغریب انداز اختیار فرمایا ہے، بیماری کے بیان کرنے سے پہلے اللہ پاک نے گھوڑوں کی وفاداری کی قسمیں اٹھائی ہیں فرمایا۔

"وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً"

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں اور تیز دوڑنے کی وجہ سے ان کے منہ سے پھو پھو کی آواز نکلتی ہے:

"فَالْمُورِيَاتِ قَدْحاً"

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں اور ان کے پاؤں جب پتھریلی زمین پر پڑتے ہیں تو ان کے پاؤں سے آگ کے شعلے نمودار ہونے لگتے ہیں۔

"فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحاً فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعاً، فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعاً"

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو صبح کے وقت حملہ کرنے کے لئے اتنے تیز دوڑتے ہیں کہ رات کی شبنم سے جما ہوا گرد وغبار بھی اڑنے لگتا ہے، اور وہ گھوڑے تیروں اور تلواروں کی بارش میں دشمنوں کی صفوں میں داخل ہو جاتے ہیں، یہ قسمیں اٹھانے کے بعد فرمایا۔

"اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ"

تو دیکھتا نہیں اور غور نہیں کرتا اے انسان کہ دو پیسے کا چارہ کھانے والا گھوڑا اپنے مجازی مالک کا اتنا فرمان بردار ہے، کہ وہ مالک جس نے اس کو جان نہیں دی، اس کو وجود نہیں دیا، اس کے جسم میں روح نہیں ڈالا جو مالک اس کی زندگی اور موت

کا مالک نہیں، بلکہ صرف دو وقت کا چارہ اس کے سامنے ڈال دیتا ہے، اس کی وجہ سے وہ گھوڑا اپنے مجازی مالک کا اتنا فرمان بردار ہے، کہ اگر مالک اس کو اتنا تیز دوڑائے کہ اس تیز دوڑنے کی وجہ سے اس کے منہ سے ہِپھ ہِپھ کی آواز نکلنی شروع ہو جائے تب بھی یہ گھوڑا انکار نہیں کریگا، دو پیسے کا چارہ کھانے والا گھوڑا اپنے مجازی مالک کا اتنا فرمان بردار ہے کہ اگر مالک اس کو پتھریلی زمین پر اتنا تیز دوڑائے کہ اس کے تیز دوڑنے کی وجہ سے جب اس کے پاؤں پتھریلی زمین پر لگیں تو اس کے پاؤں سے آگ کے شعلے نمودار ہونے لگیں، تب بھی وہ گھوڑا اپنے مالک کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیگا۔

" فَالْمُغِيْرٰتِ ، صُبْحاً فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً ، فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعاً "

دو پیسے کا چارہ کھانے والا گھوڑا اپنے مالک مجازی کا اتنا فرمان بردار ہے، کہ صبح کے وقت حملہ کرنے کیلئے اگر مالک اس کو اتنا تیز دوڑائے کہ اس کے تیز دوڑنے کی وجہ سے رات کی شبنم سے جما ہوا گرد و غبار بھی طوفان کا پہاڑ بن جائے تب بھی وہ گھوڑا انکار نہیں کریگا، اور اگر مجازی مالک اس کو اپنے دشمن کی صفوں میں تیروں اور تلواروں کی بارش میں داخل کرنا چاہے، تب بھی وہ گھوڑا اپنی جان کی پروانہ کرتے ہوئے اپنے مالک کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیگا، اور دشمنوں کی صفوں میں داخل ہو جائے گا۔

" اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ "

اب تو بھی غور کر اے انسان کہ ایک گھوڑا اپنے مجازی مالک کا اتنا فرمان بردار ہے، جب کہ گھوڑے میں عقل بھی نہیں شعور بھی نہیں، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت بھی نہیں، اور تو اے انسان اپنے حقیقی مالک کا کس قدر نافرمان ہے، جس مالک نے تجھے پیدا ہی کیا تجھے وجود بھی دیا، جان بھی دی، اس میں روح بھی ڈالا، اور پھر تمام اعضاء کو صحیح سالم بنایا، اور تجھے سوچنے اور سمجھنے کے لئے عقل اور شعور بھی دیا، اور پیدا کرنے کے بعد تجھے ویسے نہیں چھوڑا بلکہ تیری تمام ضروریات زندگی کا انتظام بھی فرمادیا، تو اپنے حقیقی مالک کا ناشکرا اور نافرمان ہے۔

"اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ"

لفظ رب کا ذکر فرما کر انسان کو اپنے انعامات یاد دلائے کہ تو اپنے محسن اور منعم کا ناشکرا اور نافرمان ہے۔

رب کا معنیٰ ہوتا ہے کسی چیز کو آہستہ آہستہ پال کر حد کمال تک پہنچانا، تدریجاً، تدریجاً پال کر حد کمال تک پہنچانا، اب غور کریں انسان کی زندگی پر کہ اللہ پاک نے انسان کو کیسے آہستہ آہستہ پال کر حد کمال تک پہنچایا، رحم مادر میں شکم مادر میں اللہ پاک نے انسان کے رزق کا انتظام فرمایا، عورت کو جو ماہواری کا خون آتا ہے، حیض ونفاس کا ناپاک خون اس کو بند کر کے ناف کے راستے بچے کے پیٹ میں رزق بنا کر پہنچادیا، دنیا کے سارے سائنسدان اور فلاسفر، ڈاکٹر اور حکیم جمع ہو کر اپنی، ایڑی چوٹی کا زور لگائیں مگر رحم مادر میں بچے کو رزق نہیں پہنچا سکتے اس مقام پر بھی اللہ پاک نے انسان کی غذا کا انتظام فرمایا، اور سبحان اللہ ایسا انتظام فرمایا کہ انسان کی زبان

کو نجاست سے ملوث نہیں ہونے دیا، بلکہ ناف کے راستے یہ گندہ خون پیٹ میں پہنچا کر انسان کی غذا بنادی پھر بچہ جب پیدا ہو گیا اس کے رزق کا یہ ایک راستہ بند ہو گیا، پھر جب بچہ چیخا اور چلایا اے اللہ میں کدھر جاؤں، رب کائنات نے فرمایا، اے انسان گھبرا نہیں میرا نام رب ہے، میں نے تیری ماں کے پیٹ میں بھی تیرے رزق کا انتظام فرمایا، اب اگر تیرے رزق کا ایک راستہ بند ہو گیا، تو میں نے تیری ماں کے سینے پر دودھ کے دو چشمے جاری کر کے تیرے لئے رزق کے دو راستے کھول دیئے، دو ڈھائی سال کے بعد ماں نے بچے کا دودھ چھڑا دیا، پھر بچہ چیخا اور چلایا اے اللہ میں کدھر جاؤں، اللہ پاک نے فرمایا اے انسان گھبرا نہیں، میرا نام رب ہے، تیرے رزق کا ایک راستہ بند ہوا تو میں نے دو راستے کھول دیئے، اب تیری والدہ نے تیرے رزق کے دو راستے بند کر دیئے، تو گھبرا نہیں میرا نام رب ہے، میں نے تیرے لئے رزق کے چار راستے کھول دیئے۔

پہلا راستہ:

"وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً"

آسمان سے بارش برسا کر تیرے رزق کا انتظام کروں گا۔

دوسرا راستہ:

"فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ"

زمین سے کھیتاں پیدا کر کے میں تیرے رزق کا انتظام کروں گا۔

تیسرا رستہ:

"فَاَنْشَاْنَا لَکُمۡ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ لَکُمۡ فِیۡهَا فَوَاکِهُ کَثِیۡرَۃٌ وَّمِنۡهَا تَاۡکُلُوۡنَ" (پ۱۸ع۱)

درختوں پر مختلف قسم کے پھل لگا کر تیرے رزق کا انتظام کرونگا۔

چوتھا رستہ:

وَاِنَّ لَکُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَۃً نُسۡقِیۡکُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡ بَیۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیۡنَ"

جانوروں کے پیٹ سے تیرے لئے خالص دودھ نکال کر تیرے رزق کا انتظام کروں گا، جانوروں کے پیٹ میں ایسا کارخانہ اور ایسی فیکٹری لگادوں گا کہ ہر چیز کا مغز تو کھائے گا، اور بے کار چھلکا اپنی گائے بھینس کے سامنے ڈالے گا، وہ بے کار چھلکا کھائے گی، اس بے کار چھلکے سے میں تیرے لئے خالص سفید دودھ نکالوں گا۔

"مِنۡ بَیۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ "

میرے بندے جانور کے پیٹ میں جو دو ناپاک نالیاں ہیں، ایک خون کی اور ایک گوبر کی، ان دو ناپاک نالیوں کے درمیان سے میں تیرے لئے خالص سفید دودھ نکالوں گا کہ نہ خون کی سرخی کو اس میں شامل ہونے دونگا، نہ گوبر کی بدبو کو اس میں شامل ہونے دونگا۔

تو رب کائنات نے فرمایا اے انسان گھبرا نہیں، میرا نام رب ہے اگر رزق کے دو راستے بند ہو گئے ہیں تو میں نے تیرے لئے رزق کے چار راستے کھول دیئے ہیں، ان چار راستوں سے انسان رزق حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور موت آ کر انسان کے رزق کے یہ چاروں راستے بند کر دیتی ہے، تو اللہ پاک عرش معلّٰی کی بلندیوں سے آواز دیتے ہیں، میرے بندے گھبرا نہیں، میرا نام اب بھی رب ہے دنیا میں تیرے رزق کا ایک راستہ بند ہوا تو میں نے دو راستے کھول دیئے دو راستے بند ہوئے تو میں نے تیرے لئے رزق کے چار راستے کھول دیئے اب اگر دنیا میں تو نے میرا رزق کھا کر میرے حکم کے مطابق زندگی بسر کی ہے، تو گھبرا نہیں میرا نام رب ہے۔

اگر موت نے تیرے رزق کے چار راستے بند کر دیئے تو میں نے تیرے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے ہیں، جنت کی آٹھ پھاٹکیں تیرے لئے کھول دی ہیں۔

تو میں نے یہ عرض کیا تھا کہ رب کا معنی آہستہ آہستہ پال کر حد کمال تک پہنچانا۔ اور یہ ساری تفصیل میں نے جسمانی تربیت کے متعلق عرض کی ہے، اور یہی حال اللہ پاک کا روحانی تربیت میں بھی ہے، اللہ پاک نے انسان کی جس طرح جسمانی تربیت کا انتظام کیا ہے، اسی طریقے سے اللہ پاک نے انسان کی روحانی تربیت کا انتظام فرمایا ہے اسی روحانی تربیت کے لئے اللہ پاک نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انہیں آسمانی کتابیں عطا فرمائیں۔

بات بڑی طویل ہوگئی میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس روحانی بیماری کو بیان کرنے کے لئے اللہ پاک نے ایک تو گھوڑوں کی وفاداری کی قسمیں اٹھائی ، دوسرا لفظِ رب ذکر فرما کرانسان کو متنبہ کیااور فرمایا :

" اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ "

کہ اے انسان تو غور کر، نافرمانی بھی کس کی کر رہا ہے ،اس ذات کی جس نے رحم مادر سے لے کر قبر تک، ماں کے پیٹ سے لے کر زمین کے پیٹ تک تیرے اوپر انعامات واکرام کی بارشیں برسائی ہیں ،تو اپنے اس منعم اور محسن کا ناشکرا اور نافرمان ہے۔وقت ختم ہو چکا ہے باقی ان شاءاللہ آئندہ جمعے عرض کروں گا۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

دوسری تقریر

سبب مرض کا بیان

الحمد لله نحمدهٗ و نستعينهٗ و نستغفرهٗ و نؤمن به
و نتوكّل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من
سيّئات اعمالنا من يهده الله فلا مضلّ له و من
يضلله فلا هادى له و نشهد ان لا اله الّا الله
وحده لا شريك له و لا نظير له و لا وزير له و لا
مثل له و لا مثال له و لا جدّ له و لا ندّ له و لا جدال
له و نشهد انّ سيّدنا و سندنا و نبيّنا و شفيعنا
و حبيبنا و حبيب ربّنا و مولانا محمّداً عبده
و رسوله صلّى الله تعالى عليه و على اله و اصحابه
و بارک و سلّم تسليماً كثيراً كثيراً ، امّا بعد :

فاعوذ بالله من الشّيطن الرّجيم

بسم الله الرّحمٰن الرّحيم

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ، وَإِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ
لَشَهِيْدٌ ، وَإِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ، أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا
بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ، وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ، إِنَّ
رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَخَبِيْرٌ ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ رَبِّ
اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً
مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً رَبِّ
زِدْنِيْ عَمَلاً سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا
إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ .

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

گذشتہ جمعہ کو سورۃ العادیات پر بیان کرنا شروع کیا تھا، یہ عرض کیا تھا کہ سورۃ العادیات میں تین چیزیں اللہ پاک نے بیان فرمائی ہیں، پہلی چیز ایک روحانی مرض کا بیان، دوسری چیز سبب مرض کا بیان، تیسری چیز علاج مرض کا بیان۔

سابقہ مضمون سے ربط:

گذشتہ جمعے کو پہلی چیز پر بیان ہوا کہ اللہ پاک نے گھوڑوں کی وفاداری کی قسمیں اٹھا کر انسان کے ناشکرا اور نافرمان ہونے کو بیان کیا، اور فرمایا:

"إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ"

لفظ رب لا کر اشارہ کر دیا کہ اے انسان تو سوچ کہ تو کس کی نافرمانی کر رہا

ہے، جس ذات نے پیدا ہونے سے لے کر تیرے مرنے تک تیرے اوپر اکرام وانعام کی بارشیں برسائی ہیں۔

اسی سلسلہ کی آخری بات یہ عرض کرنی ہے کہ اللہ پاک نے گھوڑوں کی وفاداری کی قسمیں کیوں اٹھائی ہیں؟ ان قسموں کے اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟ تو میرے دوستو اصل بات یہ ہے کہ گھوڑوں کا ذکر بطور مثال کے آ گیا ہے ورنہ یہاں مراد انسان کے علاوہ پوری کائنات ہے، اس لئے کہ اللہ پاک نے اس دنیا میں دو ہی چیزیں پیدا فرمائی ہیں۔ ایک انسان اور ایک انسان کے علاوہ پوری کائنات، اور ان دونوں کے پیدا کرنے سے اللہ پاک کا مقصد جدا تھا، انسان کو پیدا کرنے سے اللہ پاک کا مقصد الگ تھا، اور کائنات کو پیدا کرنے سے اللہ پاک کا مقصد الگ تھا۔ کائنات کی تخلیق سے مقصد یہ تھا کہ وہ انسان کی خدمت کرے اور انسان کی تخلیق سے مقصد یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کرے۔

اللہ پاک نے گھوڑوں کی مثال دے کر یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اے انسان اپنے علاوہ پوری کائنات پر غور کر کہ ان کو جس مقصد کے لئے میں نے پیدا کیا تھا، وہ مقصد ان سے پورا ہو رہا ہے، وہ اپنا مقصد ادا کر رہے ہیں، چاند، سورج، ستارے، پانی، ہوا، جانور سب انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، لیکن انسان کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا تھا وہ مقصد انسان ادا نہیں کر رہا ہے، انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت نہیں کر رہا ہے، تو کیا یہی انسان اشرف المخلوقات ہے جو اپنا مقصدِ تخلیق بھی ادا نہیں کر رہا ہے، نہیں! نہیں۔

ایسے انسانوں کے بارے میں قرآن کریم نے اعلان کیا:

" اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ "

یہ اشرف المخلوقات نہیں، بلکہ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں، اس لئے کہ جانوروں میں نہ عقل ہے نہ شعور، نہ سوچنے اور نہ سمجھنے کی صلاحیتیں ہیں، پھر بھی وہ جس کا کھاتے ہیں اسی کا گاتے ہیں، اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل بھی دیا سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں سے بھی مالا مال کیا، اور پھر اس کو سمجھانے کے لئے پیغمبر بھیجے، آسمان سے کتابیں نازل کیں مگر اس کے باوجود یہ اپنا مقصد ادا نہیں کر رہا، اس لئے فرمایا:

" اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ "

اس کے بعد فرمایا:

"وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰالِکَ لَشَهِیْدٌ "

کہ اگر میرے قسمیں اٹھانے کے باوجود بھی انسان کی نافرمانی اور ناشکرا ہونے میں تمہیں شک ہو تو اپنے معاشرے کے اپنی سوسائٹی کے اور سماج کے کسی بھی انسان کو کھڑا کر کے اس کی زندگی کے چوبیس گھنٹوں کا بڑے غور اور تدبر سے مطالعہ کرو تو اس کی زندگی کا ہر ہر دن ہر ہر رات ہر ہر گھنٹہ ہر ہر منٹ ہر ہر لحہ علی الاعلان یہ گواہی دے گا، واقعی یہ انسان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔

اس کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، ہنسنا رونا، اس کی شادی، اس کی غمی، اس کی زندگی کا ہر ہر کام علی الاعلان گواہی دے گا کہ یہ انسان واقعی اللہ کا

نافرمان اور ناشکرا ہے۔

دوسری چیز: ''سبب مرض کا بیان''

اس سورت عادیات میں دوسری چیز یہ بیان کی گئی ہے، کہ انسان کو ناشکرااور نافرمان ہونے والی بیماری کیوں لگی، آپ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں وہ نبض دیکھ کر بتاتے ہیں کہ آپ کو بخار ہے، نزلہ زکام اور کھانسی ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ رات کو باہر سو گئے تھے تو شبنم اور ٹھنڈک کی وجہ سے آپ کو بخار نزلہ اور زکام ہو گیا، اسی طرح اللہ پاک نے بھی اس سورت میں یہ بیان فرمایا کہ انسان کو نافرمان اور ناشکرا ہونے کی بیماری کیوں لگی، اور اس بیماری کے لگنے کا سبب کیا ہے تا کہ اس سبب کو دور کر کے اس بیماری پر قابو پایا جا سکے تو اللہ پاک نے فرمایا:

" وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ "

اس بیماری کے لگنے کا سبب دنیا کی محبت ہے، یعنی انسان کے دل کی گہرائیوں میں دنیا کی محبت داخل ہو چکی ہے اور وہ محبت اس کو خدا کی نافرمانی پر اکساتی رہتی ہے، برانگیختہ کرتی رہتی ہے، اس دنیا کی محبت سے مجبور ہو کر انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔

یہی مضمون سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد گرامی میں بیان فرمایا ہے:

" حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ "

فرمایا دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے اور ہر گناہ کی بنیاد ہے۔

اب میرے دوستو! ہم دن اور رات میں جن گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی جن نافرمانوں میں مبتلا ہیں، ان گناہوں کا اور ان نافرمانیوں کا اگر ہم بغور جائزہ لیں تو ہم پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اللہ اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا کہ:

" حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ "

کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور ہم جتنے گناہ کر رہے ہیں ان سب کا سبب صرف ایک ہی ہے۔

ایک انسان مثلاً رشوت لیتا ہے، سودی کاروبار کرتا ہے، انعامی بانڈز کی شکل میں جوا کھیلتا ہے، یہ سب دنیا کی محبت کی وجہ سے کر رہا ہے، جماعت کی نماز چھوڑ دیتا ہے، نیند کی وجہ سے، یا دوکان پر گاہکوں کی کثرت کی وجہ سے ناپ تول میں کمی کرتا ہے، دوسرے مسلمان کو دھوکہ دیتا ہے، یہ سب دنیا کی محبت کی وجہ سے کر رہا ہے، یا شادی بیاہ کی تمام رسمیں ادا کرتا ہے، کھڑے ہو کر کھانا کھلانے کا انتظام کرتا ہے وڈیو فلم بناتا ہے یا بنواتا ہے، یہ سب اس لئے کہ برادری والے ناراض نہ ہو جائیں، خاندان ناراض نہ ہو جائے۔

یا مرنے کے بعد کی تمام رسمیں ادا کرتا ہے، تیجہ، ساتواں، چالیسواں صرف برادری والوں کو راضی کرنے کے لئے کرتا ہے، یہ سب گناہ دنیا کی محبت کی وجہ سے کر رہا ہے اور اس پر قرآن میں اللہ پاک نے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاءُ كُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ
وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوهَا
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا
أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ
فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ " (پ۱۰ سورۃ توبہ)

دنیا کی جو چیزیں اللہ کے حکم پر چلنے میں رکاوٹ بن سکتی تھیں، اور جن جن چیزوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا سبب بن سکتی تھی، سب کا نام لے کر ارشاد فرمایا کہ اگر ان چیزوں کی محبت تمہارے دلوں میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے زیادہ ہوگئی تو پھر خدا کے عذاب کا انتظار کرنا، فرمایا:

قُلْ، اے میرے محبوب آپ اعلان فرمادیں۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاءُ كُمْ، اگر تمہارے اباجان۔

وَأَبْنَاؤُكُمْ، اور تمہارے بیٹے۔

وَإِخْوَانُكُمْ اور تمہارے بھائی۔

وَأَزْوَاجُكُمْ، اور تمہاری بیویاں۔

وَعَشِيرَتُكُمْ، اور تمہاری برادری اور تمہارا خاندان۔

وَأَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوهَا، اور تمہارا وہ مال جو بڑی مشکل سے تم نے کمایا۔

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا، اور تجارت دوکانداری اور کاروبار جس کے بند ہونے کا تمہیں خطرہ ہو۔

وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا ، اور بڑے بڑے بنگلے جو تمہیں بہت ہی اچھے لگتے ہیں۔

اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ

فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

اگر یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو پھر تم انتظار کرو اللہ کے عذاب کا۔

مطلب ان کی محبت کے زیادہ ہونے کا یہ ہے کہ ایک طرف اللہ کا فرمان ہو اور نبی کا فرمان ہو اور دوسری طرف مقابلے میں تمہارا ابا جان ہو، تمہارے بیٹے ہوں، تمہارے بھائی ہوں، تمہاری بیویاں ہو، اگر اللہ کے فرمان اور نبی کے فرمان پر عمل کرتے ہو تو ابا جان کو چھوڑنا پڑتا ہے، بیٹوں کو چھوڑنا پڑتا ہے، بھائیوں کو الوداع کہنا پڑتا ہے، بیوی سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے، اب تمہیں چاہیئے کہ اللہ کے فرمان پر عمل کرو اور نبی کے فرمان پر عمل کرو اور اپنے ابا جان کو، بیٹوں کو، بھائیوں کو، بیویوں کو چھوڑ دو، اگر تم نے ایسا نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو چھوڑ دیا، نبی کے فرمان کو چھوڑ دیا، اور ابا جان کو بیٹوں کو، بھائیوں کو، بیوی کو نہ چھوڑ سکے تو سمجھ لو کہ تمہارے دل میں برادری کی محبت زیادہ ہے، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کم ہے تو پھر خدا کے عذاب کا انتظار کرو۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ کا فرمان اور نبی کا فرمان دوسری طرف تمہاری پوری برادری ہو، اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان پر چلتے ہو تو برادری کو چھوڑنا پڑتا ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں کہ تیجا، چالیسواں حرام ہے، ان کو چھوڑ دو، برادری کہتی ہے، یہ سارے کام کرنے پڑیں گے، ورنہ ہم ناراض ہو جائیں گے، تو آپ کو چاہیئے برادری کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرو اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو سمجھ لو آپ کے دل میں برادری کی محبت زیادہ ہے، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کم ہے، تو پھر خدا کے عذاب کا انتظار کرو۔

تو خلاصہ یہ ہے کہ ویسے تو ہر ایک کہتا ہے کہ مجھے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت زیادہ ہے، مگر پتہ چلتا ہے مقابلے کے وقت، امتحان ہوتا ہے مقابلے کے وقت، جب ایک طرف اللہ کا فرمان ہوتا ہے اور نبی کا فرمان ہوتا ہے، اور دوسری طرف مقابلے میں یہ ساری چیزیں ہوتی ہیں جن کا، ذکر اللہ پاک نے اس آیت میں فرمایا ہے، پھر پتہ چلتا ہے کہ محبت کس کی زیادہ ہے، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یا ان چیزوں کی۔

بات لمبی ہوگئی میں عرض کر رہا تھا کہ ہم جتنے گناہ کرتے ہیں، سب کا سبب صرف ایک ہی ہے دنیا کی محبت۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے، کہ اس کا تو یہ مطلب ہے

کہ ہم دنیا کو تین طلاقیں دے دیں، دکانیں بند کر دیں، کاروبار چھوڑ دیں، ملازمتوں سے استعفیٰ دے دیں، اور راہبانہ زندگی اختیار کر دیں، مسجد کے کونے میں بیٹھ کر اللہ اللہ شروع کر دیں، حالانکہ حدیث میں ہے "لا رھبانیۃ فی الاسلام" اور صحابہ کرام میں بھی بڑے بڑے مالدار گذرے ہیں، اولیاء کرام بھی بڑے بڑے مالدار گذرے ہیں، بڑے بڑے تاجر گذرے ہیں، انبیاء علیہم السلام میں بھی بعض پیغمبر بڑے بڑے مالدار گذرے ہیں، خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت فرمائی ہے، یہ سوال تقریباً اکثر لوگوں کے ذہن میں ہوتا ہے۔

جواب:

اصل میں بات یہ ہے کہ کسب دنیا اور چیز ہے، حب دنیا اور چیز ہے، کسب دنیا کے بغیر انسان دنیا میں زندگی نہیں گذار سکتا، کسب دنیا تو فرض ہے کہ جائز طریقے اختیار کر کے مال کمائے اور بیوی بچوں کا پیٹ پالے اور جن کے حقوق اس کے ذمے ہیں ان کے حقوق ادا کرے۔

لیکن حب دنیا بالکل دوسری چیز ہے، دنیا کی محبت کو دل میں بالکل جگہ نہ دے، ایسا نہ ہو کہ چوبیس گھنٹے بس دنیا ہی کی فکر میں پڑا رہے، اور آخرت کی فکر سے غافل ہو جائے اور دنیا کی چیزوں کو شریعت کے احکام پر ترجیح دینا شروع کر دے، تو کسب دنیا کی اجازت ہے بلکہ خاص حالات میں فرض ہے، اور حب دنیا جب اس حد تک پہنچے کہ شریعت کے احکامات ترک کرنے پڑ جائیں، تو ایسی حب دنیا حرام ہو

جاتی ہے، بس مسلمانوں کی یہ شان ہونی چاہئے۔

دل بیار دست بکار

مال و دولت کے انبار لگے ہوئے ہوں اور لاکھوں میں کھیل رہا ہو، مگر دل خدا کی طرف متوجہ ہو تو پھر یہ دنیا انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی، صحابہ کرام، انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام، سب کے سب دنیا کرتے تھے، مگر دنیا کی چیزیں ان کو خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی تھیں۔

عبدالرحمان عوف رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بہت بڑے تاجر تھے، بڑے بڑے شہروں میں ان کی تجارتی منڈیاں چلتی تھیں، جب مال آتا تو دراہم و دینار کے ڈھیر لگ جاتے مگر دل کی حالت یہ تھی کہ جب دسترخوان پر کھانا لگایا جاتا تو سوڈیڑھ سو آدمی ساتھ کھانے والے ہوتے، کھانا لگایا جاتا تو حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بن عوف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد کر کے رونے لگتے کہ اے اللہ تیرے پیغمبر کو کبھی پیٹ بھر کر روٹی نصیب نہ ہوتی تھی تین تین ماہ تک چولہے میں آگ نہ جلتی تھی، اور ہمارے دسترخوان پر اتنے کھانے جمع ہو گئے ہیں کہ کہیں ہماری قربانیوں کا بدلہ آخرت کے بجائے دنیا میں تو نہیں دیا جا رہا، کہیں ہمیں آخرت کی نعمتوں سے محروم تو نہیں کیا جا رہا، ایسا فرماتے جاتے اور رونا شروع کر دیتے، صاحب دل تھے، ان کے رونے کی وجہ سے سب حاضرین پر بھی گریہ طاری ہو جاتا چنانچہ بغیر کھائے پیئے

دسترخوان اٹھالیا جاتا، دو تین دن کا فاقہ اسی طرح ہو جاتا۔

تو میرے دوستو! اتنی بڑی تجارت کے باوجود دل کی حالت یہ تھی "دل بیار دست بکار" کے پورے مصداق تھے، تو دنیا کمانی تو ضروری ہے مگر دل کی گہرائیوں میں دنیا کو جگہ نہیں دینی۔

مولانا رومی کی بیان کردہ عجیب مثال:

مولانا رومی رحمہ اللہ نے انسان کے دل اور دنیا کی عجیب مثال بیان فرمائی ہے: فرمایا

انسان کے دل اور دنیا کی مثال پانی اور کشتی کی طرح ہے کہ کشتی کو پانی کی سخت ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ پانی کے بغیر کشتی نہیں چل سکتی مگر تب کہ جب پانی کشتی کے نیچے رہے اندر داخل نہ ہو تو وہ کشتی کے لئے مفید ہے، اور اس کو منزل تک کے کنارے تک پہنچائے گا، اور اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو وہی پانی کشتی تباہی اور بربادی کا سبب بن جائے گا، کشتی بھی غرق ہو جائے گی، اور کشتی کے اندر بیٹھنے والے بھی ڈوب جائیں گے۔

بالکل یہی حال انسان کے دل اور دنیا کا ہے، کہ دنیا کی انسان کو سخت ضرورت ہے، دنیا کے بغیر انسان زندگی نہیں گذار سکتا، مگر دنیا انسان کیلئے اس وقت تک مفید ہے، جب تک دل کے باہر باہر رہے اندر داخل نہ ہو اور جب دنیا دل کے اندر داخل ہو گئی، دل کی گہرائیوں تک جا پہنچی تو پھر یہی دنیا انسان کی تباہی

اور بربادی کا سبب بن جائے گی۔

وقت زیادہ ہو رہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمام گناہوں کا سبب اور تمام گناہوں کی بنیاد دنیا کی محبت ہے، اس سبب کو ختم کرنا ہوگا تب جا کر نافرمانی والی بیماری دور ہوگی، اب یہ سبب کیسے دور ہوگا، اس کیلئے آئندہ جمعہ کا انتظار کریں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

تیسری تقریر

علاج مرض کا بیان:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ
وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَيِّـاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ
يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا
مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ
لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَشَفِيْعَنَا
وَحَبِيْبَنَا وَحَبِيْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ، وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ، إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَخَبِيْرٌ ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِيْ عَمَلاً سُبْحَانَكَ لاَ عِلْمَ لَنَا إِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ .

سابقہ مضمون سے ربط:

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! گذشتہ دو جمعوں سے سورت العادیات پر بیان چل رہا ہے، گذشتہ دو جمعوں کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے سورۃ والعادیات میں تین چیزیں بیان فرمائی ہیں، پہلی چیز ایک روحانی مرض، دوسری چیز سبب مرض، ان دونوں پر گذشتہ دو جمعوں میں بڑی تفصیل سے بات ہو چکی ہے، آج تیسری چیز پر عرض کرنا ہے، تیسری چیز اللہ پاک نے اس سورت میں علاج مرض بیان فرمائی ہے، کہ انسان کو جو نافرمانی اور ناشکرا ہونے کی بیماری لگی ہوئی ہے، اس بیماری کا علاج کیسے کیا جائے وہ کونسا نسخہ ہے، جسکے استعمال کرنے سے انسان کی یہ بیماری ختم ہو جائے گی۔

سورت کی ان آخری آیات میں اللہ پاک نے وہ نسخہ بیان فرمایا ہے، سبحان اللہ ایسا آسان نسخہ جس پر کوئی پیسہ نہ لگے، اور کوئی خاص وقت بھی نہ لگے، جس

کو ہر آدمی استعمال کر سکتا ہے، امیر سے امیر ترین آدمی بھی وہ نسخہ استعمال کر سکتا ہے، اور غریب سے غریب ترین انسان بھی وہ نسخہ استعمال کر سکتا ہے، اور بالکل نکما اور بیکار آدمی بھی وہ نسخہ استعمال کر سکتا ہے، غرض جیسے بیماری عام تھی اللہ پاک نے اس کے علاج کو بھی اتنا عام اور آسان بنا دیا۔

وہ نسخہ یہ بیان فرمایا کہ موت اور مابعد الموت کو یاد کرو، اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔

" أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ "

کیا وہ انسان جو دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ کی نافرمانی پر تلا ہوا ہے کیا وہ انسان یہ بات نہیں جانتا کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے، جب قبروں میں دفن شدہ تمام مردوں کو اٹھا دیا جائے گا۔

" وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ "

اور سینوں میں چھپے ہوئے راز بھی ظاہر ہو جائیں گے۔

" إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَخَبِيْرٌ "

بے شک ان کا پروردگار اس دن ان کے متعلق خبر رکھنے والا ہوگا۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ اگر دنیا کی محبت کو ختم کرنا چاہتے ہو تو موت اور مابعد الموت کو یاد کرو، اور یہی نسخہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد گرامی میں بیان فرمایا:

" اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَادِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ "

یعنی لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو، اس علاج کا حاصل یہ ہے، کہ انسان کو جو نافرمانی والی بیماری لگی ہوئی ہے، اس کا سبب دنیا کی محبت اور لذتوں کا حصول ہے، اور جب موت کو یاد کریگا اور یہ تصور کریگا کہ یہ سب ایک دن چھوٹ جائیگا، اور یہ سب ایک دن ختم ہو جائے گا، اور جب بار بار تصور کرے گا تو مزہ ہی نہ آئے گا، اور دنیا کی محبت ختم ہو جائے گی تو خود بخود وہ گناہ چھوٹ جائے گا۔

دنیا میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، مثلاً ایک آدمی کھانا کھا رہا ہے، بڑا نفیس اور بڑا قیمتی کھانا ہے، مگر اس کو یہ خطرہ بھی لگا ہوا ہے، کہ ابھی کوئی آئے گا اور مجھے کھانے سے محروم کر دے گا، پولیس مجھے پکڑ کر لے جائے گی، یا فوج پکڑ کر لے جائے گی تو کھانے میں اس کو بالکل مزہ نہ آئے گا، اسی طرح کوئی وزیر اعظم بنا ہوا ہے، وزارت عظمیٰ کے عہدے پر یا کسی اور بڑے عہدے پر فائز ہے، مگر اس پر کوئی مقدمہ بھی قائم ہے، اور مقدمہ چل رہا ہے، اب وزارت کے عہدے کے ساتھ اس پر یہ خوف بھی غالب ہے کہ مجھے وزارت سے برطرف کر دیا جائے گا، یا مجھے سزا ہو جائے گی۔

تو میرے دوستو! اس خوف اور خطرے کی وجہ سے اس کو اتنے بڑے عہدے میں بالکل لذت نہیں آئی گی۔

غرض میرے دوستو یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس چیز کے ختم ہونے کا خطرہ ہو اس میں بالکل لذت اور مزہ نہیں ہوتا، اور وہ چیز انسان کی محبوب نہیں رہتی، پس

علاج کا حاصل یہ ہوا کہ اگر تم سے گناہ بوجہ لذت اور دنیا کی محبت کے نہیں چھوٹتے، تو ہم علاج بتادیتے ہیں، کہ تم یہ یاد کرلیا کرو کہ یہ سب لذتیں ختم ہونے والی ہیں، جب اس کا تصور کامل ہوگا تو تمام گناہ چھوٹ جائیں گے۔

موت سے تو لذت کا ختم ہوجانا بہت ظاہر ہے، موت کے مقدمات سے بھی لذات ختم ہوجاتی ہیں، موت کے دو مقدمے ہیں، ایک بیماری دوسرا بڑھاپا، یہ دونوں موت کے مقدمے ہیں، دیکھیں ان دونوں میں لذات کا خاتمہ کیسے ہوجاتا ہے، بیماری میں تو کسی شئی کا لطف ہی نہیں آتا، اچھے اچھے لذیذ کھانے کڑوے معلوم ہوتے ہیں، اکثر کھانے تو ایسے ہوتے ہیں کہ ڈاکٹر اور حکیم پابندی لگا کر ان کو بند کردیتے ہیں، اور اگر وہ بند نہ بھی کریں تو انسان کے منہ کا ذائقہ ایسا تبدیل ہوجاتا ہے کہ کوئی کھانا مزہ ہی نہیں دیتا، سب شہوانی جوش وخروش ختم ہوجاتا ہے، بلکہ بولنا تک برا معلوم ہوتا ہے، بعض مرتبہ کسی کا پوچھنا اور عیادت کرنا بھی برا معلوم ہوتا ہے، اسی لئے حدیث شریف میں فرمایا۔

"مَنْ عَادَ مِنْکُمْ مَرِیْضاً فَلْیُخَفِّفِ الْجُلُوْسَ "

یعنی جو شخص تم میں سے کسی مریض کی عیادت کرے تو اس کو چاہئے کہ کم بیٹھے سبحان اللہ شریعت نے بڑی باریک باریک چیزوں کی رعایت کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرض اور بیماری میں کسی شئی کی حلاوت باقی نہیں رہتی ہر چیز میں بے لطفی ہوتی ہے نہ کھانے کو جی چاہتا ہے نہ پینے کو۔

اسی لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"لاَ تُكْرِهُوْا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ"

اپنے مریضوں کو کھانے پر مجبور نہ کریں۔

موت کا دوسرا مقدمہ بڑھاپا ہے اس میں بھی سارے مزے ختم ہو جاتے ہیں کھانے پینے کا لطف نہیں رہتا اس لئے کہ کھانے کا مزہ تب ہوتا ہے جب بھوک لگے اور بڑھاپے میں بھوک نہیں لگتی اگر تھوڑی بہت بھوک لگتی بھی ہو تو وہ چیزیں نہیں کھا سکتے جن کے کھانے کو دل چاہتا ہے اس لئے کہ دانت سب رخصت ہو چکے ہوتے ہیں۔

اور اگر کچھ کھا پی بھی لیں تو وہ ہضم نہیں ہوتا معدہ صحیح کام نہیں کرتا ٹھنڈا پانی نہیں پی سکتے نزلے کا خطرہ رہتا ہے نیند نہیں آتی اس لئے کہ دماغ میں یبوست اور خشکی زیادہ ہو جاتی ہے، غرض بڑھاپے میں زندگی کے مزے جاتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمارے شیخ حضرت امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ ایک مصرعہ پڑھا کرتے تھے۔

ع جوانی گئی زندگانی گئی

ہمیں اس پر بڑا تعجب ہوتا تھا اور بڑی حیرانگی ہوتی تھی کہ جوانی جانے کے ساتھ زندگانی کیسے چلی جاتی ہے، مگر جب اپنے اوپر گذری تب معلوم ہوا کہ واقعۃً بڑھاپے میں زندگی کا لطف نہیں ہوتا۔

اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ بڑھاپے کے زمانے میں گناہ کرنا اللہ کو بہت زیادہ ناپسندیدہ ہے، حدیث شریف میں تین شخصوں پر لعنت آئی ہے:

(۱) مَلِکِ کذّاب پر کہ بادشاہ ہو کر بھی جھوٹ بولے، اس پر خدا کی لعنت اس لئے ہے کہ جب وہ بادشاہ ہے تو اس کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے جھوٹ تو وہ بولے جو کسی سے دبتا ہو ڈرتا ہو۔

(۲) عائلِ متکبر یعنی غریب ہو کر بھی تکبر کرے تو اس پر بھی خدا کی لعنت اس لئے ہے کہ تکبر کا باعث تو کوئی ہے نہیں پھر بھی تکبر کر رہا ہے۔

(۳) شیخ زانی پر کو بوڑھا ہو کر بھی زنا کرے، اس پر بھی خدا کی لعنت ہو، اور یاد رکھو بدنگاہی بھی زنا ہے۔ تو بوڑھے زانی پر خدا کی لعنت اس لئے ہے کہ تقاضا کرنے والی چیز کوئی اندر موجود نہیں پھر بھی گناہ سے باز نہیں آتا، اس وقت تو اس کو چاہئے تھا کہ مرنے کے قریب ہے آخرت کی فکر کرتا اب بھی یہ گناہوں کی طرف بھاگ رہا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ پاک نے فرمایا :

" اَوَلَمْ نُعَمِّرْ کُمْ مَا یَتَذَکَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَ کُمُ النَّذِیْرُ "

جہنمی جہنم میں جانے کے بعد شور مچائیں گے :

" وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ "

جہنمی کہیں گے اے اللہ ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج تا کہ ہم نیک عمل کریں

زندہ کیا جاؤں پھر کیا قتل کیا جاؤں۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نسخہ بھی بتا دیا اور اس کے استعمال پر انعام کا وعدہ بھی فرمایا۔

نسخے کے استعمال کا طریقہ:

نسخے کو استعمال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دن اور رات میں سے کچھ وقت پابندی کے ساتھ نکال کر اس کام کے لئے مختص کریں اور کوئی وقت نہ ملے تو ایک وقت میں آپ کو ایسا بتاتا ہوں کہ اس وقت آپ دنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتے اور وہ وقت آپ کا دنیوی اعتبار سے بالکل فارغ ہے، اور وہ وقت یہ ہے کہ جب آدمی بستر پر لیٹتا ہے سونے کے ارادے سے تو کچھ وقت انسان پر ایسا گذرتا ہے کہ اس وقت اس کو نیند نہیں آتی تو یہ وقت دنیا کے اعتبار سے بالکل فارغ ہے، دنیا کا کوئی کام اس میں نہیں کر سکتا تو اس وقت کو آپ ضائع مت کریں، یہی وقت اس نسخے کے استعمال کے لئے خاص کر لیں۔

جب آپ بستر پر لیٹ جائیں تو تصور کریں اور سوچیں کہ میرا انتقال ہو چکا ہے، گھر والے رو رہے ہیں، پھر مجھے غسل دیا جا رہا ہے، کفن پہنایا جا رہا ہے، میری نماز جنازہ پڑھی جا رہی ہے، پھر میرے جنازے کو اٹھا کر لے جایا جا رہا ہے، قبرستان پہنچنے کے بعد مجھے دفن کر دیا جاتا ہے، منوں مٹی ڈال کر سارے رشتہ دار واپس آجاتے ہیں، میری اللہ کے دربار میں پیشی ہوتی ہے، اللہ پاک میرے گناہوں کو یاد

دلا دلا کر ایک ایک گناہ کے متعلق سوال فرما رہے ہیں، میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

یہ تصور بار بار کریں، ابتداء میں مشکل بھی پیش آئے گی، اور اس پر سستی بھی آئے گی، مگر رفتہ رفتہ موت پر ایسا یقین ہوجائے گا کہ ہر گناہ کا چھوڑنا آسان ہوجائے گا، اور دنیا کی محبت ختم ہوجائے گی۔ ہر کام کرنے سے پہلے موت یاد آئے گی کہ اس کام کا جواب مجھے مرنے کے بعد دینا ہوگا۔ اس نسخے کو استعمال کرتے کرتے وہ حال ہوجائے گا، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تھا۔ اور جو حال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم استنجے کے بعد تیمم کرلیتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ پانی تو موجود ہے، تو فرمایا کہ کیا معلوم پانی تک میں زندہ بھی رہتا ہوں یا نہیں۔

بہرحال اس نافرمانی والی بیماری کے لگنے کا سبب حبِّ دنیا ہے اور حبِّ دنیا کا علاج موت اور مابعد الموت کو یاد کرنا ہے، اللہ پاک ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مستقل تقریر

ایک لاعلاج روحانی بیماری کا بیان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ
وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ
يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا
مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ
لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَشَفِيْعَنَا
وَحَبِيْبَنَا وَحَبِيْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ

فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِيْ عَمَلاً سُبْحَانَكَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

اسمیں کوئی شک نہیں کہ انسان خطا کا پتلا ہے اور اس سے ہر وقت گناہ کا صدور ہوتا رہتا ہے، ہم جتنے بھی یہاں بیٹھے ہیں ہم میں سے کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مجھ سے آج تک کسی گناہ کا صدور نہیں ہوا۔ لیکن میرے دوستو خطرے کی بات یہ ہے کہ گناہوں کے ساتھ ساتھ آج کل ہمارے اندر ایک بہت ہی خطرناک بیماری پیدا ہو چکی ہے اور وہ ہے احساس گناہ کا فقدان، کہ انسان گناہ کو گناہ نہ سمجھے، اور اپنے آپ کو گناہ گار نہ سمجھے یہ بڑی خطرناک بیماری ہے، جب کسی انسان میں یہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے، تو اس کی اصلاح پھر ناممکن ہے، اور اس انسان کو یہ بیماری تباہی تک پہنچا کر چھوڑتی ہے۔

اسی طرح اگر یہ بیماری کسی قوم میں پیدا ہو جائے تو اس قوم کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے، اور یہ بیماری اس قوم کو تباہی تک، بربادی تک پہنچا کر چھوڑتی ہے۔

تو میرے دوستو یہ بڑی خطرناک بیماری ہے، کہ آدمی گناہ کرے اور پھر

اپنے آپ کو گناہ گار نہ سمجھے اور اپنے گناہوں کو گناہ نہ سمجھے۔ جیسے ایک آدمی کو بڑی خطرناک جسمانی بیماری لگی ہوئی ہے اور وہ اپنے آپ کو بیمار سمجھتا ہے اور اپنی بیماری کو بیماری سمجھتا ہے تو اس کو ایک فکر لگی ہوئی ہوگی اور وہ علاج کے لئے ڈاکٹروں کے پاس جائے گا، اگر ڈاکٹری علاج سے بیماری دور نہ ہوئی تو ہومیو پیتھی ڈاکٹروں کے پاس جائے گا، اور پھر بھی بیماری دور نہ ہوئی تو یونانی علاج کرائے گا اور حکیموں اور ماہر طبیبوں کے پاس جائے گا، اگر اپنے شہر میں علاج نہ ہو سکا تو دوسرے شہر میں جانے کے لئے بھی تیار ہو جائے گا، اور اگر اپنے صوبے میں علاج نہ ہو سکا تو دوسرے صوبے میں جانے سے بھی دریغ نہیں کرے گا، حتیٰ کہ اگر اپنے ملک میں علاج نہ ہو سکا تو بیرون ملک جانے کے لئے بھی تیار ہو جائے گا۔ یہ ساری تکالیف اٹھانے کے لئے وہ اس لئے تیار ہو جائے گا کہ اس کے دل میں ایک فکر لگی ہوئی ہے۔ اس کے دل میں یہ احساس پیدا ہو چکا ہے کہ میں بیمار ہوں اگر میں نے اس کا علاج نہیں کروایا ،تو یہ بیماری مجھے تباہی کے کنارے پہنچا دے گی، اس فکر اور بھاگ دوڑ کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ایک نہ ایک دن اس کی بیماری دور ہو جائے گی اور وہ تندرست ہو جائے گا۔ لیکن اس کے مقابلے میں ایک شخص ایسا ہے کہ بیماری تو اس کو بڑی سخت لگی ہوئی ہے مگر وہ اپنے آپ کو بیمار نہیں سمجھتا بلکہ تندرست وتوانا سمجھتا ہے اور اپنی بیماری کو بیماری نہیں سمجھتا، اور اس کے دل میں اپنی بیماری کا احساس نہیں ہے، تو خود اس کا علاج کرانا تو بڑے دور کی بات ہے اس کو جو علاج اور دوا کا مشورہ بھی دے گا، اس کو بھی پاگل اور دیوانہ سمجھے گا، اور کہے گا کہ علاج تو وہ کرائے جو بیمار ہو میں تو بالکل تندرست اور توانا

ہوں مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس جا کر اپنا پیسہ اور وقت برباد کروں۔

تو میرے دوستو اس کی اس بے فکری کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ بیماری آخر کار بڑھتے بڑھتے اس کو ہلاک کر ڈالے گی۔

اسی طرح میرے دوستو ایک آدمی گناہ کرتا ہے اللہ کی نافرمانیاں کرتا ہے۔ اللہ کے احکامات کو توڑتا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کے دل میں یہ احساس بھی ہے کہ میں گناہ کر رہا ہوں اور بہت بڑے جرم کا ارتکاب کر رہا ہوں، اور جرم بھی اس ذات کا کر رہا ہوں جس ذات کے انعام واکرام کی بارشیں ہر وقت میرے اوپر برستی رہتی ہیں۔

تو میرے دوستو ایک نہ ایک دن اس کو ضرور ہدایت حاصل ہوگی، ایک نہ ایک دن ضرور اس کو توبہ کی توفیق نصیب ہوگی، اور وہ گناہوں کو چھوڑ کر اللہ کا فرمان بردار بن جائے گا اور اپنی آخرت کو تباہی سے بچالے گا، اس کے مقابلے میں دوسرا وہ شخص ہے جو گناہوں میں سر سے لے کر پاؤں تک غرق ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں مبتلا ہے، اور اللہ کے مقرر کردہ حدود کو توڑ رہا ہے مگر وہ اپنے گناہوں کو گناہ نہیں سمجھتا اور اپنے آپ کو گناہگار نہیں سمجھتا ہے اور اس کے دل میں گناہوں کا احساس تک نہیں ہے۔ تو بڑے خطرے کی بات ہے، ایسے آدمی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی اور وہ اسی طرح گناہوں میں مبتلا رہتا ہے یہاں تک کہ اسی حالت میں اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ تو جس حال میں موت واقع ہوگی اس حال میں قیامت

کے میدان میں اٹھایا جائے گا۔

تو میرے دوستو احساس گناہ کا فقدان بڑے خطرے کی بات ہے، بڑی خطرناک بیماری ہے، جس کو یہ بیماری لگ جائے اس کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، بدعتی کو توبہ کی توفیق بہت کم نصیب ہوتی ہے کیوں کہ وہ کرتا گناہ ہے مگر سمجھتا ہے کہ میں نیک کام کر رہا ہوں، اچھا کام کر رہا ہوں، توبہ تو گناہ سے کی جاتی ہے نیک کام سے توبہ نہیں کی جاتی، تو بدعتی اپنے گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا، اور اس کے دل میں گناہ کا احساس نہیں ہوتا اس لئے اس کو توبہ کی توفیق بہت کم نصیب ہوتی ہے۔

شیطان راندہ درگاہ کیوں ہوا؟

یہی وہ بیماری تھی جس نے شیطان کو راندۂ درگاہ بنایا تھا، اور مردود بنوادیا ہزاروں سال کی عبادت ضائع ہوگئی، اللہ پاک نے جب تمام فرشتوں کو اور شیطان کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرو تمام فرشتوں نے اللہ پاک کے حکم کی تعمیل کی اور حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کر لیا، مگر شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور سجدہ نہ کیا، جب اللہ پاک نے شیطان سے پوچھا تم نے سجدہ کیوں نہ کیا:

"مَامَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ"

کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے منع کر دیا جب کہ میں نے تجھے سجدہ

کرنے کا حکم دیا۔ تو اب شیطان کو چاہئے تھا کہ ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے میں نے جرم کا ارتکاب کیا ہے اے اللہ میرا یہ جرم معاف فرما، مگر شیطان نے معافی نہ مانگی اور اپنی غلطی کی تاویل کرنے لگا اور کہنے لگا:

" اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ "

شیطان کہنے لگا میں اس آدم سے بہتر ہوں اس لئے کہ مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا، آگ کا کام ہے بلندی کی طرف جانا اور مٹی کا کام ہے پستی کی طرف جانا، تو بلندی پستی کے سامنے کیسے جھک سکتی ہے، تو شیطان کے دل میں اپنے گناہ کا احساس نہیں تھا اس لئے اس کو توبہ کی توفیق نہیں ہوئی اور ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ بنا دیا گیا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میں تین عینیں تھیں ایک عین کی کمی تھی اگر وہ بھی ہوتی تو ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کرتا شیطان عالم بھی تھا، عابد بھی تھا، عارف بھی تھا۔ عالم ایسا تھا کہ فرشتوں کا بھی استاد تھا، معلم الملکوت اس کو کہا جاتا ہے، عابد ایسا تھا کہ ہزاروں سال عبادت کی، اور عارف ایسا تھا کہ عین عتاب الٰہی کے وقت جب راندۂ درگاہ بنایا جا رہا تھا اس وقت بھی اللہ سے دعا مانگی:

" رَبِّ اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ "

جانتا تھا کہ اس وقت بھی اللہ پاک دعا کو رد نہیں فرمائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ نے اس کی دعا قبول فرمائی، تو عالم کی بھی عین تھی، عابد کی بھی عین تھی، عارف کی بھی عین تھی، صرف ایک عین کی کمی تھی کہ شیطان عاشق نہیں تھا عاشق کی عین

اس میں نہیں تھی اگر عاشق ہوتا تو یہ نہ سوچتا کہ میں کس شان والا ہوں اور آدم کس مرتبے والا ہے بلکہ یہ دیکھتا کہ میرا معشوق کیا چاہتا ہے، میرے محبوب کی مرضی کیا ہے؟ بہر حال شیطان کو اسی احساسِ گناہ کے فقدان والی بیماری نے ملعون و مردود بنوادیا۔

جو آیت میں نے آپ کے سامنے خطبے میں پڑھی تھی اس آیت میں بھی اللہ پاک نے بنی اسرائیل کی ایک ایسی قوم کا ذکر فرمایا ہے جو قوم اسی احساس گناہ کے فقدان والی بیماری میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہوگئی تھی۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے اللہ نے ہفتے کا دن تعظیم اور عبادت کے لئے مقرر فرمادیا تھا، جس طرح جمعے کا دن مسلمانوں کے لئے مقرر فرمایا، مگر اس امت کے ساتھ اللہ نے بڑی مہربانی فرمائی صرف جمعے کی اذان سے لے کر نماز کے وقت تک دنیا کے کام سے منع فرمادیا ہے، اس کے علاوہ باقی سارا دن کام کرنے کی، کاروبار کرنے کی اجازت ہے، مگر افسوس اور صد افسوس ہم مسلمانوں پر، کہ ہم پورے ہفتے میں مختصر وقت بھی اللہ تعالی کی عبادت کے لئے نہیں نکال سکتے، اور اس انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں کہ کب خطبہ شروع ہو اور ہم مسجد میں پہنچیں اور جلدی سے فارغ ہو کر گھر پہنچیں، بعض کو اتنی جلدی ہوتی ہے کہ جمعہ کے بعد والی سنتیں بھی چھوڑ دیتے ہیں۔

بہر حال بنی اسرائیل کے لئے اللہ پاک نے ہفتے کا دن عبادت کے لئے مقرر فرمایا تھا اور ان کے لئے حکم یہ تھا کہ پورا دن کاروبار کرنا منع ہے یہ قوم جس کا ذکر

اس آیت میں کیا گیا ہے یہ قوم دریا کے کنارے آباد تھی اور ان کا کام مچھلیوں کا شکار کرنا تھا ، اب اللہ پاک نے ان کو آزمائش میں ڈال دیا کہ ہفتے کے دن دریا میں خوب مچھلیاں آتیں مگر ہفتے کے علاوہ باقی دنوں میں مچھلیاں بہت کم آتی تھیں۔ اور ہفتے کے روز ان پر پابندی تھی کہ آج شکار نہیں کرنا صرف اللہ کی عبادت کرنی ہے، باقی دنوں میں شکار کرنے کی اجازت ہے، کچھ دنوں تک تو انہوں نے صبر کیا مگر آخر کب تک؟

کچھ دنوں تک تو انہوں نے صبر کیا مگر آخر کار ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور ان کے نفس نے اور شیطان نے ان کو کچھ حیلے سکھلائے کہ ان حیلوں پر عمل کرنے کی وجہ سے شکار بھی ہو جائے گا اور ہفتے کے روز کی تعظیم میں بھی فرق نہ آئے گا۔

بعض نے یہ حیلہ کیا کہ جال دریا میں جمعہ کے روز ڈال دیتے اور اتوار کے روز جال نکال لیتے تو وہ مچھلیوں سے بھرا ہوا ہوتا، بعض نے دریا کے کنارے گڑھے کھودے جن کا دروازہ دریا کی طرف تھا ہفتے کے روز جب مچھلیاں ان گڑھوں میں داخل ہو جاتیں تو وہ دروازے بند کر دیتے پھر اتوار کے دن جا کر گڑھوں سے مچھلیاں پکڑ لیتے اور کہتے ہم نے ہفتے کے روز شکار نہیں کیا، تو ہفتے کے روز اللہ تعالیٰ نے ان پر شکار کو حرام کیا ہوا تھا وہ حیلے کے ساتھ شکار کر رہے تھے اور حرام کام کا ارتکاب کر رہے تھے مگر سمجھتے تھے کہ ہم حلال کام کر رہے ہیں تو انہوں نے اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھا، علماء و صلحاء نے ان کو بہت سمجھایا، مگر چونکہ وہ اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھتے تھے، اس لئے علماء کا سمجھانا ان کے کام نہ آیا، جب علماء مایوس ہو گئے تو انہوں نے بستی کے دو حصے

کر دیئے درمیان میں دیوار لگا دی، ایک طرف یہ حیلہ کرنے والے اور شکار کرنے والے رہنے لگے دوسری طرف علماء صلحاء اور وہ لوگ رہنے لگے جنہوں نے اپنے آپ کو اس گناہ سے بچایا تھا، اس طرح الگ الگ رہنے لگے، ایک صبح کو جب یہ علماء صلحاء بیدار ہوئے تو دیکھا کہ دیوار کی دوسری طرف سے اور بستی کے اس حصے سے جہاں یہ حیلہ کرنے والے لوگ رہتے تھے اس طرف سے بالکل آواز نہیں آرہی ہے تو یہ پریشان ہو گئے وہاں جا کر دیکھا تو سب بندر اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل ہو چکے تھے، نوجوانوں کو بندر اور بوڑھوں کو خنزیر کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا، وہ ان کو پہچانتے تھے اور ان کو دیکھ کر روتے تھے، مگر بات نہیں کر سکتے تھے، تین دن کے بعد ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا، اور ہلاک کر دیا گیا، موجودہ بندر اور خنزیر ان کی نسل میں سے نہیں ہیں، یہ تو ان سے پہلے بھی دنیا میں موجود تھے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ مسخ شدہ قوم کی نسل آگے نہیں چلتی۔

بہرحال یہ مختصر خلاصہ ہے، ان کے واقعے سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ پوری قوم احساسِ گناہ کی فقدان والی بیماری میں مبتلا تھی، اپنے گناہوں کو گناہ نہیں سمجھتی تھی اور اپنے آپ کو گناہ گار نہیں سمجھتی تھی، تو نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو سمجھانے والوں کا سمجھانا کام نہ آیا، اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت نے کوئی فائدہ نہیں دیا، اور آخر کار وہ تباہ و برباد کر دیئے گئے۔

تو میرے دوستو یہ بڑی خطرناک بیماری ہے، اب آپ خود سوچیں کہ ہم میں سے اکثر مسلمان اس بیماری میں مبتلا ہیں، ہم گناہ کرتے ہیں اور چوبیس گھنٹے اللہ

اور اللہ کے پیغمبر کے احکامات کو ٹھکراتے ہوئے گذارتے ہیں۔ مگر ہمارے دل میں یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کوئی غلط کام کر رہے ہیں۔

ڈاڑھی منڈا کر ہمیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ ہم نے کوئی گناہ کیا ہے، ٹی وی دیکھ کر تصویر بنا کر یہ احساس نہیں ہوتا کہ ہم نے کوئی گناہ کیا ہے۔ شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر کوئی احساس نہیں ہوتا کہ ہم نے کوئی گناہ کا کام کیا ہے، اسی طرح آپ سوچتے جائیں گے تو دن رات کے سینکڑوں گناہ آپ کو ایسے یاد آجائیں گے جن کو کرنے کے بعد ہمارے دل میں کبھی یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ ہم نے گناہ کا کام کیا ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ ہمیں سمجھانے والوں کا سمجھانا کام نہیں آرہا۔ ہم جمعہ پڑھنے آتے ہیں وعظ سنتے ہیں، مگر ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں کیوں کہ ہم گناہوں کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

تو میرے دوستو یہ خطرے کی بات ہے اور بڑی خطرناک بیماری ہے۔ اگر ہم نے اس خطرناک بیماری کا علاج نہ کیا، تو پھر ہمیں تباہی سے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی، اب اس بیماری کا علاج کیا ہے اس کے لئے یہ سمجھیں :

یہ بیماری دو وجہ سے لگتی ہے:

کہ عام طور پر یہ بیماری دو وجہ سے لگتی ہے۔

پہلی وجہ:

اس بیماری کے لگنے کی دین سے دوری ہے، دینی تعلیم کے نہ ہونے کی وجہ

سے، علماء کی صحبت اور اللہ والوں کی صحبت سے دور ہونے کی وجہ سے ہمیں یہ بات معلوم نہیں ہوتی، کہ کونسے کام گناہ ہیں اور گناہ کس کو کہتے ہیں، اور اس کی پاداش میں دنیا اور آخرت میں کیا تباہی آتی ہے۔

تو میرے دوستو اس کا علاج یہ ہے کہ جتنا ہو سکے اپنے اندر اور اپنے گھر والوں میں بچوں میں دینی شعور پیدا کریں، چاہے وہ علماء کی صحبت میں بیٹھ کر ہو، یا دینی لٹریچر پڑھ کر ہو، یا تبلیغی جماعت میں وقت لگا کر ہو، کسی بھی طریقے سے اپنے اندر دینی شعور ضرور پیدا کریں، اور ہر کام کے کرنے سے پہلے اپنے اندر یہ سوچنے کی عادت ڈالیں کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز، اس کام کے کرنے سے اللہ اور اللہ کے پیغمبر ناراض تو نہیں ہو جائیں گے، بہر حال جب تک یہ فکر پیدا نہ ہوگی، اس خطرناک بیماری کا علاج ناممکن ہے۔

دوسری وجہ:

اس بیماری کے لگنے کی یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت سے دل مردہ ہو جاتا ہے، اس پر زنگ چڑھ جاتا ہے، پھر انسان کو اچھائی اور برائی میں تمیز باقی نہیں رہتی بڑی مشہور حدیث ہے۔

کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے، اگر توبہ کرے تو وہ دھل کر صاف ہو جاتا ہے ورنہ پختہ ہو جاتا ہے، پھر اور گناہ کرتا ہے تو اور نقطہ لگا دیا جاتا ہے، اسی طرح گناہ کرتے

کرتے نقطے لگتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ انسان کا دل سیاہ ہوجاتا ہے یہ وقت اس دل کے مرنے کا ہوتا ہے، پھر اس کو اچھائی اچھائی اور برائی برائی نظر نہیں آتی۔

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے، اسی طرح دل کو بھی زنگ لگ جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ لوہے کو تو بھٹی میں ڈال کر صاف کرلیا جاتا ہے، دل کو صاف کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

"وَمَا جِلاءُ هَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ"

کہ ایک تو موت کو کثرت سے یاد کرنا اور دوسرا قرآن کی تلاوت کرنا، ان دونوں کو دل کے صاف ہونے میں اور دل کے زندہ کرنے میں بڑا دخل ہے، قرآن کی تلاوت کا معمول بنالیا جائے جتنا بھی ہو مگر پابندی کے ساتھ ہو تھوڑا ہو یا زیادہ، سمجھ میں آئے یا نہ آئے مریض حکیم کے نسخے کو استعمال کرتا ہے تو اس کو فائدہ ضرور ہوتا ہے چاہے اس کو یہ معلوم نہ بھی ہو کہ اس نسخے میں کونسے مفردات استعمال کئے گئے ہیں، اور ان کے کیا خواص ہیں۔

بہر حال قرآن کی تلاوت اپنا اثر ضرور دکھائیگی جن کو قرآن بالکل نہیں آتا ان کو بھی سورۃ اخلاص تو ضرور آتی ہوگی اس کو بار بار پڑھا کریں اس سے بھی دل زندہ

ہوگا۔

دوسرا موت کو کثرت سے یاد کرنا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ موت اور قبر میدانِ حشر کے حالات کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا مطالعہ کرے، موت اور قبر کے بارے میں دینی کتابیں جو لکھی گئی ہیں، ان کو بار بار دیکھے اور تنہائی میں سوچا کرے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے انسان دنیا میں آئے تھے، وہ سارے کے سارے دنیا چھوڑ کر چلے گئے، ایک دن میں نے بھی دنیا چھوڑ کر جانا ہے، موت کو یاد لانے کے لئے سب سے بہتر وہ اشعار ہیں جو حضرت مجذوب رحمہ اللہ نے بیان فرمائے ہیں، ان اشعار کو یاد کر لیا جائے اور کثرت کے ساتھ پڑھا جائے، تب بھی موت یاد رہتی ہے، اب آخر میں وہ اشعار آپ کو سنا دیتا ہوں۔

درسِ عبرت

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے — مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے — جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے — مکیں ہو گئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے — زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

زمین کے ہوئے لوگ پیوند کیا کیا　　ملوک و حضور و خداوند کیا کیا

دکھائے گا تو زورنا چند کیا کیا　　اجل نے پچھاڑے تنومند کیا کیا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا　　اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا

ہر اک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا　　پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہاں ہر خوشی ہے مبدل بصد غم　　جہاں شادیاں تھیں وہیں اب ہیں ماتم

یہ سب ہر طرف انقلابات عالم　　تیری ذات ہی میں تغیر ہے ہر دم

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا　　جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا

بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا　　اجل تیرا کر دے گی بالکل صفایا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا ہو زینت نرالی، ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا تجھے حسن ظاہر نے دھوکے میں ڈالا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی جہاں تاک میں کھڑی ہو اجل بھی
بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی یہ طرز معیشت اب اپنا بدل بھی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ دنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوب تجھ کو سمجھ لینا اب چاہیے خوب تجھ کو
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بڑھاپے سے پا کر پیام قضا بھی نہ چونکا نہ چیتا نہ سنبھلا ذرا بھی
کوئی تیری غفلت کی ہے انتہا بھی جنون تا کجے ہوش میں اپنے آ بھی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

نہ دلدادۂ شعر گوئی رہے گا نہ گرویدۂ شہرہ جوئی رہے گا
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا رہے گا تو ذکر نکوئی رہے گا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جب اس بزم سے اٹھ گئے دوست اکثر　　اور اٹھتے چلے جا رہے ہیں برابر
یہ ہر وقت پیش نظر جب ہے منظر　　یہاں پر تیرا دل بہلتا ہے کیونکر

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جہاں میں کہیں شور ماتم بپا ہے　　کہیں فقر و فاقہ سے آہ و بکا ہے
کہیں شکوۂ جور و مکر و دغا ہے　　غرض ہر طرف سے یہی بس صدا ہے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

عنوان

محرم الحرام

پہلا جمعہ

شہادت کا مقصد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ
یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا
مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ
لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا
وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ
وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ

وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِيْ عَمَلاً سُبْحَانَکَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ .

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

یہ محرم الحرام کا مہینہ بڑی برکت والا مہینہ ہے، اسلامی سال کی ابتداء اسی ماہ مبارک سے ہوتی ہے، اور اس ماہ مبارک کی نسبت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کی طرف فرمائی ہے، اور فرمایا ہے کہ رمضان کے روزں کے بعد سب سے افضل روزے ماہ الٰہی محرم کے روزے ہیں، مہینے تو سب خدا نے پیدا کئے ہیں مگر اکرام واعزاز کے لئے ان کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے، جیسے حضرت صالح علیہ السلام کے اونٹنی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اعزاز واکرام کے لئے کی گئی، اور فرمایا:

"نَاقَةُ اللّٰهِ وَسُقْيَاهَا"

ورنہ جانور تو سارے اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ محرم کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے، اور فرمایا کہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزے ماہ الٰہی محرم کے ہیں۔

اب آپ کے سامنے تین باتیں بیان کرنی ہیں۔

پہلی بات ایک غلط فہمی کا ازالہ، دوسری بات شہادت کا مقصد، تیسری بات کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے۔

پہلی بات ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ اپنی بدنصیبی کی وجہ سے اس مہینے کو منحوس سمجھتے ہیں، اور اس میں شادی وغیرہ اور خوشی کی تقریبات منعقد نہیں کرتے اور ڈرتے ہیں کہ پتہ نہیں کیا ہو جائے گا، کہیں میاں بیوی میں تفریق نہ ہو جائے اور لڑائی نہ ہو جائے، سبحان اللہ کیسی نرالی الٹی منطق ہے، جس چیز کو خدا نے منحوس فرمایا ہے اس کو تو چھوڑتے نہیں، گناہ کو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو اور شادی بیاہ میں خاندان والوں کو راضی کرنے کیلئے، دنیا والوں کو راضی کرنے کے لئے قسم قسم کے گناہوں کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں، شادی بیاہ میں ہندوانہ رسموں کا ارتکاب کرنا، ناچ گانا کروانا، اس کی وڈیو فلمیں بنوانا، اس سے بڑھ کر بے غیرتی کہ دلہن کا غیر مردوں کے ساتھ گروپ فوٹو بنوانا، کبھی وزیر اعظم کے ساتھ کبھی وزیر اعلیٰ کے ساتھ

کبھی صدر کے ساتھ، ساری دنیا کو دکھانے کے لئے اس کو اخبارات میں چھاپنا یہ سارے کام ماشاءاللہ بڑے باعث برکت ہیں، ان کی وجہ سے تو شادی میں نحوست نہیں ہوگی، اور میاں بیوی میں لڑائی نہیں ہوگی، البتہ محرم کے ماہ میں شادی کرنے سے نحوست پیدا ہو جائے گی۔

"اناللّٰہ وانا الیہ راجعون"

محرم میں نحوست کا سبب اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے، کہ اس میں نواسہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی ہے سبحان اللہ شہادت کو نحوست کا سبب سمجھ رکھا ہے، حالانکہ شہادت اتنی بڑی نعمت ہے کہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمنائیں کر رہے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، تو کیا معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نحوست کی تمنا کر رہے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعا مانگ رہے ہیں۔

"اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ"

پھر اگر شہادت نحوست کا سبب ہے، تو اسلامی تاریخ کا ہر مہینہ شہداء کے خون سے رنگین ہے، تو پھر تو سارا سال نحوست کا ہونا چاہیئے، پھر تو شادیوں پر مکمل پابندی لگا دیں۔

اسلامی تاریخ شہداء سے بھری پڑی ہے، سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ

عنہ جن کے ناک کان اعضاء خدا کے راستے میں کاٹ دیئے گئے تھے، ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہندہ رضی اللہ عنہ نے چبایا تھا، اور لاش کے ٹکڑوں کو اس بے کسی کے عالم میں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آہ حمزہ پر کوئی رونے والا بھی نہیں۔

یکم محرم کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، دس محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ کو حضرت عثمان شہید ہوئے، غزوہ احد میں ستر صحابہ شہید ہوئے، غرض اسلامی تاریخ شہداء سے بھری پڑی ہے، اور اگر شہادت العیاذ باللہ نحوست کا سبب ہے تو پھر پورے سال کو منحوس کہنا پڑے گا، اور پھر پورا سال شادیاں کرنا منع ہو نگیں۔

ایک اور غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ اس کو غم کا مہینہ سمجھتے ہیں کہ اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، اس لئے یہ غم کا مہینہ ہے، اور اس میں کوئی شادی وغیرہ اور خوشی کی تقریب منعقد نہیں کرتے، تو اس کے لئے یہ سمجھیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بڑی شان والے تھے، نواسہ رسول تھے، اور نوجوانان جنت کے سردار تھے، اور آپ کی شہادت بڑی المناک اور بڑی دردناک تھی مگر مسئلہ یہ ہے کہ کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا اور غم کرنا جائز نہیں، تین دن تک سوگ کی اجازت ہے، مگر اس کے بعد تعزیت کیلئے بیٹھنا کاروبار کو معطل کرنا یہ بالکل جائز نہیں ہے، البتہ بیوی شوہر کی وفات پر چار مہینے دس دن سوگ منائے گی اور اس

کے لئے منانا ضروری ہے۔قرآن پاک نے ارشاد فرمایا:

" وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً
يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْراً "

بہر حال سوگ تین دن سے زائد جائز نہیں، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو تو چودہ سو سال کا زمانہ گذر چکا ہے، ابھی تک ان کے غم منانے کا کیا جواز ہے، پھر اگر کسی کی شہادت سے مہینہ غم والا بن جاتا ہے، تو پھر پورا سال ہی غم کا ہوگا، ابھی آپ کو بتایا کہ اسلامی تاریخ شہداء سے بھری پڑی ہے ہر مہینہ میں کوئی نہ کوئی المناک شہادت کا واقعہ رونما ہوا ہے، پھر تو پورا سال شادیاں مت کرو غم مناؤ۔

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ اگر محرم میں شادی اور خوشی کی تقریبات اس وجہ سے منعقد نہ کیں جائیں کہ یہ منحوس ہے تو تب بھی یہ بات غلط ہے اور اس کو غم کا مہینہ سمجھ کر نہ کی جائیں تب بھی یہ بات شرعاً درست نہیں ہے اب دوسری بات شہادت کا مقصد بیان کرنا ہے۔

دوسری بات شہادت کا مقصد:

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ اسلامی تاریخ شہداء کے خون سے رنگین ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی صحابہ کرام نے اپنے جانوں کے نذرانے پیش کئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد بھی یہ سلسلہ چلتا رہا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور کے بعد بھی یہ سلسلہ چلتا رہا اور آج تک چل

رہا ہے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ اتنے بڑے بڑے لوگ شہید کیوں ہوئے،
اوران کوشہید کیوں کیا گیا۔

شیطان ہمیں یہ سوچنے کا موقع ہی نہیں دیتا اس نے ہمیں دن منانے پر لگا
دیا، بس دن منا کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ سب حق ادا ہو چکا ہے تو اصل سوچنے کی
بات یہ ہے کہ اتنے سارے لوگ اللہ کے راستے میں کیوں قتل کئے گئے، غزوہ احد
میں ستر صحابہ شہید کئے گئے، حضرت حمزہ کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے حضرت سمیہ رضی
اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ،
حضرت علی رضی اللہ عنہ، کو شہید کیا گیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بمعہ ان کے
خاندان کے شہید کر دیا گیا، ان کی قربانیوں کا کیا مقصد تھا، اور ہمیں اس سے کیا سبق
ملتا ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! ان کی شہادت کا مقصد یہ تھا، کہ اللہ تعالیٰ کا دین
سر بلند ہو جائے، چاہے اس کے لئے ہماری جان چلی جائے، ان شہداء کرام کی
زندگی کو دیکھئے تو ان کی پوری زندگی اور اس کا ایک ایک لمحہ یہ گواہی دے گا، کہ انہوں
نے پوری زندگی اسلامی احکام کی پابندی کی، اپنی ہر چیز کو خدا کے حکم پر قربان کر دیا۔
یہاں تک کہ اپنی جان بھی احکام خداوندی پر قربان کر دی، اور ہمیں یہ سبق دے کر
گئے کہ ہر سال ہماری شہادت کا دن منانے کے بجائے، ہماری اقتداء کرنا، اور جس
طرح ہم نے ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر قربان کر دیا تھا تم بھی اپنی ہر پیاری چیز کو اللہ
تعالیٰ کے حکم پر قربان کر دینا۔

اب ان شہداء کی زندگی کا بھی مطالعہ کرو، اوران کے نام پر دن منانے والوں کی زندگی کا بھی مطالعہ کرو، اوران کے نام پر دیگیں پکانے والوں کی زندگی کو بھی غور سے دیکھو، ان کے نام پر سبیلیں لگانے والوں کی زندگی کو بھی غور سے دیکھو تو دونوں کی زندگیوں میں تمہیں زمین وآسمان کا فرق نظر آئے گا، ان شہداء کی زندگی کا کوئی کام اللہ اوراللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف نہیں ہوا کرتا تھا، اوردن منانے والوں کا کوئی کام اللہ اوراللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق نظر نہیں آئے گا، ہرکام اپنی مرضی کے مطابق، نفسانی خواہشات کے مطابق، برادری اور خاندان والوں کی مرضی کے مطابق، بیوی بچوں کی مرضی کے مطابق، دنیا والوں کی مرضی کے مطابق، سب کو راضی کرنے کی کوشش ہے، مگر اللہ اوراللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

سال کے بعد دن منانا، سبیلیں لگوانا، چندہ کر کے دیگیں پکوانا، جلوس نکالنا آسان ہے، لیکن سارا سال ہر روز صبح سے شام تک خدا کے احکام کی پابندی کرنا بڑا مشکل ہے، ان شہداء کی مبارک روحیں ان دن منانے والوں کو زبان حال سے مخاطب ہو کر کہہ رہی ہیں، کہ جس دین کے ہر ہر حکم کی ساری زندگی ہم نے حفاظت کی، اوراس کو اپنے سینے سے لگا کر رکھا اپنی ہر کو چیز اس پر قربان کردیا، یہاں تک کہ اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہادیا۔

ہمارا نام لینے والو! ہمارے نام پر دیگیں پکانے والو! ہمارے نام پر سبیلیں لگانے والو! تم نے اس دین کے ہر ہر حکم کو ٹھکرادیا ہے، ذلیل دنیا کے ادنیٰ سے ادنیٰ

مفاد کی خاطر تم نے اس دین کے کتنے قیمتی احکامات کو ذبح کر دیا، اور پس پشت ڈال دیا، اور پاؤں کے نیچے روند ڈالا، مؤذن کی آواز اللہ اکبر سن کر آپ اپنی میٹھی نیند کو اپنے گرم بستر کو اپنی دکان کو اپنے دوست واحباب کو نہیں چھوڑ سکتے تم کس منہ سے ہمارا نام لیتے ہو، اور ہماری شہادت کے دن مناتے ہو۔

تیسری بات کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے:

ایک کام کرنے کا ہے، اور ایک کام چھوڑنے کا ہے، کرنے کا کام تو یہ ہے، کہ اس کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو یہودی یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرئیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ظلم سے نجات عطاء فرمائی تھی، اور فرعون کو غرق فرمایا تھا، تو یہودی شکرانے کے طور پر عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ان یہودیوں سے موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں، ہم بھی روزہ رکھا کریں گے، چنانچہ عاشورا کا روزہ فرض قرار دیا گیا، بعد میں جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے، تو عاشورے کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی، مگر استحباب اب بھی باقی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی فضیلت میں بڑا اُجر بیان فرمایا کرتے تھے۔

"مسلم شریف میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشورے کے روزے
کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا، یہ گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ
بن جاتا ہے، یعنی جو شخص دسویں محرم کا روزہ رکھے گا، اللہ
تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے ایک سال کے گناہ معاف
فرمائیں گے"

لیکن علماء نے لکھا ہے کہ اس قسم کی احادیث میں صرف صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں، اس لئے انسان کو چاہیئے کہ روزے بھی رکھے اور گڑگڑا کر روئے اور تمام گناہوں سے توبہ بھی کرے اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگے تاکہ تمام گناہوں سے پاک صاف ہوجائے۔

تنبیہ:

مگر مسئلہ یہ ہے کہ صرف عاشوراء کا روزہ نہ رکھے اکیلے عاشوراء کا روزہ رکھنا مکروہ ہے، یہودیوں کے ساتھ مشابہت لازم آنے کی وجہ سے بلکہ نویں یا گیارھویں تاریخ کا روزہ بھی ساتھ ملائے تاکہ مشابہت سے بچ جائے۔

مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت
ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پتہ چلا کہ یہودی بھی
دسویں تاریخ کا روزہ رکھتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو میں دسویں
تاریخ کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ بھی ساتھ ملا کر رکھوں گا
،لیکن خدا کی شان کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال تک
زندہ نہ رہے اور دنیا سے تشریف لے گئے۔

مقام افسوس:

میرے دوستو سوچنے کی بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا اہتمام تھا ،کہ صرف ایک دن میں اکٹھے روزے رکھنے کی وجہ سے جو مشابہت لازم آئے گی، وہ بھی نہیں ہونی چاہیئے ،لیکن افسوس اور صد افسوس آپ کے نام لینے والوں پر جو کلمہ تو آپ کا پڑھتے ہیں، اور آپ کی محبت کے بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں، مگر ان کی پوری زندگی اور زندگی کے تمام کام یہودیوں اور نصرانیوں کے طریقے پر ہو رہے ہیں، ان کی شکل وصورت یہودیوں جیسی، وضع قطع لباس کافروں جیسا، شادی بیاہ کی تمام تقریبات یہودیوں اور نصرانیوں جیسی، انگریزی اور مغربی تہذیب کو اپنے سینے کے ساتھ لگایا ہوا ہے، امت کے یہ اعمال جب رحمۃ للعالمین کے سامنے پیش ہوتے ہوں گے تو آپ پر کیا گذرتی ہوگی۔ بالکل سچ فرمایا:

وضع میں تم ہو نصاری تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

بات لمبی ہوگئی ، بہرحال ایک کام تو کرنے کا ہے کہ دسویں محرم کا روزہ

رکھنا، اور ایک کام چھوڑنے کا ہے، اس سے آپ کو اپنی اولاد کو اپنے عزیز واقارب کو اپنے دوست واحباب کو بچانا چاہئے، اور وہ کام یہ ہے کہ ان دنوں میں ماتمی جلوسوں میں اور ماتمی مجالس میں شرکت نہیں کرنی ہے سبیلیں نہیں لگانی ہیں، دیگیں نیاز کی نہیں پکانی ہیں، ان کی طرف سے پکی ہوئی آئیں تو نہیں کھانی ہیں، غرض دشمنان صحابہ روافض جتنے کام ان دنوں میں کرتے ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچانا ہے، کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من تشبہ بقوم فھو منھم"

جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں شمار ہوگا، خاص کر ان دنوں میں اور پورے سال کبھی بھی ان کی طرف سے پکی ہوئی چیز آئے، یا کوئی وہ ہدیہ دیں تو ہرگز نہیں لینا چاہئے اور نہ کھانا چاہئے، اسلئے کہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:

> ایک تو یہ بات بڑی بے غیرتی کی ہے کہ وہ ہماری ماں کو گالیاں دیں امہات المؤمنین اور ازواج مطہرات کو گالیاں دیں صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین کو گالیاں دیں اور کافر کہیں اور ہم ان کی دعوتیں اڑاتے رہیں کتنی بے غیرتی کی بات ہے کوئی ہماری جسمانی ماں کو گالی دے تو ہم مرنے مارنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں اور ساری زندگی اس کو منہ نہیں لگاتے اور دشمنان صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

ازواج مطہرات کو اور ہماری روحانی ماؤں کو گالیاں دیتے ہیں اور پھر بھی ہم ان کی مجالس میں ان کے جلوسوں میں شریک ہوتے ہیں ان کی طرح سبیلیں لگاتے ہیں ان کے ساتھ دوستیاں اور یاریاں لگاتے ہیں ان کی دعوتیں کھاتے ہیں پھر بھی اس پر دعوی ہے ایمان کا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا۔

تو ایک یہ بات بڑی بے غیرتی کی ہے دوسرا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

کہ یہ بات یقین کی حد تک ثابت ہے کہ دشمنان صحابہ جب بھی کسی سنی کو کوئی چیز کھانے کے لئے دیتے ہیں تو گندگی اور غلاظت اس میں تھوڑی سی ملا دیتے ہیں اور کسی چیز ملانے کا موقع نہ ہو تو نظر بچا کر اپنی تھوک ہی ملا دیتے ہیں۔

بہرحال ان کاموں سے اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو، عزیز و اقارب کو، اپنے دوست و احباب کو بچانے کی کوشش کریں۔

اللہ پاک ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عنوان

ماہ ربیع الاول

پہلا جمعہ

بعثت نبوی اللہ کا سب سے بڑا احسان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ آیَاتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ، (سورۃ آل عمران پ ۴) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ ، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِیْ عَمَلاً سُبْحَانَکَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو ! ربیع الاول کا مہینہ شروع ہو چکا ہے اس کی مناسبت سے چند باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرتی ہیں ۔

پہلی بات :

اللہ پاک نے انسان پر بے شمار انعامات و احسانات فرمائے ان کا شکر ادا کرنا تو بڑی دور کی بات ہے ان کا شمار کرنا بھی انسان کے بس سے باہر ہے خود خداوند قدوس نے فرمایا :

"وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لاَ تُحْصُوْھَا "

کہ اگر تم سارے مل کر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو شمار کرنا شروع کردو تو تم سارے مل کر بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات کو شمار نہیں کر سکتے۔

آنکھ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت معلوم ہوتی ہے لیکن ایک آنکھ کو استعمال کر کے انسان اللہ تعالیٰ کی کتنی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرتا ہے تو صرف آنکھ کے فوائد شمار میں نہیں آ سکتے، کان بظاہر ایک نعمت معلوم ہوتی ہے مگر کانوں کو استعمال کر کے انسان اللہ تعالیٰ کی کتنی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، اسی طرح زبان، ہاتھ، پاؤں، بظاہر ایک ایک نعمت معلوم ہوتے ہیں مگر انسان سوچے اور غور کرے تو اس نتیجے پر پہنچنے کے لئے مجبور ہو جائے گا کہ ان اعضاء سے حاصل ہونے والے فوائد بے شمار ہیں ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا، تو انسان جب اللہ تعالیٰ کے انعامات کو شمار نہیں کر سکتا، تو ان کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے۔

ایک بزرگ کا عجیب مقولہ:

ایک بزرگ کا عجیب مقولہ ہے فرمایا جب انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کیلئے اپنی زبان سے "الحمد للہ" کہتا ہے تو سانس ایک مرتبہ اندر جاتا ہے، ایک مرتبہ باہر آتا ہے، تو سانس کا اندر جانا اللہ تعالیٰ کی مستقل نعمت ہے، اگر سانس اندر نہ جائے تو انسان کی موت واقع ہو جائے گی پھر سانس کا باہر آنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مستقل نعمت ہے اگر اندر والا سانس اندر رہ جائے باہر نہ آئے تو تب بھی انسان کی موت واقع ہو جائے گی تو زبان سے ایک مرتبہ "الحمد للہ" ادا ہوگا،

اور سانس کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں اس پر ہو جائیں گی، اور یہ صرف سانس والی نعمتیں دو ہیں ورنہ جب انسان" الحمد للہ" کہتا ہے تو زبان بھی استعمال ہوتی ہے، دل و دماغ بھی استعمال ہوتا ہے، غرض بدن کی ساری قوتیں استعمال ہوتی ہیں اسی طرح زمین و آسمان سے برسنے والی بے شمار نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر کے ایک مرتبہ "الحمد للہ" کہتا ہے، تو انسان اگر ساری زندگی اور کوئی کام نہ کرتے صرف کونے میں بیٹھ کر الحمد للہ کا ذکر کرتا رہے، تب بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ:

حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اللہ پاک نے وحی بھیجی۔

"اِعْمَلُوْا آلَ دَاؤُدَ شُكْراً"

اے داؤد کے خاندان والو! میری نعمتوں کا شکر ادا کرو، حضرت داؤد علیہ السلام سوچ میں پڑ گئے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا میں شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں، دوبارہ سہ بارہ جب وحی آئی تو داؤد علیہ السلام نے عرض کیا، میرے مولیٰ میں سوچ رہا ہوں کہ آپ کی نعمتوں کا شکر کیسے ادا کروں، آپ کے انعامات کا شکر ادا کرنا میرے بس سے باہر ہے اسلئے کہ جب میں آپ کے انعامات کا شکر ادا کرنا شروع کروں گا تو اس شکر کی توفیق بھی تو آپ ہی دیں گے، اور شکر کی توفیق دینا آپ کی ایک مستقل نعمت ہے اب سابقہ نعمتوں کا تو ٹوٹا پھوٹا شکر ادا ہو جائے گا، مگر توفیقِ شکر والی نعمت پھر بھی

باقی رہ جائے گی پھر جب میں اس توفیق والی نعمت کا شکر ادا کروں گا تو اس شکر کی توفیق بھی تو آپ ہی دیں گے تو پہلے والی نعمت کا شکر ادا ہوگا مگر آخری توفیق والی نعمت تو پھر بھی رہ جائے گی، تو میں اگر ساری زندگی بھی اس طرح شکر ادا کرتا رہوں تب بھی آپ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں ہو سکے گا۔

اللہ پاک نے وحی بھیجی، کہ میرے پیغمبر بس میری نعمتوں کا شکر یہی ہے کہ انسان شکر بھی ادا کرتا رہے اور ڈرتا بھی رہے، اور عاجزی کا اقرار بھی کرتا رہے، کہ مجھ سے کچھ نہ بن پڑا بس یہی میری نعمتوں کا شکر ہے۔

دوسری بات سب سے بڑا انعام:

بہر حال خلاصہ یہ ہوا کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات و احسانات ہیں، ان تمام انعامات میں ایک انعام اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایسا فرمایا جو سب سے بڑا انعام تھا، اور جس کی وجہ سے تمام انعامات کی تکمیل ہوگئی، تمام انعامات مکمل ہو گئے، تمام انعامات ٹھکانے لگ گئے، وہ انعام اگر نہ ہوتا تو باقی سارے انعامات ادھورے رہ جاتے، اس ایک انعام کی وجہ سے تمام انعامات مکمل ہو گئے۔

میرے دوستو اور بزرگو! وہ ایک انعام ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ہمیں ہدایت کی دولت سے مالا مال کرنا یہ ایک انعام ہے جس نے سارے انعامات کو مکمل کر دیا، اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے، اور ہمیں ہدایت نہ ملتی تو باقی سارے انعامات ادھورے رہ جاتے، ہم ان سے صرف دنیا کی

چندروزہ زندگی میں تو فائدہ اٹھاسکتے ،مگر مرنے کے بعد وہ ہمارے کام کی نہیں تھیں، بلکہ وہی نعمتیں ہماری بربادی اور تباہی کا سبب بن جاتیں ،اس بات پر آپ جتنا بھی غور کرتے جائیں گے ،انشاء اللہ آپ پر حقیقت کھلتی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے جتنے انعامات تھے ان کے استعمال کا طریقہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو اس طرح استعمال کرو گے، جس طرح میں بتا رہا ہوں، تو یہ نعمتیں جس طرح دنیا میں تمہارے کام آرہی ہیں اسی طرح آخرت میں بھی مرنے کے بعد بھی تمہارے کام آئیں گی اور تم ان سے فائدہ اٹھاسکو گے، اور اگر تم نے ان کو غلط طریقے سے استعمال کیا، اپنی مرضی اور اپنی چاہت سے استعمال کیا، میرے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال نہ کیا، تو ان نعمتوں سے صرف دنیا کی چندروزہ زندگی میں فائدہ اٹھاسکو گے، مرنے کے بعد یہی نعمتیں تمہاری تباہی اور بربادی کا سبب بن جائیں گی۔

آپ سوچیں اور غور کریں، یہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں، ان کے استعمال کا طریقہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر بتایا ان آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کا قرآن دیکھنے کے لئے استعمال کرو گے، تو ایک ایک حرف پر ثواب کے انبار جمع کرتے رہو گے جو تمہارے لئے ذخیرہ آخرت بنے گا، انہی آنکھوں سے والدین کے چہرے پر رحمت اور شفقت کی نگاہ ڈالنے کے لئے استعمال کرو گے، تو ایک ایک نگاہ پر حج مقبول کا ثواب پاؤ گے۔

صحابہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اگر ایک دن میں کوئی سو مرتبہ بھی نگاہ

ڈالے تب بھی حج مقبول کا ثواب ملے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ کی رحمت اس سے بھی زیادہ وسیع ہے اگر یہی آنکھیں نامحرم عورتوں کو دیکھنے میں استعمال کرو گے ٹی وی، وی سی آر کے نظاروں سے لطف اندوز ہونے کے لئے استعمال کرتے رہے، تو مرنے کے بعد تمہاری یہی آنکھیں تمہاری بربادی اور تباہی کا سبب بن جائینگی۔

اسی طرح کان اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں، ان کے استعمال کا طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ان کانوں کو اللہ تعالیٰ کا قرآن سننے میں دین کی باتیں سننے میں استعمال کرو گے، تو آخرت کے لئے ثواب کے انبار لگا لو گے اور اگر ان کانوں کو گانا سننے کے لئے استعمال کرو گے، غیبت سننے کے لئے استعمال کرو گے، غیر محرم کی باتیں لذت سے سننے کے لئے استعمال کرو گے، یہی کان مرنے کے بعد تمہاری تباہی اور بربادی کا سبب بن جائیں گے ان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

اسی طرح زبان اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کے استعمال کا طریقہ بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر بتایا کہ اگر اس زبان کو صحیح استعمال کرو گے قرآن پاک کی تلاوت میں درود شریف پڑھنے میں استعمال کرو گے تو آخرت کا اتنا بڑا ذخیرہ ثواب کا جمع کر لو گے جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے اسی زبان کو ''سبحان اللہ الحمد للہ'' کہنے میں استعمال کرو گے، تو جنت میں تمہارے نام کے اتنے بڑے بڑے درخت لگ جائیں گے، جن کے سائے کو تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر سو سال میں

بھی طے نہیں کیا جاسکتا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں جانے کے بعد جنتیوں کو کسی بات پر اور کسی کام پر افسوس نہیں ہوگا، مگر دنیا میں جو وقت ان کا اللہ تعالیٰ کی یاد اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت میں گذرا ہوگا، اس وقت پر افسوس ہوگا، جب دیکھیں گے کہ ایک مرتبہ الحمد للہ اور ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے پر اتنا بڑا ثواب مل رہا ہے، تو افسوس کریں گے کہ دنیا میں ہم نے اپنا فلاں وقت کیوں ضائع کیا کاش اس وقت میں بھی اگر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تو آج اجر وثواب اور زیادہ مل جاتا۔

بعض بزرگ ایسے گذرے ہیں جو روٹی کھانے کے بجائے ستو پھانک کر گذارہ کیا کرتے تھے، پوچھنے پر وجہ ارشاد فرمائی کہ روٹی کھانے اور لقمہ چبانے میں بہت زیادہ وقت ضائع ہو جاتا ہے، اتنی دیر میں تو بہت زیادہ تعداد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاسکتا ہے، اس لئے ہم ستو پھانک کر گذارہ کر لیتے ہیں، تا کہ ہمارا وقت ضائع ہونے سے بچ جائے۔

افسوس اور صد افسوس! ایک ہم ہیں جن کے پاس دنیا کی سب سے زیادہ فضول اور بے قیمت چیز اگر کوئی ہے تو وقت ہے، جس کو پانی کی طرح بہا رہے ہیں اور ضائع کر رہے ہیں دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگانے میں، ٹی وی دیکھنے میں، کرکٹ میچ دیکھنے میں سننے میں، غیبت کرنے میں غرض ہر طرح وقت کو برباد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

بہر حال بات دوسری طرف نکل گئی، خلاصہ یہ ہے کہ زبان اللہ تعالیٰ اور اللہ

تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال کی، تو جس طرح تم دنیا میں اس سے فائدہ اٹھا رہے ہو پھر بھی اس سے فائدہ اٹھاتے رہو گے، اور اگر خدا نخواستہ صورت دوسری ہے، تم نے یہ زبان گانا گانے میں جھوٹ بولنے میں غیبت کرنے میں، بہتان لگانے میں، دھوکہ اور فریب دینے میں، طعنہ دینے میں، گالیاں دینے میں، فحش باتیں کرنے میں استعمال کی تو یہی زبان تمہاری بربادی اور تباہی کا سبب بن جائے گی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں جانے والے اکثر لوگ اپنی زبانوں کی کاٹ کی وجہ سے جائیں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو آدمی مجھے اپنی دو چیزوں کی حفاظت کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں، ایک وہ چیز جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے، یعنی زبان اور دوسری وہ چیز جو اس کی دو ٹانگوں کے درمیان ہے یعنی شرمگاہ اسی طرح سوچتے جائیں بات کھلتی جائے گی، مال اور اولاد کی نعمتیں ہیں، ان کو اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق استعمال کیا جائے، تو یہ مال دنیا میں بھی کام آئے گا، اور مرنے کے بعد بھی کام آئے گا صدقہ جاریہ بنا کر قیامت تک اس کا ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے، اور اگر ان کو غلط طریقے سے استعمال کیا گیا، تو پھر مرنے کے بعد یہی مال اور اولاد انسان کی تباہی اور بربادی کا سبب بن جائیں گے۔

"علی هذا القیاس"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام تھا،

جس کی وجہ سے تمام انعامات کی تکمیل ہوگئی اور تمام انعامات مکمل ہو گئے، ٹھکانے لگ گئے، اسلئے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِنْ اَنْفُسِهِمْ"

تیسری اور آخری بات:

پھر آپ کی بعثت اللہ تعالی کا جتنا بڑا احسان وانعام تھا، اس انعام کا شکر بھی اتنا ہی زیادہ ہونا چاہئے شکر ادا کرنے کی علماء نے تین صورتیں بتائی ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالی کی نعمت کا قلبی شکر ادا کرنا چاہئے، دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالی کی نعمت کا لسانی یعنی زبانی شکر ادا کیا جائے، الحمد للہ الحمد للہ کہا جائے، تیسری صورت یہ ہے کہ اس نعمت کا عملی شکر ادا کیا جائے کہ وہ نعمت جس مقصد کے لئے اللہ تعالی نے دی ہے، اس نعمت کو اس مقصد میں استعمال کیا جائے، اور اس نعمت سے اس مقصد کو ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔

مثلاً آنکھیں اللہ پاک نے دی ہیں، ان کا شکر دل سے بھی ادا کیا جائے اور زبان سے بھی اللہ تعالی کا شکر ادا کیا جائے، اور عمل سے بھی شکر ادا کیا جائے، یہ آنکھیں جس مقصد کے لئے عطاء کی گئی ہیں اس مقصد میں ان کو استعمال کیا جائے، قرآن پاک کی تلاوت میں، رزق حلال کمانے میں والدین کی زیارت کے لئے، بہن بھائیوں اور بچوں کے اوپر شفقت کی نگاہ ڈالنے کے لئے، اسی طرح اور جتنے کام

جائز ہیں اور درست ہیں، ان کو پورا کرنے کے لئے آنکھوں کو استعمال کیا جائے، تو یہ عملی شکر ہوگا لیکن ایک آدمی زبان سے تو الحمد للہ الحمد للہ کہتا ہے مگر سارا دن غیر محرم عورتوں کو دیکھتا ہے، ٹی وی، وی سی آر کے نظاروں سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے، تو وہ ٹی وی دیکھنے کے دوران بے شک تسبیح ہاتھ میں لے کر الحمد للہ کا ورد کیوں نہ کرتا رہے، اس کا یہ الحمد للہ کہنا شکر ادا کرنا نہیں سمجھا جائے گا، آنکھیں جس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے دی تھیں اس مقصد میں ان کو استعمال نہیں کیا تو یہ اس کی ناشکری ہے۔

اسی طرح کان، دل، دماغ، زبان، اور پورا بدن، اور مال اور اولاد اور دنیا کی ساری نعمتوں کا کامل شکر تب ہی ہوگا، جب دل میں بھی شکر ادا کیا جائے اور زبان سے بھی شکر ادا کیا جائے، اور عملی شکر بھی ادا کیا جائے، کہ جس مقصد کے لئے یہ ساری نعمتیں اللہ پاک نے دی ہیں اس مقصد کے لئے ان کو استعمال کر کے اسی مقصد کو پورا کیا جائے۔

تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام تھا، تو اس انعام کا قلبی شکر بھی ادا کیا جائے اور لسانی شکر بھی ادا کیا جائے اور عملی شکر بھی ادا کیا جائے کہ جس مقصد کے لئے اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، اس مقصد کو پورا کیا جائے، اور جس کام کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا، وہ کام کیا جائے اور وہ مقصد یہ ہے کہ اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی کو، اپنی رفتار کو، اپنی گفتار کو، اپنے کردار کو، اپنی شکل وصورت کو، اپنی وضع قطع اور اپنے لباس، اپنے اٹھنے بیٹھنے کو، اپنے چلنے پھرنے کو، اپنے سونے جاگنے کو، اپنی شادی اور غمی کو، اپنی ان ساری چیزوں

کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بنایا جائے، اور اس کی کوشش کی جائے۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ"

لیکن افسوس اور صد افسوس اس بات پر کہ عملی طور پر تو آپ کی سیرت اور سنت کا ہمیں کوئی خیال نہیں، البتہ ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ سال کے بعد ماہ ربیع الاول کو آپ کی ولادت کا جشن منالیا جائے اور جلوس نکال لیا جائے آپ کے نام پر دیگیں پکالی جائیں، نعت خوانی کروالی جائے ختم پڑھوالیا جائے تو آپ کی نعت کا حق ادا ہوگیا اور شکر ادا ہوگیا اب سارا سال اپنی مرضی سے جو چاہو کرلو، عیاشیاں کرو، مزے اڑاؤ، نہ نماز، نہ روزہ، نہ زکواۃ، نہ حج، نہ شکل وصورت آپ کی سنت کے مطابق بنانے کی ضرورت ہے، نہ لباس نہ وضع قطع، نہ شادی نہ غمی، بلکہ سارے کام اپنی مرضی سے کرو، اور سال کے بعد بارہ ربیع الاول آئے تو آپ کی ولادت کا جشن منالو سب گناہوں کے لئے کفارہ بن جائے گا۔

میرے دوستو! اسلام دن منانے کا نام نہیں، بلکہ عملی کام کرنے کا نام ہے، اگر آپ کی ولادت کا جشن منانا ثواب کا کام ہوتا تو سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں مناتے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مناتے، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مناتے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مناتے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مناتے پھر تابعین مناتے پھر تبع تابعین مناتے، مگر ان قرون

ثلاثہ میں اس رسم کا نام نہیں ملتا، وجہ اس کی یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور تابعین کی اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی ساری زندگی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق تھی، ان کے ہر ہر کام ان کے چلنے پھرنے سے، ان کے سونے جاگنے سے، ان کی شادی غمی سے، ان کے ہنسنے رونے سے، ان کی ہر ہر ادا سے، ان کی شکل وصورت سے، ان کے لباس سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوتی تھی، ان کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا تھا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چلنا کیسا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھنا کیسا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سونا کیسا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاگنا کیسا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا کیسا تھا۔

اس لئے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانے کی ضرورت نہیں تھی، ہم سے اب عملی کام تو نہیں ہو سکتے، ہم نے اپنی محبت کے اظہار کے لئے بڑا آسان بڑا سستا کام نکال لیا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منالو آپ کے نام پر جلوس نکال لو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر دیگیں پکالو۔

سبحان اللہ بیٹے کا ولیمہ ہو تو مرغ پلاؤ بکرے کی بریانی اور کئی کئی ڈشیں اور مہنگے ترین ہوٹلوں اور شادی ہالوں میں اور ساری کائنات کے سردار امام الانبیاء کی ولادت کا جشن ہو تو چھولوں والے چاول اور وہ بھی چندہ کر کے بھیک مانگ کر، اور سڑکوں پر شامیانے لگا کر غیرت آنی چاہئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

تو میرے دوستو اور بزرگو! آپ سے میری دردمندانہ گذارش ہے، کہ ربیع

الاول کا مہینہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا مہینہ ہے، اس مناسبت سے آپ اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی کا بغور جائزہ لیں جو کام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نظر آئے اس پر تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور جو کام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف نظر آئے اس کو سنت کے مطابق بنانے کی پوری کوشش کریں، کم از کم اتنا تو کرلیں کہ جن کاموں کو سنت کے مطابق بنانے میں کوئی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی، اور مال بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا، اور دنیا کا کوئی نقصان بھی نہیں ہوتا، اور وقت بھی زیادہ نہیں لگانا پڑتا کم از کم ان کاموں کو تو سنت کے مطابق بنانے کی پوری کوشش کریں۔

مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بیت الخلاء سے نکلتے وقت، اسی طرح کھانا کھانا، پانی پینا، سونا، جاگنا یہ جو روزمرہ کے کام ہیں ان کو سنت کے مطابق بنالیں جتنا وقت خلاف سنت طریقے سے ان کے کرنے پر لگے گا، اتنا ہی وقت ان کو سنت کے مطابق ادا کرنے پر بھی لگے گا، کام بھی ہو جائے گا اور نورانیت بھی پیدا ہو جائے گی، اور یہ سارے کام عبادت بھی بن جائیں گے۔

اب یہ سارے کام سنت کے مطابق کیسے ہوں، یہ اس مختصری نشست میں تو بیان ہو نہیں سکتے البتہ اس کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے ایک بہت بڑے خلیفہ گذرے ہیں، ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی رحمہ اللہ، ان کی ایک کتاب ہے اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ کتاب خرید لیں،

اور اس کا باقاعدہ پابندی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا مطالعہ کر لیں، انشاء اللہ پوری زندگی کو سنت کے مطابق بنانے میں وہ کتاب بڑی مفید ہوگی۔

بہتر یہ ہے کہ پورے گھر والوں کو جمع کر کے اجتماعی طور پر تھوڑی تھوڑی کر کے اس کو سنایا کریں دیکھیں پورے گھر کی فضا دینی بن جائے گی اور انشاء اللہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا اور برکتوں کا کھلے عام مشاہدہ کریں گے۔

بس ربیع الاول کے اس بابرکت ماہ کی مناسبت سے یہ کام شروع کر دیں تو پھر کچھ تو حاصل ہو جائے گا اور اگر یہ تھوڑا سا کام بھی ہم نہ کر سکے تو پھر جشن منانے اور جلوس نکالنے سے اور دیگیں پکانے سے سوائے خسر الدنیا والا خرۃ کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اللہ پاک ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

عنوان

ماہِ رجب

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ

وَبَارِکْ وَسَلِّمْ تَسْلِیماً کَثِیراً کَثِیراً ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ آیَاتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ، صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ ، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِیْ عَمَلاً سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! جتنے نبی دنیا میں تشریف لائے ان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے معجزات عطاء فرمائے جو ان کی نبوت کی دلیل ہوا کرتے تھے۔

معجزہ کی حقیقت

معجزہ کہتے ہیں خلاف عادت اور خلاف عقل کوئی واقعہ کسی نبی کے ہاتھ پر رونما ہوجائے ، جو لوگوں کی عقل سے بالاتر ہو ان کی سمجھ سے بالاتر ہو، اسباب کے

اوپر موقوف نہ ہو، ایسا واقعہ اگر کسی نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اس کو معجزہ کہتے ہیں اور اگر اللہ تعالی کے کسی نیک بندے ولی اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہو جائے تو اس کو کرامت کہتے ہیں اگر وہ واقعہ جو خلاف عقل ہے کسی فاسق فاجر یا کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہو جائے تو اس کو استدراج کہتے ہیں، یعنی اللہ تعالی کی طرف سے اس کو ڈھیل مل رہی ہے، قیامت کے قریب دجّال آئے گا اور اس کے ہاتھ پر کئی خرق عادت امور کا ظہور ہوگا، یہ سب استدراج ہوگا۔

معجزے اور کرامت کے فاعلین انبیاء اور اولیا نہیں ہوتے بلکہ فاعل تو اللہ تعالی ہیں، صرف نبی اور ولی کی شرافت ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھ پر اللہ تعالی کوئی محیر العقول واقعہ ظاہر فرما دیتے ہیں، تو فاعل اللہ پاک ہوتے ہیں، انبیاء اور اولیا صرف مظہر ہوتے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ معجزات کا انکار کر دیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ انسان ایسے کام نہیں کر سکتا ہمارے عقل میں یہ بات نہیں آ رہی ہے حالانکہ معجزہ تو ہوتا ہی وہ ہے جو عقل میں نہ آئے اس کا کرنے والا تو اللہ تعالی ہوتا ہے، اللہ تعالی کے سامنے کیا مشکل ہے۔

اس لئے علماء کرام نے لکھا ہے کہ معجزات کا انکار کرنے والا گمراہ ہے تو بات یہ چل رہی تھی کہ انبیاء علیہم السلام کو بے شمار معجزے اللہ پاک نے عطاء فرمائے

ہیں، ہر نبی کو اس ماحول کی مناسبت سے اس زمانے میں اس علاقے کی مناسبت سے معجزہ عطاء ہوا۔

موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا بڑا چرچا تھا ان کو اللہ تعالی نے ایسا معجزہ عطاء فرمایا کہ پورے ملک کے جادوگر اس کے مقابلے سے عاجز آ گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم طب کا بڑا چرچا تھا، ان کو اللہ تعالی نے ایسے معجزات عطاء کیئے کہ اس وقت کے تمام حکماء اور اطباء مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے، مادرزاد اندھوں کو دنیا کے سارے حکیم مل کر بھی بینائی نہیں دے سکتے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پھیرنے سے مادرزاد اندھے بھی بینا ہو جاتے اور کسی مردے کو ساری دنیا کے ڈاکٹر زندہ نہیں کر سکتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قم باذن اللہ فرماتے تو مردہ زندہ ہو جاتا تو تمام انبیاء علیہم السلام کو معجزات عطاء فرمائے گئے، جو ان کی نبوت کے دلائل تھے آخر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تمام انبیاء سے بڑھ کر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سردار تھے، تمام انبیاء کے امام تھے، اور تمام انبیاء سے افضل تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ساری کائنات کے لئے تھی قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے تھی، اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات بھی بے شمار دیئے گئے، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت میں جمع کر دیئے گئے۔ ع

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت سارے اشعار کہے ہیں ان میں سے ایک شعر یہ بھی ہے۔

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
اور تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے بے شمار معجزات عطاء فرمائے علماء نے ان پر مستقل کتابیں لکھی ہیں مگر دو معجزے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے تھے جو بڑے عظیم الشان معجزے تھے، ایک قرآن والا معجزہ ایک معراج والا معجزہ قرآن کا معجزہ بھی عظیم الشان معجزہ ہے، کہ ایک آدمی جس نے پوری زندگی لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا کسی استاد کے سامنے شاگرد کی حیثیت سے نہیں بیٹھا، جو اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتا، اور اگر کہیں لکھا ہوا ہو تو اس کو پڑھ نہیں سکتے، اس امی کی زبان سے ایسا محیر العقول کلام نکل رہا ہے جو سنتا ہے دیوانہ ہو جاتا ہے، فریفتہ ہو جاتا ہے، دل دے بیٹھتا ہے، جس کا مقابلہ کرنے سے عرب کے بڑے بڑے شعراء بلغاء فصحاء عاجز آ گئے، تو ایک معجزہ عظیم الشان قرآن کریم ہوا۔

دوسرا بڑا معجزہ تھا واقعہ معراج، کہ رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک، پھر ساتویں آسمان عرش معلی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، اور واپس بھی آ گئے اور راستے میں بے شمار حیرات انگیز واقعات، عجائبات اور جنت اور جہنم کا مشاہدہ بھی آپ کو کرایا گیا، انبیاء علیہم السلام سے ملاقات

کرائی گئی، زمین سے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے، پھر ہر دو آسمانوں کے درمیان بھی اتنا فاصلہ ہے، تو اتنے بڑے بڑے واقعات رات کے ایک مختصر سے حصے میں پیش آئے۔

ایک اور غلط فہمی کا ازالہ:

عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے، کہ لیلۃ القدر بس ایک لمحے کا وقت ہوتا ہے جب درخت سجدے میں چلے جاتے ہیں دریاؤں کا پانی رک جاتا ہے اور معراج والی رات بڑی طویل تھی، حالانکہ یہ بات بالکل الٹ ہے، لیلۃ القدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ"

کہ لیلۃ القدر میں خیر و برکت کا نزول غروب آفتاب سے لے کر طلوع صبح صادق تک ہوتا ہے کسی خوش نصیب کو چند لمحات بھی مل جائیں، تو وہ محروم نہیں ہوگا، اور معراج والی رات کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

"سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا"

یہ لیلًا کے آخر میں جو دو زبریں ہیں عربی گرائمر میں اس کو تنوین تقلیل کہتے ہیں جس کا معنی ہوگا، پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے ایک مختصر سے حصے میں۔

بہر حال رات کے ایک مختصر سے حصے میں اتنے بڑے واقعے کا پیش آ جانا

انسانی عقل اس پر یقین کرنے سے قاصر ہے مگر یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا، اور معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جو عقل اور سمجھ میں نہ آ سکے یہ تمہیدی بات تھی اب انشاء اللہ واقعہ معراج کا خلاصہ آپ کے سامنے بیان کروں گا۔

مگر واقعہ معراج بیان کرنے سے قبل اتنی بات ذہن میں اور بھی رکھ لیں کہ واقعہ معراج ایک اہم واقعہ ہے اور بہت بڑا واقعہ ہے مگر اس واقعہ کو بطور واقعہ پیش کرنا کافی نہیں کیونکہ یہ تو قرآن و سنت کے موضوع کے خلاف ہے قرآن کوئی قصے کہانیوں کی کتاب تو ہے نہیں، کہ انسانوں کے انداز سے ایک افسانہ بیان کر دیا اول سے آخر تک پوری ترتیب کے ساتھ، بلکہ قرآن کو تو اللہ پاک نے اقوام عالم کی ہدایت کے لئے عبرت کے لئے نصیحت کے لئے نازل کیا ہے۔

"اِنْ ھٰذَا اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ"

اس لئے پورے قرآن میں کوئی واقعہ آپ کو پوری ترتیب کے ساتھ نہیں ملے گا، جس واقعہ کا جو جز کسی مقام پر بطور عبرت کے اور بطور مثال کے بیان کرنا ضروری ہوگا، صرف وہی جز بیان کیا جائے گا، باقی اجزاء چھوڑ دیئے جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پورے قرآن میں پھیلا ہوا ہے مگر پورا واقعہ ترتیب کے ساتھ کہیں بھی نہیں ہے، بلکہ جو جز مقصود تھا اس کو بیان کیا گیا، البتہ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اس کی ایک خاص وجہ تھی کہ یہودیوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا، کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کا خاندان رہنے والے کنعان کے تھے، مصر میں

کیسے پہنچے تھے، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے پورا واقعہ ترتیب کے ساتھ بیان فرمایا، مگر اس میں بھی عبرت اور موعظت کے پہلو کو جگہ جگہ مختلف انداز سے اپنایا گیا۔

بہر حال واقعہ معراج کو بطور واقعہ بیان کر دینا اور سن لینا کافی نہیں بلکہ اصل تو اس میں یہ دیکھنا ہے کہ امت کے لئے تعلیم کا عبرت موعظت اور وعظ ونصیحت کا کونسا پہلو ہے، ہم اس پہلو کو زیادہ بیان کرنے کی کوشش کریں گے انشاء اللہ۔

ہمیں تو بس دن منانے کا شوق ہے خواہ وہ کسی بھی طریقہ سے منایا جائے، ربیع الاول میں میلاد النبی کا دن منالیا، شعبان میں شب برأت منالی رمضان میں لیلۃ القدر منالی اور رجب کے مہینے میں شب معراج منالی، ایک تقریب منعقد کرلی بس سمجھ لیتے ہیں فرض ادا ہو گیا پھر سارا سال چھٹی نہ حقیقت کا علم نہ واقعہ کی تفصیل معلوم نہ وہ فرائض پیش نظر ہیں جو اس واقعہ کے ذریعے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔

نوٹ:

یہ تمہیدی بیان کرنے کے بعد اصل واقعہ سیرت مصطفیٰ میں موجود ہے وہاں دیکھ کر اپنے انداز سے بیان کریں۔

واقعہ معراج میں ہمارے لئے کیا سبق ہے:

یہ اتنا لمبا چوڑا واقعہ بیان کرنے سے یہ مقصود نہیں کہ سن لیں اور دن منالیں اور آگے چھٹی ہے، بلکہ اصل فائدہ اس سننے اور سنانے کا یہ ہے کہ ایک تو تمام گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں جن کی وجہ سے لوگوں کو عذاب ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوتین تحفے ملے ایک نماز اس کی پابندی کرنے کی کوشش کریں سورۃ بقرہ کی آخری آیات بھی یاد کریں اور پڑھا کریں، اور شرک سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بچانے کی کوشش کریں۔

اللہ پاک ہمیں اپنے دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائے ۔(آمین)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

عنوان

ماہِ شعبان

پہلا جمعہ شب برأت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّـاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَحَبِيْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ ، صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ ، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِیْ عَمَلاً سُبْحَانَکَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ .

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! شعبان کا مہینہ چل رہا ہے رمضان کی طرح یہ مہینہ بھی بڑی برکت والا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت کے ساتھ اس مہینہ میں روزہ رکھا کرتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کم کر کے پورے شعبان میں روزے رکھا کرتے تھے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ میں نے دو ماہ مسلسل روزے رکھتے ہوئے کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا سوائے شعبان اور رمضان کے یعنی ان دونوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل روزے رکھا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ رمضان کے بعد کونسے روزے افضل ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شعبان کے روزے، رمضان کی تعظیم کی وجہ سے افضل ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ شعبان کے روزے رمضان کے روزوں کے لئے مشق کی طرح بن جاتے ہیں پھر

رمضان میں روزہ رکھنا آسان ہوتا ہے۔

بہر حال یہ شعبان کا مہینہ بڑی فضیلت والا مہینہ ہے اس میں ایک رات ہے شب برأت بڑی فضیلت والی رات ہے۔ قرآن کریم میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ"

کہ ہم نے قرآن کریم کو اتارنے کا فیصلہ اس بابرکت رات میں کیا پھر لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک پورا قرآن یک بارگی لیلۃ القدر میں اتارا گیا آسمان دنیا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک تھوڑا تھوڑا تیئس سال کے عرصے میں اتارا گیا تو قرآن کریم کے اتارنے کا فیصلہ اللہ پاک نے اس بابرکت رات میں فرمایا اور قرآن کریم ایسی بابرکت کلام ہے کہ اس کے ساتھ جس کا جتنا تعلق ہو جائے اللہ پاک اس کا مرتبہ اور مقام اتنا ہی بلند فرماتے ہیں۔

اور احادیث میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کے بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اس بابرکت رات میں اللہ پاک آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے بھی زیادہ گناہ گاروں کی مغفرت فرماتے ہیں ویسے تو ہر رات میں اللہ پاک کی رحمت آسمان دنیا پر نازل ہوتی ہے، مگر باقی راتوں میں صرف رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اس رات کی خصوصیت یہ ہے کہ اس رات میں غروب آفتاب کے متصل بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت آسمان دنیا پر

نازل ہو کر آواز لگاتی ہے۔

"اَلاَ ھَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَلَہٗ اَلاَ ھَلْ مِنْ مُسْتَرزِقٍ فَاَرْزُقُہٗ"

سبحان اللہ! اللہ پاک کی رحمت کا کیا ٹھکانہ کہ آواز بھی دی جا رہی ہے، تو گناہ گاروں کو، نافرمانوں کو، اللہ پاک کے احکامات توڑنے والوں کو، اس لئے کہ دنیا میں جب کوئی چھوٹا کسی بڑے کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے پاس جاتے ہوئے، اس کے دروازے پر جاتے ہوئے، ڈرتا ہے، شرماتا ہے، ہچکچاتا ہے، نافرمان بیٹا باپ کے دروازے پر جاتے ہوئے شرماتا ہے، اور ڈرتا ہے۔

نافرمان شاگرد استاد کے دروازے پر جاتے ہوئے شرماتا ہے اور ڈرتا ہے، نافرمان مرید پیر کی خانقاہ میں جاتے ہوئے ڈرتا ہے، غرض دنیا کا قانون یہی ہے کہ چھوٹا نافرمانی کے ارتکاب کے بعد کسی بڑے کے دروازے پر جانے کے لئے تیار نہیں ہوتا اسلئے ہو سکتا تھا کہ کوئی گناہ گار بندہ، اپنے مولیٰ کا نافرمان بندہ، اپنے مولیٰ کے دروازے پر آتے ہوئے شرمائے یا خوف محسوس کرے تو اس لئے اللہ پاک نے اعلان فرمایا گناہ گاروں کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اَلاَ ھَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَلَہٗ"

میرے بندو میں نے کب کہا ہے کہ میرے پاس تم صرف نیکیاں ہی نیکیاں لے کر آؤ، میں تو کہتا ہوں میرے پاس گناہ ہی گناہ لے کر آؤ اتنے گناہ لے کر آؤ کہ تمہارے گناہ زمین و آسمان کی وسعتوں میں نہ سما سکیں میں تمہارے گناہوں

سے دگنی رحمت لے کر تمہارے انتظار میں ہوں۔

''اَلاَھَلُ مِنْ مُسْتَرِزِقٍ فَاَرْزُقُہٗ''

رزق کی تلاش میں دربدر ٹھوکریں کھانے والے انسان رزق کے خزانے میرے پاس ہیں، تو میرے دروازے پر آ کر مجھ سے رزق کا مطالبہ کر میں تیرا مطالبہ پورا کردوں گا۔

میں اگر تمہیں رزق دینا چاہوں تو ساری کائنات کی طاقتیں مل کر بھی تمہارا وہ رزق نہیں روک سکتیں اور اگر میں تمہیں رزق سے محروم کرنا چاہوں تو ساری کائنات کی طاقتیں مل کر بھی تمہیں ایک رائی کے دانے کے برابر رزق نہیں پہنچا سکتیں۔

ڈرنے کا مقام:

ایسی بابرکت رات میں جس میں خدا تعالیٰ کی رحمت موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہے، رحمت کی اس بارش میں بھی دو شخص ایسے ہیں جو رحمت سے محروم رہتے ہیں ایک مشرک اور ایک کینہ رکھنے والا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ اس بابرکت رات میں بھی ان دو شخصوں کی بخشش نہیں ہوتی ایک مشرک کی یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو شریک کرے اس بدبخت کی مغفرت اس بابرکت رات میں نہیں ہوتی، جب تک اس گناہ کو ترک کر کے توبہ نہ کرے اس وقت تک اس

کی مغفرت نہیں ہو سکتی اللہ پاک کا یہ واضح اعلان ہے۔

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ"

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے:

"وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ"

مشرک اسوقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک اونٹ سوئی کے ناک کے سوراخ میں داخل نہ ہو جائے اور سوئی کے ناک کے سوراخ میں اونٹ کا داخل ہونا محال ہے، بالکل اسی طرح مشرک کا جنت میں داخل ہونا محال ہے۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک آدمی کے پاس نمازوں کے، روزوں کے، حجوں کے، زکوتوں کے، صدقات و خیرات کے انبار ہوں، تلاوت قرآن ذکر اللہ کے پہاڑ ہوں، مگر اس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی شرک ہو، اور توبہ کے بغیر اس کا انتقال ہو جائے تو یہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا، جبکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے بھی آتی ہے، ایسے آدمی کے متعلق اللہ پاک نے اعلان فرمایا۔

" فلا نقیم لھم یوم القیمۃ وزنا "

ہم قیامت کے میدان میں ان کے اعمال کا وزن ہی نہیں کریں گے، تو بہر حال ایک شخص مشرک ہے جس کی اس بابرکت رات میں مغفرت نہیں ہوگی۔

دوسرا شخص کینہ رکھنے والا ہے، اس کی بھی اس بابرکت رات میں مغفرت نہیں ہوتی کینے کو شرک کے ساتھ ملایا گیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ شرک ایسا گناہ ہے، جس کو اللہ پاک معاف نہیں فرماتے اور کینہ بھی حق العبد ہے، اس کو بھی اللہ پاک معاف نہیں فرماتے، تو کسی مسلمان کو دوسرے مسلمان سے کینہ رکھنے کی اجازت نہیں ، ہاں اگر کوئی بات پیش آ جائے تو تین دن تک گنجائش ہے، طبعیت کی رعایت برتی گئی ہے مگر تین دن کے بعد حرام ہے اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے، حدیث میں ہے:

" لایحل لمؤمن ان یھجر اخاہ فوق ثلاثۃ ایام "

کسی مؤمن کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے کہ اس سے سلام کلام نہ کرے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ یہ رات بڑی برکت والی ہے، اس میں اللہ پاک کی رحمت موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہے، مگر دو آدمی اس رحمت سے محروم ہیں ایک مشرک اور دوسرا کینہ پرور۔

کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے:

کرنے کے کام تین ہیں جو حدیث سے ثابت ہیں، دو کام قولی حدیث سے ثابت ہیں ایک کام فعلی حدیث سے ثابت ہے۔

پہلا کام:

" قُوْ مُوْا لَیْلَھَا" اس رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو نمازوں

کی صورت میں ہو، ذکر و تلاوت کی صورت میں ہو۔

دوسرا کام:

" صُوْمُوْا نَهَارَهَا " اس رات کے بعد آنے والے دن روزہ رکھنا ہے۔

تیسرا کام:

اس رات میں قبرستان جا کر مُردوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگنی ہے، یہ تیسرا کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کو مدینہ کے قبرستان بقیع میں تشریف لے گئے اور مُردوں کے لئے دعا مغفرت فرمائی، یہ تین کام کرنے کے ہیں اور کچھ کاموں سے بچنا ہے، حلوہ وغیرہ پکا کر تقسیم کرنا، مساجد میں چراغان کرنا اور پٹاخے وغیرہ چھوڑنا، آتش بازی کے مقابلے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا یہ سب کام ناجائز ہیں۔

حلوہ پکا کر تقسیم کرنا تو بدعت ہے، اور پٹاخے وغیرہ چھوڑنا اور آتش بازی کا مظاہرہ کرنا اسراف میں داخل ہے، اور اسراف حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ "

آپ سوچیں کہ جو پیسہ ہمارا چراغاں پر پٹاخوں پر آتش بازی پر ضائع ہوتا ہے اس پیسے سے اس رقم سے، کتنی یتیم بچیوں کے ہاتھ پیلے کئے جاسکتے ہیں کتنے بھوکوں کا پیٹ بھرا جاسکتا ہے، کتنے ننگے بدن ڈھانپے جاسکتے ہیں کتنے بے گھروں

کو بسایا جا سکتا۔

- خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ برا کام کرنے والے اگر چہ بچے ہوتے ہیں مگر ان کو رقم دینے والے خرچ دینے والے ان کے والدین ہوتے ہیں، وہ برابر اس گناہ میں شریک ہوتے ہیں، بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ پیسہ بھی ضائع ہوا اور خود بھی جہنم کے مستحق ہو گئے اور اپنے بچوں کو بھی عذاب کا مستحق بنایا۔

آخری بات:

قرآن کریم میں اسبات کی طرف اشارہ فرمادیا گیا ہے۔

"فیھا یفرق کل امر حکیم"

اور حدیث میں ہے کہ اس رات تمام بڑے بڑے امور کے فیصلے ہوتے ہیں جتنے پیدا ہونے والے ہیں ان کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں جتنے مرنے والے ہوتے ہیں ان کے نام لکھ کر ملک الموت کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ عالم الغیب میں ایک درخت ہے انسانوں کی تعداد کے برابر اس کے پتے ہیں جتنے انسانوں نے آنے والے سال مرنا ہوتا ہے، ان کی تعداد کے برابر اس درخت کے پتے گرا دیئے جاتے ہیں، اب انسان بڑے بڑے منصوبے بنا رہا ہوتا ہے بڑے بڑے پروگرام تیار کر رہا ہوتا ہے، مگر اس کا نام عالم بالا میں مُردوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہوتا ہے بڑے بڑے محلات اور بڑے بڑے بنگلے بنا رہا ہوتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ میں نے ہمیشہ ان بنگلوں میں

ان محلات میں رہنا ہے مگر عالم بالا میں اس کا نام مرنے والوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہوتا ہے۔

آپ سوچیں گے تو یہ بات بڑی اچھی طرح سمجھ میں آ جائے گی کہ کتنے ہی ہمارے جاننے والے، کتنے ہی ہمارے دوست واحباب، عزیز واقارب، رشتہ دار برادری والے ایسے تھے جو گذشتہ شعبان میں ہمارے ساتھ تھے مگر اس شعبان کے آنے سے پہلے ہی وہ ہم سے جدا ہو گئے اور اب بھی کتنے ہی ہمارے جاننے والے ایسے ہیں جو اس شعبان میں ہمارے ساتھ ہیں، مگر آئندہ شعبان کے آنے سے پہلے ہی ہم سے جدا ہو جائیں گے۔

افسوس اور صد افسوس ہر روز جنازے اٹھتے ہیں، ہر گھر میں ماتم برپا ہوتا ہے ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے پیاروں کو غسل دیتے ہیں اپنے ہاتھوں سے کفن پہناتے ہیں اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارتے ہیں اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالتے ہیں مگر پھر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔

خوب کہا ہے حضرت مجذوب رحمہ اللہ نے۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

تو میرے دوستو! بات لمبی ہو گئی میں عرض کر رہا تھا کہ اس رات کو تین کام کرنے ہیں عبادت کرنی ہے قبرستان جانا ہے اگلے دن روزہ رکھنا ہے اور کچھ کام ایسے ہیں جو گناہ اور ناجائز ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔

میرے دوستو اگر ہم اس رات کو جاگ کر عبادت نہیں کر سکتے اور نیکی کا کام نہیں کر سکتے تو کم از کم گناہوں سے تو اپنے آپ کو اپنی اولاد کو بچانے کا اہتمام کرلیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔

عنوان

ماہِ شعبان

کا تیسرا جمعہ:

زکواۃ کا بیان:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

واقیموا الصلاۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین ، صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ ، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِیْ عَمَلاً سُبْحَانَکَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ .

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو ! رمضان المبارک قریب ہے اور رمضان المبارک کے مہینے میں جس طرح اور اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے کا ثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سارا سال خرچ کرتے رہتے تھے مگر رمضان المبارک میں آپ سخاوت کی حد کر دیتے اسی مناسبت سے رمضان سے پہلے زکوٰۃ کے بارے میں عرض کرنا ہے، آج کی اس نشست میں صرف دو باتیں ذکر کرنی ہیں ایک زکوٰۃ ادا کرنے کے فضائل، دوسرا زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر جو سخت وعیدیں آئی ہوئی ہیں، وہ بیان کرنی ہیں۔

زکوٰۃ کا ادا کرنا اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے اللہ پاک نے بیاسی جگہ زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے اور زکوٰۃ کا انفرادی ذکر اس کے

علاوہ ہے اور حدیث میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے بنیادی ارکان پانچ شمار فرمائے ہیں شہادتین کا اقرار، نماز، زکوۃ، روزہ اور حج اسلام کے یہ پانچ ارکان ہیں اگر کوئی آدمی ان میں سے صرف ایک کا انکار کردے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اگر انکار نہ کرے مگر ادا کرنے میں کوتاہی کرے، تو وہ فاسق ہو جاتا ہے۔ جس کو اپنی سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں جانا پڑے گا۔

تو جو بھی زکوۃ کا انکار کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد کچھ قبائل نے زکوۃ دینے سے انکار کردیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جہاد کا اعلان فرمایا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی، کہ یہ لوگ کلمہ پڑھتے ہیں آپ ان سے لڑائی کیسے کریں گے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ"

اللہ تعالیٰ کی قسم جو بھی نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق کرے گا میں اس سے ضرور جہاد کروں گا نماز جیسے بدن کا حق ہے اسی طرح زکوۃ مال کا حق ہے اللہ تعالیٰ کی قسم اگر وہ اونٹ کی ایک رسی بھی روکیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے، تب بھی میں ان سے لڑائی کروں گا بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی سمجھ گیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو فرماتے ہیں وہی حق ہے تو ان ارکان میں سے ایک کا بھی انکار کرنا کفر ہے اور مان کر پھر بھی ادا نہ کرنا فسق ہے۔

زکوۃ ادا کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں اور قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے فضائل بیان فرمائے

ہیں۔

ایک آیت میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

"وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ"

میری رحمت اتنی عام ہے کہ ہر چیز کو محیط ہے پس میں اس کو خاص کر ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ دیتے ہیں۔

اور احادیث میں تو کثرت کے ساتھ اس کے فضائل بیان ہوئے ہیں ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

زکوٰۃ ادا کیا کرو کہ یہ پاک کرنے والی ہے اس کے ذریعے بقیہ مال بھی پاک ہوگا اور تمہارے گناہ بھی معاف ہونگے تم خود بھی پاک ہوگے۔

قرآن پاک میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔

"خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا"

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ زکوٰۃ کے ذریعے اپنے مال کو محفوظ بناؤ اور اپنے بیماروں کی صدقہ سے دواء کرو اور بلاؤں کے زوال کے لئے دعاء کرو اور عاجزی سے مدد چاہو۔ تو زکوٰۃ کے ذریعے مال پاک بھی ہو جاتا ہے اور محفوظ بھی ہو جاتا ہے ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں حطیم کے اندر تشریف فرما تھے ایک شخص نے تذکرہ کیا کہ فلاں آدمیوں کا بڑا نقصان ہوگیا، سمندر کی موج نے ان کے مال کو ضائع کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جنگل ہو یا سمندر کسی جگہ میں بھی جو مال ضائع ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے سے ضائع ہوتا ہے اپنی مالوں کی زکوٰۃ ادا کر کے حفاظت کرو۔

ایک نصرانی نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو زکوٰۃ دینی شروع کردی کہ میں ہر سال دیا کروں گا تا کہ میرا مال محفوظ ہو جائے اس کا اونٹ تجارتی قافلہ میں آرہا تھا، وہ قافلہ لٹ گیا تو اس نے اپنے دوستوں کو جمع کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لئے چل پڑا کہ العیاذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولا تھا ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچا تھا کہ اطلاع آگئی اس کے وکیل نے خط لکھا کہ میرا اونٹ لنگڑا ہو گیا، جس کی وجہ سے میں پیچھے رہ گیا تھا اس لئے سارا قافلہ لٹ گیا اور میں محفوظ رہ گیا اس پر وہ نصرانی خوش ہوا، اور اس کی آنکھیں کھل گئیں، تلوار پھینک دی اور آکر اسلام قبول کرلیا۔

تو زکوٰۃ کے ذریعے دنیا کا فائدہ تو یہ ہے کہ مال پاک بھی ہو جاتا ہے اور محفوظ بھی ہو جاتا ہے اور مال میں برکت پیدا ہو جاتی ہے اور آخرت کا فائدہ یہ ہے کہ:

"مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ"

ایک درہم کے بدلے سات سو کا ثواب ملے گا، جب یہ آیت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اے اللہ میری امت کو اور زیادہ عطا فرما تو آیت اتری:

"مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً"

جو اللہ تعالیٰ کو قرضہ حسنہ دے اس کو دگنا در دگنا دیا جائے گا، آپ نے پھر دعا مانگی کہ اے اللہ میری امت کو اور بھی زیادہ عطا فرما، پھر آیت اتری:

"اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ"

مال کے خرچ کرنے پر صبر کرنے والوں کو بغیر حساب ملے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہر تی کے بدلے جنت میں ایک ایسا شہر عطا فرمائیں گے جس میں ستر محل ہونگے اور ہر محل میں ستر کمرے ہونگے اور ہر کمرے میں ستر تخت ہونگے اور ہر تخت پر ستر فرش ہونگے، اور ہر فرش کی موٹائی ستر گز ہوگی، اور اس پر موٹی آنکھ والی ایک حور عین بیٹھی ہوگی۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے نقصانات:

زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے دنیا وآخرت دونوں کے نقصانات بہت زیادہ ہیں بڑی سخت وعید حدیث میں آئی ہے ایک تو مال سے برکت اٹھ جاتی ہے، مال غیر محفوظ ہو جاتا ہے دوسرا اجتماعی نقصان دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ پوری قوم قحط سالی کے عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے یہ جو پورے ملک پر مہنگائی کا عذاب مسلط ہے غریب شور مچا مچا کر تھک گئے ہیں اس کی وجہ زکوٰۃ کا نہ ادا کرنا بھی ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ حکومت ختم ہو

گی تو مہنگائی کم ہو جائے گی، مگر حکمرانوں نے آ کر اور ظلم ڈھا دیا، سب سے پہلا تحفہ مہنگائی کا دیا، آتے ہی سابقہ حکمرانوں کا احتساب کرتا تھا مگر انہوں نے قوم کا احتساب شروع کر دیا، بہر حال یہ مہنگائی کے عذاب کو روکنا کسی کے بس میں نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامَنَعَ قَوْمٌ الزَّکٰوۃَ اِلَّا ابْتَلَاھُمُ اللّٰہُ بِالسِّنِیْنَ"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی قوم زکوٰۃ کو روک لیتی ہے حق تعالیٰ شانہ اس کو قحط میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اے مہاجرین کی جماعت پانچ چیزیں ایسی ہیں، کہ اگر تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے تو بڑی آفات میں پھنس جاؤ گے۔

(۱) ایک تو یہ ہے کہ فحش بدکاری جس قوم میں کھلم کھلا علی الاعلان ہونے لگے ان میں ایسی نئی بیماریاں پیدا ہونگی جو پہلے کبھی بھی سننے میں نہ آئی ہونگیں۔

(۲) اور جو لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگیں گے ان پر قحط اور مشقت اور بادشاہ کا ظلم مسلط کر دیا جائے گا۔

(۳) اور جو قوم زکوٰۃ روک لے گی ان پر بارش روک دی جائے گی اگر

جانور نہ ہوتے تو ایک قطرہ بھی بارش کا نہ ہوتا۔

(۴) اور جو لوگ معاہدہ کی خلاف ورزی کریں گے ان پر دوسری قوموں کا تسلط ہوگا وہ ان کے متاع و مال کو لوٹ لیں گے۔

(۵) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف حکم جاری کریں ان میں خانہ جنگی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی پناہ اب ان پانچ میں سے کونسی ایسی نہیں جس میں ہم لوگ مبتلا نہ ہوں پھر مہنگائی اور بے چینی اور بے اطمینانی کا رونا ہر وقت روتے ہیں مگر ان گناہوں کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتے یہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے دینوی نقصانات تھے، اُخروی نقصانات بہت زیادہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین قسم کی سزائی منقول ہیں اور قرآن کریم کی آیات میں بھی ان کی طرف اشارہ ہے۔

پہلی سزا:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَامِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّااِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ صَفَحَتْ لَهٗ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍفَاُحْمِیَ عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَیُکْوٰی بِهَا جَنْبُهٗ وَجَبِیْنُهٗ وَظَهْرُهٗ کُلَّمَا رَدَّتْ اُعِیْدَتْ لَهٗ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ

الْعِبَادِ فَيَرىٰ سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ "
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص جو سونے کا مالک ہو یا چاندی کا اور اس کا حق ادا نہ کرے یعنی زکوۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس سونے اور چاندی کے پترے بنائے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں ایسا تپایا جائے گا گویا کہ وہ خود آگ کے پترے ہیں پھر ان سے اس شخص کا پہلو اور پیشانی اور کمر داغی جائے گی اور بار بار اس طرح تپا تپا کر داغ دیئے جاتے رہیں گے، قیامت کے پورے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی اس کے بعد جہاں اس کو جانا ہوگا جنت میں یا جہنم میں، چلا جائے گا۔

اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روپیہ پر روپیہ نہیں رکھا جائے گا اور اشرفی پر اشرفی نہیں رکھی جائے گی بلکہ انسان کے جسم کو اتنا وسیع کر دیا جائے گا جس پر یہ سونے چاندی کے سکے پھیلا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جتنا سونا چاندی اس کے پاس ہوگا۔ اس کے ہر قیراط (جو تقریباً تین رتی کا ہوتا ہے) کو آگ کا ایک ٹکڑا بنایا

جائے گا پھر اس سے اس کے سارے بدن کو داغ دیا جائے گا اس کے بعد چاہے جہنم میں جائے یا بخشش ہو جائے۔ (فضائل صدقات بحوالہ درمنثور)

اس پہلی سزا کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے۔

"وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ " (سورۃ التوبۃ پ ۱۰)

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ سونا چاندی کو جمع کر کے خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کو خرچ نہیں کرتے ان کو خبر دیدیں دردناک عذاب کی اس دن اس سونے چاندی کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائیگا پس داغا جائے گا اس کے ساتھ ان کی پیشانی کو اور ان کے پہلو کو اور ان کی کمر کو، اور کہا جائے گا کہ یہ وہ ہی ہے جس کو تم نے اپنی ذات کے لئے جمع کیا تھا پس اب اپنے خزانے کا مزہ چکھ لو۔

ان تین چیزوں کا ذکر اس واسطے کیا ہے کہ ان تینوں کو زکوٰۃ ادا نہ کرنے میں بڑا دخل تھا فقیر سامنے آ رہا ہوا اس کو دیکھ کر پیشانی پر بل پڑ جاتا ہے، پاس کر ادھر کو

پہلو بدل کر پیٹھ پھیر کر چل پڑتا تھااس لئے بطور خاص ان کو ذکر کیا گیا ورنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق تو پورے بدن کوداغا جائے گا۔

دوسری سزا:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اٰتَاہُ اللہُ مَالاً فَلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ مَالُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلِھْزِمَتَیْہِ یَعْنِیْ شِدْقَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ تَلاَ وَلاَ یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الخ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو، اور اس کو قیامت کے دن ایک ایسا سانپ بنادیا جائے گا جو گنجا ہو، اور اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں تو وہ سانپ اس کی گردن میں طوق کی طرح ڈال دیا جائے گا جو اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا، میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید میں قرآن کریم کی آیت پڑھی۔

"وَلاَ یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰھُمُ اللہُ مِنْ

فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ "

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اپنے فضل سے، اور وہ بخل کرتے ہیں اس کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ مال ان کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا قیامت کے دن۔

زیادہ زہر کی وجہ سے اس کے سر کے بال اڑ جائیں گے اس لئے گنجا ہوگا اس کے زہریلے ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے آنکھوں پر دو سیاہ نقطوں کا ہونا بھی اس کے زہریلے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

تیسری سزا:

مسلم شریف کی روایت ہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ جو ادا نہیں کریں گے تو ان جانوروں کو خوب موٹا اور بڑا کر کے لایا جائے گا اور ان مالداروں کو چٹیل میدان میں لٹایا جائے گا اور وہ جانور اپنے پیروں سے ان کو روندیں گے اپنے سینگوں سے ان کو ماریں گے ان پر ایک ایک جانور گذارا جائے گا جب سب گذر جائیں گے تو دوبارہ شروع کر دیا جائے گا یہ سلسلہ چلتا رہے گا اس پورے دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔

اب آخر میں زکوٰۃ کی حکمتیں اور زکوٰۃ کے مسائل مختصر بیان کئے جاتے ہیں۔

زکوٰۃ کی بڑی بڑی حکمتیں اور اسرار بزرگوں نے بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ انسان کا دل بخل سے پاک ہوگا اور بخل کی بیماری ایسی ہے کہ جو انسان کو تباہ کرنے والی ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں مہلکات میں شمار فرمائی ہیں، فرمایا:

" ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى

مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ "

تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں ایک بخل دوسری نفسانی خواہشات تیسری اپنے آپ کو بڑا سمجھنا تو جب زکوٰۃ میں مال کو بار بار خرچ کرے گا تو آہستہ آہستہ دل سے مال کی محبت نکل جائے گی اور بخل کی بیماری ختم ہو جائے گی۔

دوسری حکمت اس کی شکر نعمت ہے جیسے بدن اور بدن کی تمام طاقتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور وہ نماز کی صورت میں ہوتا ہے اسی طرح یہ مال بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جب فقیر مانگنے آتا ہے یا خود دیکھے محتاجوں کو تو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر غور کرے کہ ان کو محتاج بنایا ہے اور مانگنے پر مجبور کر دیا ہے، مجھے مال کی نعمت عطا فرما کر مانگنے سے بے نیاز کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرے اور چالیسواں حصہ محتاجوں اور فقیروں کو دے دے۔

اب صرف زکوٰۃ کے مسائل رہ گئے ہیں وہ بہت طویل ہیں ان کو ایک نشست میں بیان کرنا تفصیل سے ممکن نہیں ہے البتہ اہم اہم مسائل جن میں اکثر لوگ غلط فہمی کا شکار ان کو میں بیان کر دیتا ہوں۔

مسائل زکوٰۃ کے سلسلے میں پہلی بات:

مسائل کے سلسلے میں سب سے پہلی بات تو ذہن میں یہ رکھیں کہ کن پر زکوٰۃ فرض ہے۔ جس شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا اسکی قیمت، ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت؛ ہو اور ضرورت سے زائد پڑی ہو اور وہ مقروض بھی نہ ہو تو اتنی مالیت پر، جب سال گذر جائے تو زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوگا۔

مسئلہ:-

اگر کسی کے پاس مکمل سونے چاندی کا نصاب تو نہیں مگر تھوڑا سا سونا ہے اور تھوڑا سا چاندی ہے مگر ان دونوں کو ملایا جائے تو ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر بن جاتی ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

مسئلہ:-

زیورات کی قیمت بھی اگر نصاب کو پہنچتی ہو اور وہ سونے چاندی کے ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، چاہے ان کو پہنا جائے یا نہ پہنا جائے زیورات کی زکوٰۃ عورت پر فرض ہے میاں بیوی کی مالیت الگ الگ معتبر ہوگی اکثر عورتیں اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ آمدنی ہمارے پاس تو ہے نہیں تو زکوٰۃ کس چیز کی دیں اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ جس مال پر زکوٰۃ فرض ہے اس کا چالیسواں حصہ دیں اب چاہے سونا دیں، یا زیور بیچ کر زکوٰۃ دیں یا شوہر سے قرض لے کر دیں یا ویسے مانگ کر زکوٰۃ دیں بہر حال شوہر پر الگ فرض ہے بیوی پر الگ فرض ہے۔

مسئلہ:-

اگر کسی کے پاس سونا اور کچھ چاندی ہو اور ساتھ تھوڑی سی نقدی بھی ضرورت سے زائد ہو سو روپیہ پانچ سو روپیہ ہزار یا دو ہزار روپیہ، تو اس نقدی کو اس سونے چاندی کے ساتھ ملا کر قیمت لگا کر دیکھیں گے کہ وہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کو پہنچتا ہے یا نہیں اگر پہنچ گیا تو زکوۃ فرض ہو جائے گی۔

اکثر عورتیں اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ ہمارے پاس زیورات کم ہیں ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر نہیں حالانکہ ان کے پاس نقدی موجود ہوتی ہے تو اس سونے کو اور نقدی کو ملا کر زکوۃ فرض ہوتی ہے قربانی واجب ہوتی ہے مگر ان کو اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی دینے کے بجائے لینے کے لئے تیار رہتی ہیں۔

مسئلہ:-

سونے چاندی اور سامان تجارت کے علاوہ لوہا تانبا پیتل جتنا بھی ہو اس کے برتن ہوں یا زیورات یا گھر کا دیگر سامان، چاہے استعمال میں آتے ہوں، یا استعمال میں نہ آتے ہوں مثلاً مہمانوں کے لئے بستر بنا کر رکھے ہیں یا بچیوں کا جہیز بنا کر رکھا ہوا ہے چاہے جتنا بھی قیمتی ہو اور جتنے سال بھی اس پر گذر جائیں اس پر زکوۃ فرض نہیں۔

مسئلہ:-

کسی کے پاس کئی مکان اور کئی دکانیں ہیں جن کو کرایہ پر لگایا ہوا ہے تو ان

کی مالیت پر زکوٰۃ نہیں ہوگی ہاں اگر کرایہ اتنا زیادہ آتا ہو کہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال گذر جائے تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔

مسئلہ:-

کسی کے پاس سونے چاندی کے زیورات یا نقدی رقم یا سامان تجارت ایک نصاب کے برابر پڑا ہوا ہے اس پر مثلاً چھ ماہ گذر گئے تو اس کو پہلے مال سونا یا چاندی یا رقم نقدی یا تجارت کا نفع مل جائے تو اس کو پہلے مال کے ساتھ ملا یا جائے گا اور پہلے مال پر جب سال پورا ہو جائے گا تو زکوٰۃ دونوں کی اکٹھی ملا کر دی جائے گی بعد میں آنے والے مال کے لئے نیا سال شمار نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ:-

اگر کسی کے پاس نصاب تو ہے مگر وہ مقروض بھی ہے تو دیکھیں گے کہ قرضہ اتارنے کے بعد اس کے پاس نصاب کے بقدر مال بچ جائے گا یا نہیں اگر قرضہ اتارنے کے بعد اس کے پاس نصاب کے بقدر مال بچ جاتا ہے تو زکوٰۃ فرض ہے ورنہ زکوٰۃ فرض نہیں۔

مسائل کے سلسلے میں دوسری بات:

کہ زکوٰۃ کے مصارف کیا ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص صاحب نصاب نہیں ہے اور اس کے اپنے اوپر زکوٰۃ فرض نہیں ہے تو اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

سب سے بہتر مصرف اس کا اپنے رشتہ دار ہیں ان کوزکوۃ دینے سے زکوۃ بھی ادا ہوگی اور صلہ رحمی کا ثواب بھی مل جائے گا اور ان کو بتانا ضروری نہیں بلکہ صرف اپنی نیت کافی ہے عیدی کے نام سے جہیز کے نام سے زکوۃ ان کو دی جاسکتی ہے رشتہ داروں میں سے صرف ان رشتہ داروں کوزکوۃ نہیں دی جاسکتی، جن سے یہ پیدا ہوا ہو یا جو اس سے پیدا ہوئے ہوں یعنی والدین اور والدین کے والدین کوزکوۃ نہیں دی جاسکتی اور اولاد اور اولاد کی اولاد کوزکوۃ نہیں دی جاسکتی اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کوزکوۃ نہیں دے سکتے اس کے علاوہ دائیں بائیں کے تمام رشتہ داروں کو زکوۃ دی جاسکتی ہے بھائی بہنوں کو اور ان کی اولاد کو چچاؤں اور ماموں کو اور ان کی اولاد کو پھوپھیوں اور خالاؤں کو اور ان کی اولاد کو، ساس اور سسر کو بھی زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

دوسرا مصرف اس کا دینی مدارس کے نادار طلبہ ہیں کہ ان کو دینے سے زکوۃ بھی ادا ہوگی اور آپ کا مال اشاعت دین میں خرچ ہوگا آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنے گا ایک ایک بچہ جہاں جہاں پڑھائے گا جتنوں کو پڑھائے گا اور دین کی خدمت کریگا ان سب میں آپ کا حصہ ہوگا۔

آپ خود جانتے ہیں کہ ایک اسلامی معاشرہ کو اچھے سائنسدانوں کی اچھے ڈاکٹروں کی اچھے انجینئروں کی ضرورت ہے اچھے طبیبوں کی ضرورت ہے اسی طرح ایک اسلامی معاشرہ کو اچھے علماء کی اچھے حفاظ کی اچھے قراء کی اچھے مفتیوں کی بھی ضرورت ہے۔

تو یہ قراء علماء حفاظ کہاں سے آئیں گے، انہی مدارس سے پیدا ہوں گے اصل یہ کام تو ایک اسلامی حکومت کا تھا کہ وہ ان دینی مدارس کی سرپرستی کرتی، ان کی ضروریات پوری کرتی مگر حکومت تو امریکہ کے اشارے پر بجائے ان کی سرپرستی کرنے کے ان کو مٹانے کے درپے ہے ان کو ختم کرنے کی سازش کر رہی ہے اس لئے آپ حضرات سے گذارش ہے کہ آپ اپنے صدقات وخیرات سے مدارس کے طلبہ کا تعاون فرماتے رہا کریں یہ بچے آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنیں گے۔ اللہ پاک ہمیں اپنے دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں (آمین)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ماہ رمضان المبارک

پہلا جمعہ

تراویح کا بیان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ
یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا
مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جَدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ
لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا
وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ
وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالیٰ فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ وَسَنَنْتُ عَلَيْكُمْ قِيَامَهٗ فَمَنْ صَامَهٗ وَقَامَهٗ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ، رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ، رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا رَبِّ زِدْنِيْ عَمَلًا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! رمضان المبارک آچکا ہے اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کی رحمت موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہے اور جس طرح موسلا دھار بارش میں ہر چیز سیراب ہو جاتی ہے اور ہر چیز دھل کر صاف ستھری ہو جاتی ہے اسی طرح اس بابرکت مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہر انسان سیراب ہو جاتا ہے اور مستفید ہوتا ہے اور گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے دھل جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ برتن سیدھا ہوا الٹا نہ ہوا گر برتن الٹا ہو سارا دن صحن کے درمیان میں کھلے میدان میں پڑا رہے اور موسلا دھار بارش برستی رہے تو وہ الٹا برتن بھرنا تو بڑے دور کی بات ہے اندر سے برتن گیلا بھی نہ ہوگا بلکہ خشک رہے گا اور اس کے اندر ایک قطرہ بھی بارش کا نہ جائے گا۔

اسی طرح اس رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہے اس سے فائدہ وہی انسان اٹھائیں گے جنہوں نے اپنے دل کے برتنوں کو سیدھا کیا ہوا س مہینے کی ہر رات بھی لوٹنے کی ہے اور ہر دن بھی لوٹنے کا ہے دن کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت لوٹنے کا ذریعہ روزہ ہے اور رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت لوٹنے کا ذریعہ تراویح کی نماز ہے تو روزہ رکھنے کا بھی بڑا ثواب ہے اور تراویح کی نماز کا بھی بڑا ثواب ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے دار کا سونا عبادت ہے اور اس کا خاموش رہنا تسبیح ہے کتنی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ روزہ رکھ کر جتنی دیر سوئے رہو گے وہ وقت بھی عبادت میں شمار ہو گا اور جتنی دیر کام کرتے رہو گے اور لغو اور فضول، بے ہودہ بات اپنے منہ سے نہیں نکالو گے تو تمہارا خاموش رہنا بھی سبحان اللہ پڑھنے کے برابر ثواب کے اعتبار سے لکھا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے کے بعد روزہ دار کی چوبیس گھنٹے کی زندگی عبادت بن جاتی ہے روزے دار اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے یعنی قیامت والے دن ایسی خوشبو آئے گی جو مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگی۔

تو روزہ رکھنا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو لوٹنا ہے ایک حدیث میں

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی نیکیوں کیلئے ثواب مقرر کیا ہے دس گنا سے سات سو گنا تک مگر روزہ، یعنی روزہ میں سات سو کی حد نہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دونگا اس سے روزہ کے ثواب کی عظمت کا اندازہ کرنا چاہئے کہ جس کا حساب ہی معلوم نہیں کہ وہ ثواب کس قدر ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ عطاء فرمائیں گے کہ اس کا بندوبست فرشتوں کے ذریعے نہ ہوگا۔

سبحان اللہ کیا قدر دانی ہے تھوڑی سی معمولی محنت ہے اور کتنی زیادہ رحمت برس رہی ہے ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزہ داروں کے واسطے قیامت کے دن عرش کے نیچے دستر خوان لگایا جائے گا، وہ لوگ اس پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے اور باقی لوگ اس وقت حساب کتاب میں پھنسے ہوئے ہوں گے اس پر لوگ تعجب کریں گے کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو کھانا کھا رہے ہیں اور ہم اب تک حساب وکتاب میں مصروف ہیں تو ان کو جواب دیا جائے گا کہ یہ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم روزہ نہیں رکھتے تھے۔

یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے دنیا میں تھوڑے سے وقت کے لئے کھانا اور پانی اور نفسانی خواہشات کو ترک کیا تھا، آج اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ بدلہ دیا جارہا ہے کہ وہ شاہی مہمان بنے ہوئے ہیں دنیا کا دن اور رات چوبیس گھنٹے کا ہوتا ہے اور اس میں صرف طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا اور پینا چھوڑ کر بھوکا اور پیاسا رہنا پڑتا ہے جس شخص نے یہ تھوڑی سی بھوک اور پیاس

برداشت کرلی، اللہ پاک اس کو قیامت کے اس طویل اور لمبے دن کی بھوک اور پیاس سے محفوظ فرمائیں گے جس کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا:

" فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ "

کہ اس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

ان ساری فضیلتوں کے باوجود یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ روزہ نماز سے افضل بن گیا، بلکہ یہ بات شریعت میں طے شدہ اور مسلمہ ہے، کہ نماز روزے سے بہر حال افضل ہے، ان ساری احادیث کا مطلب یہ ہے، کہ روزے کا بہت بڑا ثواب ہے، اس سے محروم نہیں رہنا چاہئے، لیکن نماز تمام عبادات سے افضل ہے، ہمارے ہاں عام طور پر جتنا اہتمام روزے کا ہوتا ہے، اتنا نمازوں کا نہیں ہوتا سارا سال نمازوں کی چھٹی کرنے والے بھی رمضان کے روزوں کی پابندی کرتے ہیں بلکہ بعض تو ایسے ہیں جو کہ رمضان میں روزہ رکھ کر بھی نماز نہیں پڑتے ہیں، ٹرین کے سفر میں اکثر آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ نماز نہیں پڑتے مگر اکثر روزے سے ہوتے ہیں اور کوئی ان کے سامنے کھانا کھانا شروع کردے، یا پانی پینا شروع کردے تو اس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں، کہ بھائی اچھے خاصے صحت مند ہو کر بھی آپ نے روزہ نہیں رکھا حالانکہ سفر شرعی ہو تو روزہ چھوڑنے کی شرعاً اجازت ہے مگر نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں، تو اکثر پڑتے ہی نہیں اور جو پڑتے ہیں وہ مسئلہ معلوم نہ

ہونے کی وجہ سے سیٹ پر بیٹھ کر پڑ تے ہیں جدھر سیٹ کا رخ ہوا دھر ہی منہ کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں نماز تو پڑھی مگر اس کا فرض قیام بھی چھوڑ دیا اور شرطاً استقبال قبلہ بھی چھوڑ دیا۔

بہرحال بات یہ چل رہی تھی کہ رزوے کے بڑے بڑے ثواب اور فضائل بیان فرمائے گئے ہیں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ روزہ نماز سے افضل ہے نماز تو تمام عبادات سے افضل ہے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس مہینے میں موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہے اس رحمت کو لوٹنے کا ایک ذریعہ تو دن کو روزہ رکھنا ہے، روزہ نہ رکھنا برتن کو الٹا کر دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہنا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے رمضان کا ایک روزہ جان بوجھ کر بغیر کسی شرعی عذر کے چھوڑ دیا تو پھر اس کا ثواب کبھی بھی نہیں پا سکتا، چاہے ساری زندگی روزہ رکھتا رہے یعنی جو نورانیت، برکت اور ثواب رمضان کے ایک روزے میں مل سکتا ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر ساری زندگی بھی روزہ رکھے تب بھی اتنا ثواب اتنی نورانیت نہیں مل سکتی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو لوٹنے کا دوسرا ذریعہ تراویح ہے ابھی خطبے میں جو حدیث آپ کے سامنے پڑھی گئی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیئے ہیں اور میں نے رمضان کی راتوں کے قیام کو تمہارے لئے سنت قرار دیا ہے پس جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور اس کی رات میں قیام کرے تو وہ گناہوں

سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے آج اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے یہ مضمون کئی احادیث میں مروی ہے، تراویح بے شک سنت ہے مگر ثواب ان کا بہت زیادہ ہے، رمضان میں جتنے فرض پڑھے جاتے ہیں ان کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے اور جو نوافل اور سنت پڑھی جاتی ہے ان کا ثواب فرض کے برابر ہو جاتا ہے۔

تو رمضان میں فرائض کے علاوہ نوافل کی کثرت کرے تاکہ کل قیامت کے روز یہ نوافل کام آسکیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا محاسبہ ہوگا اللہ جل شانہ فرشتوں سے ارشاد فرمائیں گے کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو ناقص ہے یا پوری، اگر پوری ہوئی تو پوری لکھ لی جائے گی اور اگر ناقص ہوئی تو جتنا نقصان ہوگا درج کر لیا جائے گا پھر ارشاد ہوگا فرشتوں کو کہ دیکھو کہ اس کے پاس نوافل بھی ہیں یا نہیں اگر نوافل اس کے پاس ہوئے تو ان سے فرائض کی تکمیل کر دی جائے گی اس کے بعد اس طرح زکوۃ کا حساب ہوگا اول فرض زکوۃ کا اگر اس میں کمی ہوئی تو صدقات فافلہ سے اس کی تکمیل کر دی جائے گی۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فضائل صدقات میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ستر نوافل ایک فریضہ کی برابری کریں گے یعنی ستر نوافل سے ایک فرض کی کمی پوری کی جائے گی اس لئے ایک تو فرائض بڑے اہتمام کے ساتھ ان کے تمام آداب اور حقوق کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرنا چاہئے ان کے آداب میں جتنی کمی اور نقصان ہوگا وہ نوافل کی بہت بڑی تعداد سے پورا کیا جائے گا دوسرا اپنے ذمے کوئی قضاء نماز نہیں چھوڑنی چاہئے ورنہ وہ کمی بھی نوافل سے پوری کی

جائے گی آج جتنی دیر نوافل میں لگے گی اتنی دیر میں فرض بھی قضاء پڑھے جا سکتے ہیں، ورنہ کل قیامت کے دن ستر نوافل دے کر ایک فرض کی کمی پوری کی جائے گی کتنا نقصان ہوگا۔

تیسرا اپنے پاس نوافل کا بہت سارا ذخیرہ بھی رکھنا چاہئے تاکہ کل قیامت کے دن کام آسکے شریعت نے مختلف مواقع میں نوافل اور سنتیں اس لئے مقرر فرمائی ہیں اوابین کے نوافل، تہجد کے چاشت اور اشراق کے نوافل، تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء کے نوافل پھر عصر کے علاوہ تمام نمازوں کے ساتھ سنت مؤکدہ ہیں تو اندازہ کریں کتنی رکعتیں ہو جاتی ہیں پھر یہ رمضان المبارک کا مہینہ تو غنیمت ہے کہ اس میں باقی تمام نوافل کے ساتھ بیس رکعت تراویح بھی ہے اس میں ہر نفل کا ثواب فرض کے برابر ہوتا ہے اسلئے روزے کے ساتھ تراویح کا بھی اہتمام کریں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

تراویح کے بارے میں اکثر لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں، بعض یہ سمجھتے ہیں کہ تراویح صرف مردوں کے لئے سنت ہیں اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ آٹھ رکعت سے بھی کام چل سکتا ہے۔ خوب اچھی طرح سن لیں کہ تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہیں مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی جس طرح باقی نماز دونوں کے لئے فرض ہیں اسی طرح تراویح بھی دونوں کے لئے سنت مؤکدہ ہیں۔ جیسے ظہر کی پہلی چار سنتیں اور بعد کی دو سنتیں، مغرب کے بعد کی دو سنتیں، فجر سے پہلے دو سنت مؤکدہ

ہیں ان کا چھوڑنے والا گناہ گار ہوگا اسی طرح تراویح کی بیس رکعتیں بھی سنت مؤکدہ ہیں مردوں کے لئے اور عورتوں کے لئے، ان کا چھوڑنے والا بھی گناہ گار ہوگا۔

ایک اور غلط فہمی کا ازالہ :

بعض لوگ تراویح کو سنت مؤکدہ تو سمجھتے ہیں مگر اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ تراویح صرف آٹھ رکعتیں ہیں۔ یہی وجہ ہے آٹھ رکعت تراویح کے بعد مسجد خالی ہو جاتی ہے اصل میں یہ غلط فہمی غیر مقلدوں کی پھیلائی ہوئی ہے، دعویٰ ان کا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعتیں ثابت نہیں بلکہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت صلاۃ اللیل پڑھا کرتے تھے۔

حالانکہ حدیث شریف میں صلاۃ اللیل کا لفظ آیا ہے اس کا معنی ہے رات کی نماز یعنی تہجد کی نماز آپ آٹھ رکعات پڑھا کرتے تھے، رمضان میں بھی اور غیر رمضان میں بھی، باقی تراویح کی بیس رکعت خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ
خَرَجَ لَيْلَةً مِّنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ
وَصَلّٰى رِجَالٌ بِصَلَاتِهٖ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا
اَكْثَرَ مِنْهُمْ فَصَلّٰى فَصَلَّوْا مَعَهٗ فَاَصْبَحَ النَّاسُ

فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ
فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَصَلّٰى
فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ
الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ
فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ
: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ لٰكِنِّيْ
خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا فَتُوُفِّيَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَالْأَمْرُ عَلٰى
ذٰلِكَ . (بخاری ج۱/۲۶۹، مسلم ج۱/۲۵۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے درمیان گھر سے تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی جب صبح ہوئی تو لوگوں نے رات کی نماز کا آپس میں تذکرہ کیا چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ تعداد ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تیسری رات اور زیادہ تعداد ہوگئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب چوتھی رات آئی تو مسجد لوگوں سے تنگ آ گئی مگر آپ باہر تشریف نہ لائے فجر کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اللہ تعالی کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا تمہارا یہاں آنا مجھ سے مخفی نہ تھا مگر مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم

پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ تراویح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائی۔

مصنف ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے بیس رکعت تراویح پڑھی اور جس روایت میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے وہ تہجد کی نماز تھی۔

چنانچہ مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے بعد تہجد الگ دوبارہ پڑھی، بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انفرادی طور پر بیس رکعت پڑھی جاتی رہیں یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا زمانہ شورشوں کا زمانہ تھا۔ ان کو اس طرف توجہ کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ عمر فاروق رضی اللہ کے دور میں جب استحکام پیدا ہوگیا۔ تو اب وحی کے بند ہو جانے کی وجہ سے فرضیت کا خطرہ تو نہ رہا، اس لئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ کہ تم لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرو اور قرآن سنایا کرو۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اَقرأ کا خطاب مل چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اَقْرَأُهُمْ اُبَیُّ ابْنُ کَعْب"

میرے صحابہ میں سے سب سے زیادہ قاری ابی بن کعب ہیں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق سب صحابہ کرام نے ابی بن کعبؓ کے پیچھے تراویح کی نماز بیس رکعت پڑھی تمام صحابہ کرام موجود تھے کسی نے اعتراض نہ کیا سب صحابہ کا اجماع اور اتفاق ہو گیا اس مسئلے پر، ایک خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اس کو جاری کرنا یہ بھی سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے۔ کیوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ "

میری سنت کو بھی لازم پکڑو اور خلفائے راشدین کی سنت کو بھی لازم پکڑو۔

پھر تمام صحابہ کرام کا اس پر اعتراض نہ کرنا، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع خود ایک مستقل شرعی دلیل ہے، پھر صحابہ رضی اللہ عنہ کے بعد تابعین تبع تابعین اور ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ کوئی بھی امام آٹھ تراویح کا قائل نہ تھا، بیس رکعات سے کم کسی امام کے نزدیک تراویح نہیں۔

غیر مقلدین تو چلو ہیں ہی غیر مقلد وہ تو سارا سال آزادی میں گذارتے ہیں مگر افسوس ان پر ہے جو سارا سال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک پر نماز پڑھتے ہیں، ان کے فتویٰ کے مطابق زندگی گذارتے ہیں مگر جب رمضان آتا ہے تو اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے تراویح آٹھ شروع کر دیتے ہیں، جا کر ٹی وی دیکھنا ہوتا

ہے یا سوتا ہوتا ہے۔ یا گپ شپ لگائی ہوتی ہے، کتنے بڑے خسارے کی بات ہے کہ یہ مہینہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت لوٹنے کا تھا۔ یہ راتیں تو جاگنے کی تھیں ان کو ضائع کر دیا۔ کبھی سوچا ہے کہ ایک ایک رکعت پر کتنا ثواب مل رہا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ رمضان کے آخر تک بند نہیں ہوتا (اور ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے کہ نماز پڑھے رمضان کی راتوں میں سے کسی ایک رات میں تو ہر رکعت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے لئے ڈھائی ہزار نیکیاں لکھے گا) اور ہر رکعت کے بدلے اس کے لئے ایک مکان جنت میں سرخ یاقوت سے بنایا جائے گا جس کے ساٹھ دروازے ہونگے اور ہر دروازے کے لئے ایک سونے کا محل ہوگا جو آراستہ ہوگا سرخ یاقوت سے پھر جب روزہ دار روزہ رکھتا ہے رمضان کے پہلے دن کا تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں گذشتہ رمضان سے لے کر اب تک کے اور روزانہ اس کے لئے ستر (۷۰) ہزار فرشتے صبح سے لے کر غروب آفتاب تک مغفرت طلب کرتے ہیں اور ہر رکعت کے بدلے دن میں پڑھے یا رات میں پڑھے جنت میں ایک درخت ایسا لگا دیا جاتا ہے جس کے سائے میں سوار پانچ سو سال چل سکتا ہے کس قدر فضیلت ہے تو ایک ایک رکعت پر کتنا ثواب مل رہا ہے ہم غفلت سستی اور کوتاہی کی وجہ سے صرف آٹھ رکعت پڑھ کر بھاگ جاتے ہیں پھر جو قرآن پڑھا جائے گا بارہ رکعتوں میں اس سے بھی محرومی رہی بیس رکعت تراویح پڑھنا مستقل

سنت ہے اور پورا قرآن سننا مستقل سنت ہے تو قرآن سننے والی سنت سے بھی محرومی ہوگی پھر سارے سال وتروں کی جماعت نہیں ہوتی صرف رمضان میں وتروں کی جماعت ہوتی ہے اور اس کا ثواب ستائیس گنا بڑھ جاتا ہے اس ثواب سے بھی محرومی ہوئی۔

تو رمضان میں اللہ تعالیٰ کی رحمت موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہے۔ دن میں روزے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو لوٹیں اور رات میں تراویح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو لوٹیں۔

اللہ پاک فتنوں سے محفوظ فرمائے اور اپنے دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

رمضان المبارک

کا دوسرا جمعہ

آداب رمضان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَلَا نَظِیْرَ لَهٗ وَلَا وَزِیْرَ لَهٗ وَلَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ،

صدق اللّٰہُ الْعَظِیْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ ، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِیْ عَمَلاً سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ .

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

یہ رمضان المبارک کا دوسرا جمعہ ہے ، گزشتہ جمع کو روزے اور تراویح کے فضائل بیان ہوئے تھے ۔ آج یہ بیان کرنا ہے کہ وہ سارے فضائل اور سارے اجر وثواب اپنی جگہ درست ہیں مگر وہ ملے گا کس کو ، کیا ہر روزہ دار اس اجر وثواب کا مستحق ہو سکتا ہے ؟

تو اس کے لئے گزارش یہ ہے کہ بے شک روزے کے فضائل بہت زیادہ ہیں ، مگر ان فضائل اور اجر وثواب کے مستحق وہی روزے دار ہو سکتے ہیں ، جو روزہ بھی رکھیں اور روزے کے تمام حقوق اور تمام آداب کی رعایت بھی کریں ۔

ہر عبادت کرنے والے کی عبادت کا قبول ہونا ضروری نہیں صرف وہی

عبادت قبول ہوتی ہے جس میں اس کے آداب اور حقوق کا خیال کیا جائے۔ نماز تمام عبادات سے افضل ہے مگر حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض نمازی ایسے ہیں جن کی نمازیں گندے کپڑے میں لپیٹ کر ان کے منہ پر ماردی جاتی ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو نماز تو پڑھتے ہیں مگر اس کے آداب کی رعایت نہیں کرتے نہ وضو صحیح، نہ قیام صحیح، نہ رکوع صحیح نہ سجود صحیح، شروع سے لے کر آخر تک ساری نماز خلاف سنت ہے، تو وہ نماز کیسے قبول ہو۔

اسی طرح قرآن کی تلاوت بہت بڑی عبادت ہے مگر حدیث شریف میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کئی قرآن پاک پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

"والقرآنُ یلعنُہٗ"

اس لئے کہ قرآن تو پڑھا مگر اس کے حقوق کی رعایت نہیں کی، آداب کا خیال نہ رکھا۔

تو روزہ بھی ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ یہ بھی تب مقبول ہوگا اور اس پر اجر وثواب تب ملے گا، جب اس کے حقوق وآداب کا خیال رکھا جائے گا، ورنہ سوائے بھوکا اور پیاسا رہنے کے کچھ بھی نہ ملے گا، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ فرمائے (آمین)۔

اب روزے کے آداب کیا ہیں، اور اس کے حقوق کیا ہیں بزرگوں نے تو اس کے بڑے آداب بیان کئے ہیں زبان، کان آنکھ کی حفاظت کرے اور کھانا بھی

کم کھائے جھوٹ غیبت وغیرہ سے بھی بچے، مگر ان سب کا خلاصہ دولفظوں میں یوں آ سکتا ہے کہ رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے نیکی بھی، عبادت بھی خوب کرنی چاہئے مگر اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ رمضان المبارک کی ان بابرکت ساعتوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بڑی خطرناک ہے اور بڑی مہلک ہے اس سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے۔

رمضان المبارک میں گناہوں کے خطرناک اور مہلک ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ:-

اللہ پاک کا قانون اور ضابطہ یہ ہے کہ وقت اور جگہ کے بدلنے سے نیکی کا ثواب بھی بڑھ جاتا ہے اور گناہ کی سزا بھی بڑھ جاتی ہے، جگہ کی مثال: ایک آدمی مثلاً ظہر کی نماز اپنے گھر میں پڑھتا ہے، دوسرا آدمی ظہر کی نماز جامع مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہے تیسرا آدمی یہی ظہر کی نماز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ادا کرتا ہے چوتھا آدمی یہی ظہر کی نماز بیت اللہ میں ادا کرتا ہے اب نماز پڑھنے والے چاروں مسلمان، نماز بھی ایک جیسی رکعتیں بھی، ایک جیسی رکوع وسجود بھی ایک جیسا، قعدہ اور قیام بھی ایک جیسا، مشقت اور محنت بھی ایک جیسی وقت سب کا ایک جیسا لگا۔

مگر اپنے گھر میں نماز پڑھنے والے کو ایک نماز کا ثواب ملے گا جامع مسجد

میں پڑھنے والے کو ستائیس نمازوں کا ثواب ملے گا اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے والے کو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا، بیت اللہ میں نماز پڑھنے والے کو ایک لاکھ نماز کا ثواب ملے گا کام چاروں کا ایک جیسا محنت ایک جیسی، عبادت ایک جیسی مگر ثواب چاروں کے مختلف کیوں؟ اسلئے کہ جگہ کے بدلنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثواب بدل جاتا ہے اور ثواب بڑھ جاتا ہے۔

اس طرح جگہ کے بدلنے سے گناہ کا عذاب بھی بدل جاتا ہے ایک آدمی چوری کرتا ہے شراب پیتا ہے، زنا کرتا ہے غیبت کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے مگر گھر میں اور بازار میں، دوسرا آدمی یہ سارے کام العیاذ باللہ مسجد میں کرتا ہے تو گناہگار وہ بھی ہے جس نے یہ سارے کام گھر اور بازار میں کئے مگر مسجد میں یہ سارے کام کرنے والا ڈبل مجرم ہے تیسرا العیاذ باللہ یہ سارے کام مسجد نبوی میں کرتا ہے یا بیت اللہ میں کرتا ہے اس کا جرم حد سے بڑھا ہوا ہوگا زمانہ جاہلیت میں ایک مرد اور ایک عورت نے بیت اللہ میں زنا کیا تو اللہ پاک نے ان دونوں کو پتھر بنا دیا۔

وقت کی مثال:-

وقت اور زمانے کے بدلنے سے بھی نیکی کا ثواب اور گناہوں کا عذاب بڑھ جاتا ہے۔

ایک آدمی سال کے گیارہ مہینوں میں فرائض ونوافل ادا کرتا ہے دوسرا آدمی رمضان المبارک کے مہینے میں فرائض ونوافل ادا کرتا ہے تو محنت دونوں کی

ایک جیسی، وقت بھی دونوں کا ایک جیسا لگا مگر سال کے گیارہ مہینے میں عبادت کرنے والے کو ایک فرض پر ایک ثواب اور نفل پر نفل کا ثواب دیا جائے گا مگر رمضان میں عبادت کرنے والے کو ایک فرض کے بدلے ستر فرضوں کا ثواب دیا جائے گا اور نوافل پڑھنے والوں کو فرائض کا ثواب دیا جائے گا ایک آدمی سال کی باقی راتوں میں جاگتا ہے، اور عبادت کرتا ہے دوسرا لیلۃ القدر میں جاگ کر عبادت کرتا ہے تو جاگنے میں دونوں برابر ہے، محنت اور مشقت دونوں کی ایک جیسی ہے عبادت دونوں کی ایک جیسی ہے مگر ایک کو ایک رات کا ثواب ملے گا دوسرے کو ہزار مہینے سے زیادہ کا ثواب ملے گا وجہ اس کی یہ ہے کہ زمانہ کے بدلنے سے نیکی کا ثواب بدل جاتا ہے ایک آدمی رمضان کے علاوہ باقی دنوں میں روزہ رکھتا ہے دوسرا رمضان کا روزہ رکھتا ہے بھوکا اور پیاسا رہنے میں دونوں برابر ہے مگر ثواب دونوں کا مختلف ہے بلکہ سال کے باقی مہینوں کے روزوں کو رمضان کے روزوں کے ساتھ ثواب کے اعتبار سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گذشتہ جمعہ بیان ہو چکا ہے جس نے جان بوجھ کر رمضان کا ایک روزہ قضاء کر دیا ساری زندگی روزہ رکھتا رہے مگر رمضان کا ثواب اور برکات حاصل نہیں کر سکتا اسی طرح ایک آدمی عام دنوں میں روزہ رکھتا ہے دوسرا دسویں محرم کا روزہ رکھتا ہے یا یوم عرفہ نویں ذالحجہ کا روزہ رکھتا ہے تو بھوکا اور پیاسا رہنے میں دونوں برابر ہیں محنت اور مشقت اٹھانے میں دونوں ایک جیسے ہیں مگر ثواب دونوں کا مختلف ہے تو وقت کے بدلنے سے نیکی کا ثواب بدل جاتا

ہے اور بڑھ جاتا ہے۔

اسی طرح میرے دوستو اور بزرگو اوقت کے بدلنے سے گناہ کا عذاب بھی بڑھ جاتا ہے ایک آدمی سال کے باقی دِنوں میں گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اور شراب پیتا ہے، چوری کرتا ہے، زنا کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، غیبت کرتا ہے، ٹی وی دیکھتا ہے۔

دوسرا آدمی العیاذ باللہ یہ سارے کام رمضان المبارک کے مہینے میں کرتا ہے رمضان کے مہینے میں چوری کرتا ہے، شراب پیتا ہے، زنا کرتا ہے، ٹی وی دیکھتا ہے، داڑھی صاف کرواتا ہے تو کام دونوں نے ایک جیسا کیا مگر رمضان کے مہینے میں یہ کام کرنے والا ڈبل مجرم ہوگا اس کو زیادہ گناہ ہوگا اور زیادہ سزا ہوگی۔

ایک طویل حدیث ہے جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابتدائے سال سے آخر سال تک جنت کو سجایا جاتا ہے رمضان کے مہینے کے لئے اور موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں بناؤ سنگار کرتی ہیں ابتدائے سال سے آخر سال تک روزہ داروں کے لئے جب رمضان آتا ہے تو جنت کہتی ہے اے اللہ میرے اندر داخل فرمادے اس مہینے میں اپنے بندوں کو یعنی ان کے جنت میں داخلے کا فیصلہ فرمادے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں کہتی ہیں اے اللہ اس مہینے میں ہمارے لئے اپنے بندوں میں سے خاوند مقرر فرمادے پس جو شخص اس مہینے میں کسی مسلمان کو تہمت نہ لگائے اور اس مہینہ میں کوئی نشہ والی چیز نہ پیئے تو اللہ پاک اس کے گناہوں کو مٹادے گا اور صاف کردیگا اس کو گناہوں سے اور جس شخص نے اس مہینے میں کسی

مسلمان پر تہمت لگائی یا اس مہینہ میں کوئی نشہ والی چیز پی تو اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے نیک اعمال مٹا دے گا کتنے ڈرنے کا مقام ہے کہ ایک آدمی سال کے باقی بنوں میں شراب پیئے تہمت لگائے کسی مسلمان پر، تو گناہگار وہ بھی ہے مگر ان گناہوں کی وجہ سے اس کی نیکیاں ضائع نہ ہونگیں لیکن رمضان کے بابرکت مہینے میں جس نے یہ گناہ کیا اسکے ایک سال کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے۔

تو معلوم ہوا کہ وقت اور جگہ کے بدلنے سے جس طرح نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے اس طرح گناہ کا عذاب بھی بڑھ جاتا ہے اس لئے اس رمضان کے بابرکت مہینے میں اگر نیکیاں نہ ہوسکیں تو کم ازکم گناہوں سے تو اپنے آپ کو بچالیں کہ اس بابرکت مہینہ میں گناہ کرنا بڑے خطرناک اور مہلک ہیں۔

دوسری وجہ:۔

یہ بات سوچنے کی ہے اور سمجھنے کی ہے کہ جو چیزیں غیر رمضان میں حلال تھیں جب وہ حرام ہوگئیں ہیں تو جو پہلے سے حرام تھیں وہ کتنی زیادہ حرام ہوگئی ہونگیں کھانا سارا سال حلال تھا پینا سارا سال حلال تھا اپنی منکوحہ بیوی سے فائدہ اٹھانا سارا سال حلال اور جائز تھا جب رمضان کے مخصوص اوقات میں یہ حلال کام بھی حرام قرار دے دیئے گئے اور یہ جائز کام بھی ناجائز قرار دے دیئے گئے تو جو کام پہلے سے ناجائز اور حرام تھے وہ کب جائز ہو سکتے ہیں زنا کرنا، شراب پینا چوری کرنا، غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، ٹی وی دیکھنا، داڑھی صاف کرنا، کرانا یہ تو سارا سال حرام تھے تو

اب رمضان میں ان کی حرمت کتنی بڑھ گئی ہوگی۔

تیسری وجہ:-

رمضان کے روزوں کی فرضیت کی حکمت اللہ پاک نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ "

رمضان کے روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے کہ تم متقی بن جاؤ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گناہوں کو چھوڑنے والے بن جاؤ تو رمضان کے بابرکت مہینے میں متقی بنانے کی اور سارا سال دین پر چلانے کی مشق کرائی گئی ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسان نے صبح سے لے کر شام تک میں نے کھانے کو اور پانی کو کیوں چھوڑ دیا، یہ دونوں چیزیں تو میرے لئے حلال تھیں کھانا بھی حلال تھا اب بھوک لگ رہی ہے، اشتہا ہے اور کھانے کی مہک اپنی طرف مائل کر رہی ہے اور کوئی روکنے والا بھی نہیں مگر پھر بھی کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا تو اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ اللہ پاک کا حکم ہے کہ اسوقت کھانا مت کھاؤ اللہ تعالیٰ نے کھانے سے منع فرمادیا ہے شدید پیاس لگ رہی ہے، اور ٹھنڈا پانی موجود ہے مگر گلاس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا اس لئے کہ اللہ پاک نے اس مخصوص وقت میں کھانے اور پانی سے منع فرمادیا ہے۔

تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس خدا نے اس رمضان کے مہینے میں مخصوص وقت میں کھانے اور پانی سے منع فرمایا اسی خدا نے پورے سال میں زنا کرنے کو شراب پینے کو چوری کرنے کو، غیر محرم عورتیں دیکھنے کو، ٹی وی وی سی آر دیکھنے کو منع فرمایا ہے اسی خدا نے جھوٹ بولنے کو غیبت کرنے کو، دھوکہ دینے کو، ناپ تول میں کمی کرنے کو، سود کھانے کو، داڑھی صاف کرانے کو منع فرمایا ہے، تو جس خدا نے رمضان کے مہینے میں کھانا اور پینا حرام قرار دیا ہے اسی خدا نے یہ سارے کام جو گناہ کے ہیں ساری زندگی کے لئے حرام قرار دیئے ہیں کیا رمضان کا خدا اور ہے اور سال کے گیارہ مہینوں کا خدا اور ہے۔

تو رمضان المبارک میں یہ سوچ کر آئندہ کے لئے عزم کرے کہ میں خدا کے ہر حکم کو پورا کرنے کی کوشش کروں گا، جیسے میں نے خدا کے حکم پر رمضان میں کھانے اور پانی کو چھوڑ دیا ہے اسی طرح میں خدا کے حکم پر تمام گناہوں کو چھوڑ دوں گا۔

تو رمضان کے روزوں کی فرضیت کی حکمت یہ تھی کہ انسان اللہ تعالی سے ڈر کر گناہوں کو چھوڑنے والا متقی بن جائے۔

اب سوچیں کہ جو آدمی رمضان میں روزہ رکھ کر کھانا پینا تو چھوڑ دیتا ہے مگر باقی گناہ نہیں چھوڑتا وہ رمضان کی برکت سے متقی کیسے بن سکتا ہے جو رمضان میں روزہ رکھ کر بھی تقوی اختیار نہیں کر سکتا وہ رمضان کی برکت سے غیر رمضان میں متقی کیسے بن سکتا ہے تو ہمارا روزہ لولا لنگڑا اور کمزور سا ہوتا ہے جو روزے کی حالت میں

بھی ہم سے گناہ نہیں چھوٹ سکتا، تو رمضان کے بعد اس روزے کا کیا اثر باقی رہ جائے گا کہ ہم گناہوں کو چھوڑیں گے۔

خوب اچھی طرح سن لیں کہ روزہ کھانے پینے کے چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ اپنے آپ کو گناہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچانے کا نام روزہ ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ"

کہ جو شخص جھوٹ کو اور گناہ کی بات کو نہیں چھوڑ سکتا اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے اور پانی کے چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ"

کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جن کو سوائے بھوکا اور پیاسا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی شب بیدار ایسے ہیں جن کو سوائے بیدار رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اس سے مراد وہی لوگ ہیں جو کھانا اور پانی چھوڑ دیتے ہیں مگر گناہ کو جھوٹ غیبت کو نہیں چھوڑ سکتے۔

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ مَالَمْ يَخْرِقْهَا"

روزہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والی ڈھال ہے

جب تک کہ اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر روزہ کس چیز سے پھٹتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ روزہ جھوٹ اور غیبت سے پھٹ جاتا ہے ان دونوں کا ذکر بطور مثال کے کیا تو گناہوں کے ارتکاب سے روزے والی ڈھال پھٹ جاتی ہے فرض تو ادا ہو جاتا ہے مگر مقصد روزہ رکھنے کا پورا نہیں ہوتا۔

چوتھی وجہ:-

یہ ہے کہ گناہوں کی وجہ سے تمام عبادات کی نورانیت ختم ہو جاتی ہے اور برکت ختم ہو جاتی ہے تو روزہ بھی عبادت ہے مگر اس میں گناہوں کا ارتکاب کریگا تو روزہ کی نورانیت اور برکت بھی ختم ہو جائے گی ایک آدمی وہ ہے جو نماز بھی پڑھتا ہے روزہ بھی رکھتا ہے مگر گناہوں کو نہیں چھوڑتا جھوٹ بولتا ہے، غیبت کرتا ہے بدنگاہی کرتا ہے، ٹی وی دیکھتا ہے ناپ تول میں کمی کرتا ہے دھوکہ دیتا ہے، سود لیتا ہے، رشوت لیتا ہے۔

دوسرا آدمی بھی نماز پڑھتا ہے روزہ بھی رکھتا ہے اور ساتھ ساتھ تمام

گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اگر کوئی گناہ ہو بھی جائے تو ندامت کے ساتھ توبہ کر لیتا ہے تو جو نورانیت اور برکت اور روحانی طاقت اس دوسرے آدمی کی نماز روزے میں ہوگی وہ نورانیت پہلے آدمی کے نمازوں روزوں میں کہاں ہو سکتی ہے تو متقی انسان کی عبادت میں جو طاقت اور نورانیت اور برکات ہوتی ہیں وہ فاسق و فاجر آدمی کی عبادت میں کہاں ہوتی ہیں، دونوں میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔

خمیرہ گاؤزبان عنبری بڑی طاقت ور اور مفید چیز ہے مگر ایک نوجوان اور صحتمند کو جو فائدہ اس سے ہوگا وہ ایک بوڑھے اور بیمار کو کہاں ہو سکتا ہے تو فاسق اور فاجر روحانی مریض ہوتا ہے اور متقی انسان تندرست اور توانا ہوتا ہے روحانی طور پر تو نماز روزہ بے شک بڑی نورانی چیزیں ہیں مگر فاسق فاجر روحانی مریض ہے وہ ان کو استعمال کرے گا، تو اس کو اتنا فائدہ نہیں ہو سکتا جتنا ایک متقی کو ہوگا، جو روحانی طور پر تندرست ہے۔

بہر حال وقت ختم ہو چکا ہے خلاصہ یہ ہے کہ رمضان میں اصلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اپنے آپ کو خوب بچانے کی کوشش کریں اللہ پاک سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

رمضان المبارک

کا تیسرا جمعہ

دعاء اور اعتکاف اور لیلۃ القدر کا بیان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَرَبَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

وقال النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم : ثَلاثٌ لا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ ، اَلصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيَفْتَحُ لَهَا اَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِيْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ اَوْ كَمَا قَالَ عليه الصلوٰة والسلام.

وقال النبي صلى الله عليه وسلم فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيَجْرِيْ لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ لِعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا ، اَوْ كَمَا قَالَ عليه الصلاة والسلام ،صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وصدق رسوله النَّبِيُّ الكريمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ والحمد لله رب العالمين رَبِّ اشْرَحْ

لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِیْ عَمَلاً سُبْحَانَکَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ.

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! آج رمضان المبارک کا تیسرا جمعہ ہے آج تین باتیں آپ کے سامنے بیان کرنی ہیں سب سے پہلی بات دعا کے بارے میں، دوسری بات اعتکاف کے بارے میں، تیسری بات لیلۃ القدر کے بارے میں۔

پہلی بات:-

میرے دوستو آج مسلمان معاشرہ جن پریشانیوں سے دوچار ہے انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی انفرادی طور پر بھی ہر شخص پریشانی بے اطمینانی اور بے چینی کا شکار ہے اور اجتماعی طور پر بھی مسلمان پریشانی بے اطمینانی اور بے چینی کا شکار ہیں۔

اس کے مختلف اسباب ہیں ان میں سے ایک سبب دعا کا ترک کر دینا بھی ہے اللہ پاک سے نہ مانگنا بھی ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جب بھی کوئی ضرورت پڑتی اور جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو ان کا پہلا کام فوری طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہوتا تھا صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر

اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہوتا تھا بعد میں دوسرے اسباب اور ذرائع کو اختیار کیا جاتا۔

اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں جب بھی کوئی پریشانی پیش آتی ہے یا کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو سب سے پہلے ظاہری اسباب کی طرف دوڑ لگاتے ہیں، ہاتھ پاؤں مارتے ہیں جب اسباب کو اختیار کرتے کرتے تھک جاتے ہیں اور مایوس ہو جاتے ہیں، ہر طرف سے جواب مل جاتا ہے تو پھر خدا اور دعا یاد آتی ہے۔

بیماری آئے تو پہلے ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرف رجوع کریں گے جب مایوسی ہو جائے گی پھر دعا یاد آئے گی تو تمام پریشانیوں اور مصیبتوں کا اصل علاج اللہ پاک سے مانگنا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ"

دعا تو ساری عبادتوں کا لب لباب ہے اور مغز ہے پھر دعا مانگنے کے آداب میں سے سب سے اہم ادب یہ ہے کہ قبولیت کے اوقات میں دعا مانگی جائے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات قبولیت کے بیان فرمائے ہیں مثلاً اذان اور اقامت کے درمیان، اذان کا جواب دے کر درود شریف پڑھ کر دعاء وسیلہ پڑھ کر جو دعا مانگی جائے گی وہ رد نہیں ہوگی کیونکہ درود شریف بھی دعا ہے اس نے ہر حال میں قبول ہونا ہے دعاء وسیلہ نے بھی ہر حال میں قبول ہونا ہے ان دو کے ساتھ تیسری آپ کی دعا بھی قبول ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سب کریموں سے زیادہ کریم ہیں اس کی شان کرم سے یہ بات

بڑی بعید ہے کہ تین دعائیں اوپر جائیں دو کو قبول کرے اور ایک کو رد کرے دنیا کے کسی بادشاہ کو آپ تین تحفے دیں وہ ایسا نہیں کر سکتا کہ دو کو لے لے اور ایک کو رد کر دے یا تو سارے رد کر دے گا ناراض ہو کر، یا سارے رکھ لے گا تو اللہ پاک بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس کے کرم سے بھی یہی امید ہے کہ اس نے درود شریف اور دعا وسیلہ تو ضرور قبول کرنی ہے ساتھ والی دعا بھی قبول کرے گا۔

اسی طرح فرض نمازوں کے بعد بھی قبولیت کا وقت ہے اسی طرح سحری کا وقت بھی قبولیت کا وقت ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت آسمان دنیا میں آ کر خود آواز لگا رہی ہوتی ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اس کی مراد کو پورا کروں یہ آواز لگتی رہتی ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ پر بڑا ظلم کیا تھا جب چالیس سال کی جدائی کے بعد راز کھلا، یوسف علیہ السلام کا کرتہ آیا اور یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر لگایا گیا تو ان کی بینائی واپس آ گئی تو پھر راز کھل گیا اب بھائی مجبور ہو کر اپنی غلطی کا اقرار کرنے لگے اور اپنے اباجان کو کہنے لگے۔

" یا اَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا كُنَّا خَاطِئِيْنَ "

تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا" سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ " اس وقت استغفار نہیں کیا بلکہ فرمایا میں عنقریب تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے سحری کے وقت ان کے حق میں استغفار کی حضرت یعقوب علیہ السلام دعا مانگتے جاتے تھے اور بیٹے آمین کہتے جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے جرم کو معاف

فرمایا۔

تو سحری کا وقت بڑا قبولیت کا وقت ہوتا ہے انسان کو محروم نہیں رہنا چاہئے عام دنوں میں اگر نہیں جاگا جاتا ہے تو رمضان المبارک کا مہینہ تو غنیمت ہے کھانے کے لئے اٹھنا ہوتا ہی ہے، تھوڑا سا پہلے اٹھ جائیں، ہاتھ منہ بھی دھونا ہوتا ہے، تو پاؤں بھی ساتھ دھولیں، سر کا مسح کر لیں تو وضو ہو جائے گا دو رکعت نفل پڑھ لیں، یا جتنی توفیق ہو جائے پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر مانگیں دیکھیں دنیا اور آخرت کے مسائل کیسے حل ہوتے ہیں آپ دل لگا کر مانگیں تو سہی۔

اسی طرح رمضان المبارک میں افطاری کا وقت بھی قبولیت کا وقت ہوتا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں ہوتی ان میں سے پہلا شخص "اَلصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ" روزے دار کی دعا افطاری کے وقت "وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ" عادل بادشاہ کی دعا بھی رد نہیں ہوتی "وَدَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ" مظلوم کی دعا بھی رد نہیں ہوتی مظلوم کی دعا اللہ پاک آسمانوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت کی قسم میں ضرور تیری مدد کروں گا "وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ" اگر چہ کسی مصلحت کی وجہ سے کوئی وقت لگ جائے۔ تو بہر حال افطاری کے وقت بھی دعا قبول ہوتی ہے تو اس کا اہتمام کرنا چاہئے اور خوب دل لگا کر دعا مانگیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اکثر لوگ اس وسوسے میں مبتلا رہتے ہیں کہ ہم نے فلاں کام کے لئے دعا مانگی تھی مگر ہمارا کام نہیں ہوا حالانکہ دعا مانگی بھی دل لگا کر تھی اور قبولیت کے اوقات میں مانگی تھی پھر بھی ہمارا کام نہیں ہوا اسی طرح سوچتے سوچتے آخر کار انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں شک ہونے لگتا ہے اس کے لئے اصولی طور پر یہ بات سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی سچا ہے کہ جو مانگو گے میں ضرور قبول کروں گا۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی اپنے جگہ پر سچے ہیں مگر دعا کی قبولیت کا مطلب ہمیں معلوم نہیں اس لئے ہمیں پریشانی ہوتی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان دعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی اور گناہ کی دعا نہ کرے تو وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے تین چیزوں میں سے ایک چیز اس کو ضرور مل کر رہتی ہے یا تو وہی چیز مل جاتی ہے جو اس نے مانگی ہے یا کوئی مصیبت آنے والی ٹل جاتی ہے یا آخرت کے لئے ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے ان تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور مل کر رہتی ہے۔

قیامت کے دن اللہ پاک ایک بندے کو ارشاد فرمائیں گے کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا کیا تو نے مجھ سے دعا مانگی تھی، وہ عرض کرے گا مانگی تو تھی اس پر ارشاد ہوگا کہ تو نے کوئی ایسی دعا نہیں مانگی تھی جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو تو نے فلاں دعا مانگی تھی کہ فلاں

تکلیف بنادی جائے میں نے اس کو دنیا میں پورا کردیا اور فلاں غم کے دفع کرنے کے لئے دعا مانگی تھی مگر اس کا کچھ اثر دنیا میں تجھ کو معلوم نہ ہوا میں نے اس کے بدلے میں فلاں اجر وثواب تیرے لئے متعین کیا اور آخرت کے لئے ذخیرہ بنادیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو ہر ہر دعا یاد کرائی جائے گی اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں عوض کا مل جانا، اجر وثواب کا مل جانا، بتلایا جائے گا اس اجر وثواب کی کثرت کو دیکھ کر بندہ تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی، تو یہاں اس کا اجر مل جاتا۔

دوسری بات یہ بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے، کہ دعا کی قبولیت کی بھی شرائط ہیں جب تک وہ شرائط پوری نہ ہو دعا قبول نہیں ہوتی ان شرائط میں اہم شرط رزق حلال ہے اگر حرام روزی پیٹ میں بھری ہو تو پھر بھی دعا قبول نہیں ہوتی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے پریشان حال ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور یارب یارب کہتے ہیں، مگر کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام ایسی حالت میں دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے۔

آج ہمارا معاشرہ جن آفتوں کی لپیٹ میں ہے ان میں سے ایک بہت بڑی آفت حرام غذا بھی ہے سود، رشوت دھوکہ دہی، ملاوٹ ناپ تول میں کمی اتنا عام ہو چکے ہیں کہ بجائے بند کرنے اور روکنے کے اس کے جواز کی کوششیں کی جاتی ہیں اور علما کو مجبور کیا جاتا ہے کہ اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دیں تا کہ حرام کو حلال سمجھ کر اور بنا کر کھالیا جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا اس کو مولوی کیسے حلال بنا سکتے

ہیں چوری کی بکری اور مرغی کو ذبح کر کے کھالیا جائے تو وہ حلال تھوڑی ہی ہو جائے گی۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ علامہ اقبال کی دعوت پر لاہور تشریف لائے ہوئے تھے جدت پسند طبقے کے بعض افراد نے سود کے جواز کا فتوئی لینے کی کوشش کی بڑی شہادات پیش کیں اور اپنے طور پر بڑے دلائل دیئے ساری باتیں سن کر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے جواب دیا۔

ارے بھائی جہنم میں جانا ہو ویسے ہی چلے جاؤ مولویوں کی گردن کو پل نہ بناؤ، ہماری گردن پر پاؤں رکھ کر جہنم میں کیوں جاتے ہو"

بہرحال دعا کی قبولیت میں رزق حلال کو بڑا دخل ہے۔

دوسری بات:-

دوسری بات آپ کے سامنے اعتکاف کے بارے میں بیان کرنی ہے یہ رمضان کا جو آخری عشرہ آ رہا ہے اس عشرہ میں دو عبادتیں بڑی عظیم الشان ہیں ایک عبادت اعتکاف کی ایک عبادت لیلۃ القدر کی۔

اعتکاف کہتے ہیں مسجد میں اعتکاف کی نیت کے ساتھ ٹھہرنے کو اس کی تین قسمیں ہیں۔

نمبر (۱):- اعتکاف واجب جو منت اور نذر کی وجہ سے ہو کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے دن اعتکاف بیٹھوں گا کام ہو جائے تو اتنے دن اعتکاف بیٹھنا واجب

ہے نہ بیٹھا تو گناہ ہوگا۔

نمبر (۲):- دوسری قسم اعتکاف سنت ہے یہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف ہے یہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اعتکاف بیٹھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ناغہ نہیں فرمایا بلکہ ایک سال تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورا مہینہ اعتکاف بیٹھے رہے پہلا عشرہ اعتکاف فرمایا جب وہ ختم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لیلۃ القدر کی تلاش کے لئے اعتکاف بیٹھا تھا پھر مجھے بتایا گیا کہ وہ بعد میں ہے پھر دوسرے عشرے کا اعتکاف فرمایا پھر آپ نے فرمایا وہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں مجھے بتائی گئی اس لئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عشرے کا بھی اعتکاف فرمایا۔

بہرحال یہ آخری عشرے کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے علی الکفایہ کا مطلب یہ ہے کہ پورے محلے میں سے ایک آدمی بھی مسجد میں بیٹھ جائے تو سب کی طرف سے کفایت ہو جائے گی ورنہ سب کے سب گناہ گار ہوں گے جیسے نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر چند آدمی بھی پڑھ لیں تو سب کے ذمے سے فرض اتر جاتا ہے ورنہ سب کے سب گناہ گار ہوتے ہیں۔

نمبر (۳):- تیسری قسم اعتکاف کی نفل اعتکاف ہے کہ جب بھی مسجد میں داخل ہو چاہے تھوڑی دیر کے لئے بھی ہو اعتکاف کی نیت کر لے نماز پڑھنے آئے تو اعتکاف کی نیت بھی کرے تو نماز کا ثواب الگ اور اعتکاف کا ثواب الگ مل جائے گا۔

مردوں کی طرح عورتیں بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں گھر میں جو جگہ مخصوص نماز کے لئے بنائی جاتی ہے اس میں اعتکاف بیٹھ جائیں مناسب یہی ہے کہ گھر میں ایک جگہ نماز کے لئے ہمیشہ مخصوص کر لی جائے جب بھی نماز کا وقت ہو وہاں جا کر نماز پڑھی جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، یعنی جیسے قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی ایسے تمہارے گھروں میں نماز وغیرہ نہ ہو تو وہ قبرستان کی طرح ہیں اس لئے نماز کے لئے ایک جگہ مخصوص ہونی چاہئے بلکہ مردوں کے لئے افضل یہی ہے کہ سنتیں اور نوافل گھر میں جا کر پڑھا کریں فرض صرف مسجد میں ہونے چاہئے تاکہ بچوں کو اور عورتوں کو بھی عادت ہو جائے۔

بہر حال اگر جگہ مخصوص نہ ہو تو کوئی جگہ مخصوص کر لی جائے اور اس میں اعتکاف بیٹھ جائے یہ بہت بڑی عبادت ہے اس سے محروم نہ رہا جائے اگر کوئی دس دنوں کا نہیں کر سکتا تو جتنے دنوں کا اعتکاف بیٹھ سکتا ہے اتنے دنوں کا بیٹھ جائے سنت کا ثواب نہیں ملے گا مگر نفل کا ثواب ضرور مل جائے گا اعتکاف کا ثواب بہت زیادہ ہے معتکف کی مثال اس شخص جیسی ہے جو بادشاہ کے دروازے پر جا کر پڑ جائے کہ جب تک میرا کام نہیں ہوگا یہاں سے نہیں جاؤں گا تو سخت سے سخت دل بھی نرم ہو جائے گا اللہ تعالیٰ تو سارے کریموں سے زیادہ کریم ہیں ان کے دروازے پر اگر کوئی جا کر پڑ جائے تو اس کے نوازنے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بہت بڑا ثواب بیان فرمایا

ہے ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کے دو مخصوص فائدے بیان فرمائے ہیں ایک تو اعتکاف کی برکت سے انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے اور کچھ نہ ہوا تو ٹی وی دیکھنے سے غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے گانے سننے سے داڑھی منڈانے سے تو محفوظ ہو جاتا ہے اور یہ کتنا بڑا نفع ہے کہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ تو بڑا متبرک ہے پورے رمضان کا نچوڑ ہے اس بابرکت وقت میں گناہوں کا ہو جانا بڑی بدبختی کی علامت ہے اعتکاف کی برکت سے گناہوں سے حفاظت ہو جائے گی۔

دوسرا فائدہ بیان فرمایا کہ جتنی نیکیاں اعتکاف کی وجہ سے چھوٹ جائیں گی مثلاً جنازہ کی نماز مریض کی عیادت ہوگئی ان کا ثواب بے کئے ہی اللہ پاک عطا فرمائیں گے کتنی بڑی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ عبادت تو ایک ادا کر رہا ہے مگر اس کے ساتھ دس عبادتوں کا ثواب بغیر کئے مل رہا ہے تو مشقت کم ہے اور ثواب زیادہ ہے ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے دس دنوں کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمروں کا ثواب ملے گا نہ پیسہ خرچ ہوا نہ وقت لگا اور نہ محنت مشقت اٹھائی پڑی اور کتنا بڑا ثواب مل گیا سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بہانے ڈھونڈتی ہے برسنے کو تیار ہے مگر ہم نے اپنے برتنوں کو الٹا کیا ہوا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی ان کے پاس آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا، بڑا پریشان اور غمزدہ نظر آ رہا تھا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو مخاطب کر کے پوچھا کہ

کیابات ہے کہ میں تمہیں غمگین اور پریشان دیکھ رہا ہوں اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کے چچا کے بیٹے میں اسلئے پریشان ہوں کہ فلاں شخص کا مجھ پرحق ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس قبر والے کی عزت کی قسم کہ میں اس کے حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں ہوں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں آپ کی سفارش نہ کردوں اس نے عرض کیا جیسے آپ مناسب سمجھیں ابن عباس رضی اللہ عنہ اٹھے اور جوتا پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے اس نے عرض کیا کہ حضرت آپ اپنا اعتکاف تو بھول نہیں گئے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اعتکاف تو نہیں بھولا لیکن میں نے اس قبر والے سے سنا ہے اور ابھی زمانہ زیادہ نہیں گذرا ہے یہ کہتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے تو اس کے لئے دس برس کے اعتکاف سے بہتر ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ تعالی کے لئے کریگا اللہ پاک اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرمادیں گے اور ایک خندق زمین وآسمان کے درمیانی مسافت سے زیادہ چوڑی ہوگی تو دس دنوں کا اعتکاف بیٹھنے سے تیس (۳۰) خندقیں حائل کردی جائیں گی اور ایک مسلمان کی حاجت کو پورا کرنا دس سالوں کے اعتکاف سے زیادہ افضل ہے۔

بہر حال اس عبادت سے محروم نہیں رہنا چاہئے جتنا بھی ہو سکے ایک دن ہو سکے تو وہ بھی غنیمت ہے۔

تیسری بات:-

اس آخری عشرے کی دوسری عبادت لیلۃ القدر کی عبادت ہے ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا پھر اپنی بعض مخلوق کو بعض کے اوپر فضیلت دے کر فرق مراتب قائم کیا جس کو بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا محض اپنے فضل وکرم سے کوئی خصوصیت اور کوئی امتیازی شان عطا فرمادی انسان سارے اللہ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں مگر جو مقام اللہ پاک نے انسانوں میں انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمایا وہ اپنے باقی بندوں کو عطا نہیں فرمایا پھر انبیاء علیہم السلام سارے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں نبی ہونے میں سب برابر مگر جو مقام اللہ پاک نے اپنے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا وہ کسی اور نبی کو عطا نہیں فرمایا کہ سارے انبیاء مل کر بھی آپ کی عظمت اور شان کا مقابلہ نہیں کر سکتے انبیاء کے بعد جو مقام اللہ پاک نے صحابہ کرام کو عطا فرمایا وہ بعد میں قیامت تک آنے والے انسانوں کو نصیب نہیں ہوا قیامت تک آنے والے سارے اولیاء، سارے ابدال سارے غوث سارے قطب جمع ہو کر بھی ایک صحابی کی عظمت اور شان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

عبد اللہ ابن مبارک رحمہ اللہ کا مقولہ:

ابن مبارک رحمہ اللہ بہت بڑے محدث اور بزرگ گذرے ہیں ان سے کسی نے دریافت کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی شان میں کیا فرق ہے، امیر معاویہ صحابی ہیں رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبد العزیز تابعی ہیں

صحابی وہ ہوتا ہے جس نے ایمان کی حالت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو اور تابعی وہ ہوتا ہے جس نے ایمان کی حالت میں صحابی کو دیکھا ہو تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ عمر بن عبدالعزیز میں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں کیا فرق ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ تو امیر معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز کی ذات کا مقابلہ کر رہا ہے میں تو کہتا ہوں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جس گھوڑے پر سوار ہو کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا اس گھوڑے کے دوڑنے کی وجہ سے جو مٹی اور گرد و غبار گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہو جایا کرتی تھی ایک عمر بن عبدالعزیز نہیں کئی عمر بن عبدالعزیز ہوں اس مٹی کی شان کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔

تو جو مقام اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عطاء فرمایا وہ بعد میں آنے والوں کو نصیب نہیں ہوا اسی طرح تمام فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا مگر جو مقام اللہ پاک نے حضرت جبرئیل امین کو عطا فرمایا وہ کسی اور کو نہیں ملا عرش کے اٹھانے والوں کو جو مقام عطا فرمایا وہ کسی اور کو نہیں ملا کتابیں اور صحیفے اللہ تعالیٰ نے اتارے مگر جو مقام آسمانی کتابوں میں سے قرآن کریم کو ملا اور کسی کتاب کو نہیں ملا امتوں میں سے جو مقام امت محمدیہ کو ملا وہ کسی اور کو نہیں ملا۔

اسی طرح زمینیں اللہ پاک نے پیدا فرمائی ہیں مگر جو مقام اللہ پاک نے مسجد کی زمین کو عطاء فرمایا وہ بازار اور گھر کی زمین کو نہیں ملا ایک حدیث میں آتا ہے

کہ ایک آدمی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ سب سے بہترین اور سب سے بدترین جگہیں کونسی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے معلوم نہیں جبرئیل امین آئیں گے تو ان سے پوچھ کر بتاؤں گا جبرئیل امین آئے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر مجھے بھی معلوم نہیں میں اللہ پاک سے پوچھ کر آؤں گا اور آپ کو بتاؤں گا شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

علم غیبے کس نہ می داند بجز پروردگار
ہر کسے گوید کہ می دانم ازو باور مدار
مصطفےٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل
جبرئیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو دعویٰ کرے اس پر اعتمادمت کرنا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اس وقت تک اپنی زبان سے کوئی بات نہیں نکالتے جب تک کہ جبرئیل امین آ کر ان کو بتا نہ جائیں اور جبرئیل امین آ کر اس وقت تک کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہتے جب تک اللہ پاک ان کو حکم نہ فرمائیں۔

تو جبرئیل امین نے اللہ پاک سے پوچھا تو اللہ پاک نے فرمایا سب سے بہترین جگہ مساجد ہیں اور سب سے بدترین جگہ بازار ہیں۔

آج ہماری محبوب جگہ بازار اور گھر بن چکے ہیں اور بری جگہ مساجد بنی

ہوئی ہیں سارا سارا دن بازار میں گھومتے ہوئے کاروبار کرتے ہوئے خرید و فروخت کرتے ہوئے تو دل تنگ نہیں ہوتا لیکن مساجد میں دل نہیں لگتا محمد و دوقت کے لئے آنا ہوتا ہے مگر دل بے تاب رہتا ہے نظر ہر وقت گھڑی پر رہتی ہے جمعہ ہفتے میں ایک دفعہ آتا ہے مگر اس میں بھی ہماری دلچسپی اور شوق کا یہ عالم ہے کہ عین خطبے کے وقت پہنچے اور فرض کا سلام پھیرتے ہی بھاگ پڑے سنتیں بھی بعض کو نصیب نہیں ہوتیں۔

بہر حال بات لمبی ہوگئی میں یہ عرض کر رہا تھا زمینیں اللہ پاک نے پیدا فرمائی ہیں مگر جو مقام مسجد کی زمین کو ملا وہ بازار کی زمین کو نہیں ملا پھر مساجد میں سے جو مقام مسجد نبوی اور بیت اللہ اور بیت المقدس کی زمین کو ملا وہ اور مسجدوں کی زمین کو نہیں ملا اور جو مقام اللہ پاک نے مکہ اور مدینہ کی سرزمین کو عطاء فرمایا وہ باقی زمینوں کو نصیب نہ ہوا۔

اسی طرح زمانہ اور زمانے کے اجزاء دن رات سارے اللہ پاک نے پیدا فرمائے مگر جو مقام اللہ پاک نے دنوں میں سے جمعے والے دن کو عطاء فرمایا وہ ہفتے کے باقی دنوں کو نہیں ملا سید الایام بنا دیا اور راتوں میں سے جو مقام لیلۃ القدر، شب برات، عید الفطر کی رات، اور عید الاضحیٰ کی رات کو عطاء فرمایا وہ اور راتوں کو نہیں ملا، اور اوقات میں سے جو فضیلت سحری کے وقت کو نصیب ہوئی وہ اور کسی کو نہیں ملی۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ مخلوق ساری اللہ پاک نے پیدا فرمائی ہے مگر ان میں فرق مراتب قائم کیا بعض کا مرتبہ دوسرے سے محض اپنے فضل سے زیادہ فرمایا تو تمام راتوں میں اللہ پاک نے جو مقام لیلۃ القدر کو عطاء فرمایا وہ اور کسی کو نصیب نہ ہوا۔

قرآن کریم میں اللہ پاک نے لیلۃ القدر کی تین خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔

پہلی خصوصیت:۔

"اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ "

کہ قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب اس بابرکت رات میں نازل ہوئی قرآن کا نزول دو مرتبہ ہوا ایک مرتبہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک یہ دفعۃً واحدۃً ہوا اور یہ لیلۃ القدر میں ہوا اس کو عربی میں انزال کہتے ہیں۔

دوسری مرتبہ آسمان دنیا سے تھوڑا تھوڑا قرآن تیئیس سال کے عرصے میں موقع بموقع حسب ضرورت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تک جبرئیل امین لاتے رہے اس تھوڑے اتارنے کو عربی میں تنزیل کہتے ہیں۔

بہر حال قرآن کریم کا نزول دو مرتبہ ہوا پہلی مرتبہ نزول دفعۃً ہوا لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک یہ لیلۃ القدر میں ہوا تو لیلۃ القدر کی پہلی خصوصیت یہ ہوئی کہ اس بابرکت رات میں قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب نازل ہوئی اور قرآن ایسی بابرکت کتاب ہے کہ قرآن کریم کا جس کے ساتھ جتنا بھی تعلق ہو جائے جس اعتبار سے ہو جائے اس کا مقام اور اس کی شان بلند و بالا ہو جاتی ہے اس کو ایک خصوصی امتیاز حاصل ہو تا ہے قرآن کریم جس مہینے میں اترا، اس مہینے کا مقام اللہ پاک نے سال کے گیارہ مہینوں سے افضل بنا دیا۔

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ "

قرآن جس رات میں اترا اس رات کا مقام اللہ تعالیٰ نے سال کی تمام راتوں سے افضل بنادیا۔

"اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ "

قرآن جس زبان میں اترا اس کا مقام اللہ پاک نے دنیا کی تمام زبانوں سے افضل بنادیا اس کو تمام زبانوں کا سردار بنادیا عربی زبان کو دنیا کی تمام زبانوں سے اللہ پاک نے افضل بنادیا۔

"اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا "

قرآن جس سرزمین پر اترا مکہ اور مدینہ کی سرزمین اس کا مقام اللہ پاک نے تمام زمینوں سے افضل اور اعلیٰ بنادیا قرآن کریم جس زمانے میں اترا وہ زمانہ تمام زمانوں سے افضل وہ دور تمام ادوار سے افضل قرار پایا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ"

قرآن جو فرشتہ لے کر آیا وہ تمام فرشتوں کا سردار قرار پایا۔

" نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ "

قرآن جس پیغمبر پر اترا اس پیغمبر کا مقام اللہ پاک نے ساری کائنات سے بلند وبالا کیا۔

قرآن جس امت پر اترا اس کو خیر الامم کا خطاب ملا اللہ پاک نے اس

امت کو تمام سابقہ امتوں سے افضل بنادیا۔

" كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ "

قرآن کو جس نے اپنے سینے میں محفوظ کیا اس حافظ قرآن کا مقام اللہ پاک نے بلند و بالا کیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَاُهَا "

جنت میں داخل ہوتے وقت حافظ قرآن سے کہا جائے گا تو الحمد سے قرآن شروع کر اور پڑھتا جا اور جنت کے منازل پر چڑھتا جا سارے چودھری سارے نواب، سارے وزراء، سارے مشیر، سارے وزیر اعظم سارے صدر، سارے بادشاہ منہ دیکھ رہے ہونگے کسی کو یہ اعزاز نہیں ملے گا یہ اعزاز ملے گا چٹائیوں پر بیٹھنے والے ملاؤں کو جن کو حقارت کی نگاہ سے دنیا میں دیکھا جاتا تھا جن سے بات کرنا لوگ اپنی توہین سمجھتے تھے جن کو طرح طرح کے طعنوں سے نوازا جاتا تھا اس حافظ کو کہا جائے گا قرآن پڑھتا جا اور جنت کے منازل پر چڑھتا جا اور۔

" وَرَتِّلْ كَمَا تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا "

اسی طرح آرام آرام کے ساتھ ٹھر ٹھر کر مزے لے لے کر پڑھ جیسے تو دنیا

میں پڑھا کرتا تھا جہاں قرآن کی آخری آیت ختم ہوگی وہ تیرا مرتبہ ہوگا وہ تیرا مقام ہوگا اور جس نے اپنے سینے میں قرآن کو محفوظ کر لیا ہو اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی چمک کا مقابلہ سورج کی چمک نہیں کر سکے گی۔

دس ایسے آدمی جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی ان کے حق میں حافظ قرآن کی سفارش اور شفاعت کو قبول کیا جائے گا دنیا میں کسی کو پھانسی کی سزا ہو جائے اور کسی کی سفارش سے اس کی جان چھوٹ جائے تو اس سفارشی کو کتنا بڑے مرتبے والا سمجھا جائے گا آخرت میں جہنم سے چھڑانے کا اعزاز اللہ تعالیٰ حافظ قرآن کو عطاء فرمائیں گے۔

مگر افسوس اور صد افسوس اس بات پر کہ آج مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا تو بڑے دور کی بات ہے اس کو پڑھنا تک چھوڑ دیا بس صرف ایک رسمی سا تعلق رہ گیا ہے ریشمی غلافوں میں بند کر کے الماریوں میں بند کر کے رکھ دیا گیا ہے جب کسی کا انتقال ہو رہا ہو روح نہ نکل رہی ہو تو سورت یٰسین شریف سرہانے بیٹھ کر پڑھ دو روح آسانی سے نکل جائے گی انتقال کے تیسرے، ساتویں، چالیسویں دن مدرسے سے بچوں کو بلا کر ختم کروا دو بس حق ادا ہو گیا نئے مکان نئی دوکان میں برکت کیلئے پڑھوا دو تو برکت پیدا ہو جائے گی اور ایسی برکت پیدا ہوگی کہ پھر اس گھر میں ساری زندگی ٹی وی چلتا رہے، وی سی آر چلتا رہے، گانے بجتے رہیں، وہ برکت نکلنے کا نام نہیں لیتی۔

بچوں کی شادی کروانی ہو تو افتتاح میں قرآن خوانی کروا دو اس میں ایسی

برکت پیدا ہوگی، پھر شادی کی ساری رسمیں پوری کرتے رہو تصویریں بناتے بنواتے رہو وڈیو فلمیں بنتی رہیں عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع ہوتا رہے گھر میں نخرے ناچتے رہیں ڈھول بجتا رہے وہ برکت قرآن کے پڑھنے سے جو پیدا ہوئی تھی وہ نہیں نکلے گی۔

کیا قرآن صرف اس لئے آیا تھا کیا صحابہ کرام کے زمانے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن صرف ان کاموں کے لئے استعمال ہوتا تھا میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ سارے کام حرام اور ناجائز ہیں بلکہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اصل جس مقصد کے لئے قرآن آیا تھا اس کی طرف بھی توجہ دینے کی کوشش کریں عملی زندگی میں بھی کوئی تبدیلی لائیں خود بھی قرآن کی تلاوت کریں، اپنے بچوں کو بھی قرآن کا حافظ بنائیں عالم بنائیں کتنے افسوس کی بات ہے کہ اتنا بڑا محلّہ جس میں ڈاکٹر بھی ملیں گے انجینئرز بھی ملیں گے سائنس دان بھی ملیں گے تاجر بھی ملیں گے دوکاندار بھی ملیں گے ایم اے کی ڈگریاں رکھنے والے بھی ملیں گے مگر تلاش کرو تو قرآن کا حافظ نہیں ملے گا رمضان میں سامع کی ضرورت ہو تو قرآن سننے کے لئے سامع باہر سے درآمد کرنا پڑے گا سنانے والا بھی باہر سے سننے والا بھی باہر سے کتنے ظلم اور افسوس کی بات ہے۔

بس شیطان نے دل میں یہ بات بٹھادی ہے کہ بچوں کو اگر قرآن کی تعلیم دیں گے تو ان کا مستقبل تاریک ہو جائے گا تباہ ہو جائے گا کھائیں گے کہاں سے ارے خدا کے بندو جو خدا جنگل کے خنزیروں کو درندوں کو روزی دے سکتا ہے وہ اپنی

کتاب کی خدمت کرنے والوں کو نہیں دے سکتا۔

غور سے سنو کبھی آپ نے یہ سوچا ہے کہ جس بچے کو آپ نے قرآن کی تعلیم دی، اس کا ہمیشہ ہمیشہ کا مستقبل روشن ہو جائے گا آخرت والا مستقبل روشن ہو جائے گا آخرہ بھی تو مستقبل ہے اس کا روشن ہونا یقینی ہے لیکن صرف دنیا کی تعلیم دے کر دینی تعلیم سے محروم رکھا تو آخرت کا مستقبل تباہ ہو جائے گا اور دنیا کے مستقبل کا روشن ہونا بھی یقینی نہیں امریکہ سے تعلیم حاصل کر کے آ رہا ہے ڈگریاں لے کر آ رہا ہے ہوائی جہاز کے حادثے میں خدانخواستہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تو وہ ڈگریاں کس کام کی "خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ" کا مصداق ہوگا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بچوں کو دنیا کی تعلیم نہ دیں، تعلیم دلوائیں معاشرے کو ڈاکٹروں کی انجینئروں کی سائنسدانوں کی ضرورت ہے مگر دین کی تعلیم بھی دلوائیں قرآن سے واقف کرائیں صرف ناظرہ قرآن پر اکتفا نہ کریں ضروری دینی تعلیم سے بھی ان کو روشناس کرائیں گھر کے ماحول کو دینی بنائیں گھر میں بجائے فحش لٹریچر کے دینی لٹریچر عام کریں۔

بات بڑی لمبی ہوگئی میں یہ عرض کر رہا تھا کہ لیلۃ القدر کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اللہ پاک نے قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب کو نازل فرمایا اور یہ ایسی خصوصیت ہے کہ اس خصوصیت نے لیلۃ القدر کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

دوسری خصوصیت:

"لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ"

اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے برابر نہیں فرمایا، بلکہ بہتر فرمایا اور زیادتی کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کہ وہ کتنی زیادہ ہے اس امت پر اللہ پاک نے جو فضل وکرم کی بارش فرمائی ہے وہ کسی اور امت پر نہیں ہوئی بڑی بڑی خصوصیات سے اس کو نوازا گیا یہ لیلۃ القدر بھی اس امت کی خصوصیت ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے ایک عابد کا تذکرہ کیا جو ہزار مہینے اللہ کی راہ میں جہاد کرتا تھا اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو رشک آیا تو اللہ پاک نے یہ سورت نازل فرمادی اگر کسی خوش نصیب کو ایک رات بھی نصیب ہو جائے تو تراسی (۸۳) برس چار ماہ سے زیادہ زمانے کا ثواب مل جائے گا۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ اللہ والے جو فرمایا کرتے تھے کہ بلوغت کے بعد کبھی لیلۃ القدر کی عبادت قضا نہیں ہوئی۔

تیسری خصوصیت:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ٥

اس رات میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی جماعتیں جبرئیل کی معیت میں اترتی ہیں اور عبادت کرنے والوں کو سلام کہتی ہیں۔

آخری بات:

"سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ٥"

لیلۃ القدر کے بارے میں یہ غلط مشہور ہے کہ وہ صرف ایک لمحہ ہوتا ہے بلکہ قرآن نے فرمایا:

"هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ٥"

وہ غروب آفتاب سے لے کر طلوع صبح صادق تک رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی رہتی ہے جتنی ہمت ہو سکے اتنی عبادت کرے بالکل محروم نہ رہے اس لئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لیلۃ القدر کی خیر و برکت سے محروم کر دیا گیا وہ گویا سارے خیر سے محروم کر دیا گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو یقیناً محروم ہو۔

اس لئے سب سے افضل یہ ہے کہ آخری عشرہ کی تمام راتیں جاگ کر گذاری جائیں سارا سال سونا ہوتا ہے آخر چوکیدار بھی چندٹکوں کی خاطر ساری رات جاگ کر گذار دیتا ہے آخرت کے اتنے بڑے نفع کے لئے اگر تھوڑی محنت کر لی جائے تو کیا حرج ہے اور کونسا مشکل ہے اور اگر دس راتیں نہیں جاگ سکتے تو صرف طاق راتیں جاگ لیں اور اگر ساری رات نہیں جاگ سکتے تو جتنا وقت ہو سکے ایک گھنٹہ دو گھنٹے جتنا بھی ہو سکے کیوں کہ ساری رات اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے تو کچھ نہ کچھ حصہ تو ضرور مل جائے گا۔

آخری درجہ کہ کم از کم اتنا تو ہر شخص کرے کہ عشاء اور فجر کی نماز آخری عشرہ میں پورے اہتمام کے ساتھ تکبیر اولی اور اہتمام کے ساتھ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ بھی محروم نہ رہے گا کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لے اس کو ساری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب دیا جاتا ہے۔

سبحان اللہ کس قدر فیاضی ہے اور کتنی آسانی ہے مگر پھر بھی کوئی محروم رہے تو اس کی حقیقتاً محرومی اور بدبختی میں کیا شبہ کیا جاسکتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک دعا سکھلائی تھی وہ دعا بھی ہر شخص یاد کر کے پڑھے اردو میں بھی پڑھ سکتے ہیں مگر جو نورانیت اور جو برکت اور اثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ میں ہوتا ہے وہ دوسرے الفاظ میں کہاں ہوسکتا ہے اس لئے کوشش کر کے یاد کریں۔

"اَللّٰھُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ"

ترجمہ: اے اللہ آپ معاف فرمانے والے ہیں معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں پس مجھے معاف فرمادیں۔

قابل غور:

اس بات کا خاص اہتمام کریں کہ ان راتوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں

سے اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو، اپنے گھر والوں کو، دوست واحباب کو، خاص اہتمام کے ساتھ بچائیں اس لئے کہ جس متبرک وقت میں عبادت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت موسلادھار بارش کی طرح برستی ہے اس متبرک وقت میں گناہ کرنے والے پر اور اللہ پاک کی نافرمانی کا ارتکاب کرنے والے پر لعنت بھی اسی حساب سے برستی ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں العیاذ باللہ اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرے تو اس پر بھی دس لعنتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کو ثابت کیا ہے قرآن کریم سے سورۃ القلم میں اللہ پاک نے ایک کافر کا تذکرہ فرمایا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی تھی پھر اس کے جواب میں اللہ پاک نے دس پھٹکاریں اس پر نازل فرمائی ہیں۔ ارشاد فرمایا:

"وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ
مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ"

بہر حال گناہوں سے بچنے کا اہتمام ضرور کریں اللہ پاک ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

رمضان المبارک

جمعۃ الوداع

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثال لہ ولا حد لہ ولا ند لہٗ ولاجدال لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وشفیعنا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا محمدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔(النور پ ۱۸)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ
لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ،
رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِيْ عَمَلاً سُبْحَانَكَ لَا
عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! یہ رمضان کا آخری جمعہ ہے اسی مناسبت سے اس کو جمعۃ الوداع کہتے ہیں اور اس کی مناسبت سے چند باتیں میں نے آپ کے سامنے اس مختصر وقت میں بیان کرنی ہیں۔

کل تین باتیں ہیں پہلی بات جمعۃ الوداع کے بارے میں، دوسری بات عید کارڈ کے بارے میں، تیسری صدقۃ الفطر کے بارے میں۔

پہلی بات:

جمعۃ الوداع اللہ پاک نے اس بات کا احساس دلانے کے لئے بھیجا ہے کہ رمضان المبارک جو اللہ تعالیٰ کا مہمان تھا وہ اب رخصت ہونے والا ہے چند دن اس کے باقی ہیں اس کے احترام میں تم سے اگر کوئی کمی ہوئی ہو تو معافی مانگ کر اس کی تلافی کرلو اور جو چند دن باقی ہیں ان کا احترام کرلو ان میں اپنے گناہ بخشوا کر

رحمت کی بہاریں حاصل کرو ایسا نہ ہو کہ یہ رمضان آپ کو پھر دیکھنا نصیب نہ ہو شاید تمہاری زندگی کا یہ آخری رمضان ہو کتنے ہی ہمارے جاننے والے ایسے تھے جو گذشتہ رمضان میں ہمارے ساتھ تھے روزے ہمارے ساتھ رکھے تھے تراویح ہمارے ساتھ پڑھی تھی لیکن اس رمضان کے آنے سے قبل وہ دنیا سے کوچ کر کے چلے گئے تو یہ چند دن جو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں ان کو بجائے لہو ولعب میں گذارنے کے اللہ پاک کو راضی کرنے میں گذاریں اور آخرت والی زندگی بنائیں ان آخری دنوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت زیادہ بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ہزاروں کی تعداد میں جہنم سے قیدیوں کو آزاد کیا جاتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے آزاد فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق بن چکے ہوں، اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے لے کر آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں، اللہ اکبر، تو یہ آخری دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کو لوٹنے کے ہیں۔

تو جمعۃ الوداع یہ احساس دلانے کے لئے آتا ہے کہ رمضان اب الوداع ہونے والا ہے تم اپنی زندگی کا جائزہ لے لو، اگر تم نے اس کا احترام کیا تو خدا کی اس توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تو بقیہ دنوں میں اور زیادہ توفیق حاصل ہوگی۔

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ"

اور اگر کوتاہیاں ہوئی ہیں تو معافی مانگ لو اور جو دو تین دن رہ گئے ہیں ان کی قدر کر لو جمعۃ الوداع تو اس مقصد کے لئے آیا تھا مگر ہم نے اس کا کیا مقصد سمجھا ہوا ہے ہم نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ اب رمضان کا بابرکت مہینہ رخصت ہو رہا ہے تو رمضان کو الوداع کہنے کے ساتھ ساتھ جتنی عبادات کے کام شروع کئے تھے ان سب کو بھی الوداع کہنا ہے جتنے نیک کام شروع کئے تھے ان سب کو بھی الوداع کہنا ہے پانچ وقت نماز جماعت کے ساتھ اہتمام کے ساتھ شروع کی تھی اس کو الوداع کہنا ہے صف اول اور تکبیر اولیٰ کا اہتمام کیا تھا اس کو بھی الوداع کہنا ہے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے اس کو بھی الوداع کہنا ہے۔

اور جتنے گناہوں کو رمضان کی وجہ سے چھوڑا تھا ان سب کا استقبال کرنا ہے ٹی وی اور وی سی آر کا پھر استقبال کرنا ہے داڑھی منڈانا چھوڑ دیا تھا اس کا پھر استقبال کرنا ہے تو ہم نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ اب سب نیکیوں کو الوداع کہنا ہے اور گناہوں کا استقبال کرنا ہے حالانکہ سوچنے کی بات ہے کہ رمضان کے فرضیت کی حکمت تو سارے سال بلکہ ساری زندگی کیلئے متقی بنانا ہے۔

"لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"

کہ سوچو خدا نے رمضان میں کھانے پینے کو حرام کیا تھا، اس خدا نے غیر رمضان میں بلکہ پورا سال تمام گناہوں کو حرام کیا ہے۔ ٹی وی کو، وی سی آر کو رشوت لینے کو، جھوٹ بولنے کو اسی نے حرام کیا۔ کیا رمضان کا خدا اور اور گیارہ مہینوں کا خدا اور ہے۔ خدا تو وہی رہتا ہے کہ اس کے انعامات کی بارشیں اسی طرح برستی رہتی ہیں،

اس کی قدرت بھی اسی طرح رہتی ہے۔

دوسری بات عید اور عید کارڈ:

میرے دوستو اور بزرگو!

ہمارے ملک اور معاشرے میں مختلف ادارے مختلف تنظیمیں اور مختلف طبقات کے افراد مل کر پورے معاشرے میں بے حیائی فحاشی اور عریانی پھیلا رہے ہیں۔ اور اتنے مہذب انداز میں کہ سب کچھ اترنے کے باوجود ان کے مہذب اور معزز ہونے میں فرق نہیں آتا۔ ان میں ریڈیو، وی سی آر، ڈش انٹینا، رسائل اور اخبارات سرفہرست ہیں۔ اور ان میں سے دونوں عیدوں کے موقع پر عید کارڈ کی رسم کے ذریعے فحاشی پھیلائی جارہی ہے۔ اسی طرح گلوکار اور فنکار فحش گانوں کے ذریعے، موسیقی کے ذریعے، میوزک کے ذریعے یہ سارے مل کر مختلف طریقوں سے معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دے رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر ادارے حکومت کی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔ اس کی تازہ مثال ورلڈ کپ (WORLD CUP) کی افتتاحی تقریب ہے، جو بھارت میں ہوئی ہماری پاکستانی ٹیم بھی اپنی بیگمات کے ساتھ اس میں شریک ہوئی، ہر ٹیم کے ساتھ خوبصورت لڑکی کا ہونا بھی ضروری تھا، اور بھارت کی طرف سے سینکڑوں کی تعداد میں رقاصاؤں نے فن کا مظاہرہ کیا اور ایک خاص رقاصہ نے ہر ملک کا پرچم بدن سے اتار کر کپتان کو پیش کرنا تھا اخباری اطلاع کے مطابق صرف اس خاص شو کو دیکھنے

کے لئے دولاکھ ڈش انٹینا پورے ملک میں فروخت ہوئے اور دیوانوں نے خریدے کھیل کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا کہ وہ کس حد تک درست ہے یہ لمبا موضوع ہے پھر کسی اور موقع پر عرض کروں گا۔

میں فحاشی پھیلانے کی بات کر رہا ہوں کہ حکومت کس طرح اس کی سرپرستی کر رہی ہے ہندوستان اگر ایسا کرتا ہے تو وہ کافر ملک ہے مادر پدر آزاد ہے مگر ہم تو مسلمان ہیں ہمارا مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا یہ بے غیرت کشمیر کو فتح کریں گے۔

بہر حال فحاشی کو پھیلانے کا کام حکومت کی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ خطبہ میں جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی تھی۔ اس میں اللہ پاک نے صاف ارشاد فرمایا۔

" اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ "

بے شک جو لوگ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

عید کے موقع پر عید کارڈوں کے ذریعے بھی پورے معاشرے میں فحاشی پھیلائی جا رہی ہے، عورتوں کی ننگی تصویریں ہوتی ہیں۔ ہمارے نوجوان لڑکے اور نوجوان لڑکیاں ایک دوسرے کو تحفے بھیجتے ہیں۔

بے حیائی کے تاجر

کاروبار والے مختلف لوگ ہوتے ہیں کسی سے پوچھو کیا کاروبار کرتے ہو وہ کہے گا گندم کا کاروبار کرتا ہوں، میں کپڑے کا کاروبار کرتا ہوں، کوئی کہے گا میں دودھ کا کاروبار کرتا ہوں۔ ٹی وی والوں سے، وی سی آر والوں سے، عید کارڈ بیچنے والوں سے چھاپنے والوں سے، گلوکاروں اور فنکاروں سے پوچھو تو وہ کہیں گے ہم بے حیائی کا کاروبار کرتے ہیں، تو یہ بے حیائی کے تاجر ہیں۔ بہر حال آپ سے گذارش ہے کہ آپ خود بھی اس لعنت سے بچیں اور اپنی اولاد کو بھی بچائیں۔

عید کے بارے میں فضائل اور مسائل تو سنتے ہی رہتے ہیں، میں صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ خوشی کا موقع ہے، اور اس خوشی کے موقع میں جہاں اپنے تمام جاننے والوں کو رشتہ داروں کو راضی اور خوش کرنے کی کوشش کرتے ہو اس موقع پر اللہ اور اللہ کے پیغمبر کو بھی راضی اور خوش کرنے کی کوشش کرو۔ مگر ہمارے ہاں ہر خوشی کے موقع پر اُلٹی گنگا بہتی ہے۔ ہر ایک کو راضی کرتے ہیں، مگر اللہ اور اس کے پیغمبر کو ناراض کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شادی بیاہ کے موقع پر سارے خاندان کو راضی رکھنے کی کوشش ہوتی ہے کوئی ناراض ہو تو اس کی طرف جر گے لے جا کر اس کو راضی کرتے ہیں۔ مگر ناچ گانوں کا انتظام کرا کر، وڈیو فلمیں بنا کر، کھڑے ہو کر کھلانے سے عورتوں کے مخلوط اجتماع سے اللہ اور اللہ کے پیغمبر کو ناراض کرنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ تو عید الفطر کا مبارک موقع ہے اس میں اگر کوئی نیکی کا کام نہیں ہو سکتا تو

کم از کم اپنے آپ کو گناہوں سے تو محفوظ کرلو۔ گناہوں سے بچنے کا پورا اہتمام کرو۔

آخری بات صدقۂ فطر

رمضان المبارک کے روزوں میں کوشش کے باوجود انسان سے کمی بیشی ہو جاتی ہے، اس کمی بیشی کے تدارک کے لئے اللہ پاک نے صدقۂ فطر مقرر فرمایا، اس کے ادا کرنے سے اللہ پاک رمضان میں ہونے والی کمی بیشی کو معاف فرما دیتے ہیں، اس لئے اس کو بڑے اہتمام کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔

صدقۂ فطر کے مختصر مسائل

صدقۂ فطر ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو عاقل بالغ اور نصاب کا مالک ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہو اس پر صدقۂ فطر فرض ہے، مگر زکوٰۃ اور صدقۂ فطر میں اہم فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ میں نصاب پر سال کا گزرنا ضروری ہے جبکہ صدقۂ فطر میں سال کا گزرنا ضروری نہیں۔ اگر عید کی رات بھی کسی کے پاس اتنا مال آ گیا جو نصاب کے بقدر ہو تو اس پر صدقۂ فطر فرض ہوگا۔ انسان کے اوپر اپنا اور اپنی نابالغ اولاد کا صدقۂ فطر ادا کرنا فرض ہے، بالغ اولاد کی طرف سے ادا کرنا ضروری نہیں۔ لیکن اگر دیدے تو ادا ہو جائے گا، شوہر پر بیوی کا صدقۂ فطر بھی واجب نہیں اگر دیدے تو ادا ہو جائے گا۔

صدقۂ فطر کا وقت

صدقۂ فطر کے وجوب کا تعلق عید الفطر کی طلوع صبح صادق سے ہوتا ہے۔

اس وقت جو دنیا میں تھا اس پر تو صدقۂ فطر واجب ہے جس کا انتقال عید الفطر کی رات کو ہوا اس کا بھی ادا کرنا ضروری نہیں اور جو بچے طلوع صبح کے بعد پیدا ہوئے ان کا بھی واجب نہیں۔

صدقۂ فطر کی مقدار

اگر گندم سے ادا کرے تو نصف صاع یعنی ایک کلو چھ سو باسٹھ گرام یا اس کی قیمت دے دے، اور اگر جو، جوار، کھجور، کشمش وغیرہ سے ادا کرے تو پورا صاع یعنی تین کلو تین سو چوبیس گرام دیدے یا اس کی قیمت دے دے۔ صدقۂ فطر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے زکوٰۃ کے بیان میں دیکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

ذو الحجہ

کا پہلا جمعہ

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل اور قربانی کا بیان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جَدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَحَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ، اَمَّا بَعْدُ :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ، وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً رَبِّ زِدْنِیْ عَملاً سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ .

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

آج کی اس مختصر نشست میں آپ کے سامنے تین باتیں عرض کرنی ہیں۔ (۱) عشرہ ذی الحجہ کے فضائل۔ (۲) تکبیرات تشریق۔ (۳) قربانی کے بارے میں چند غلط فہمیوں کا ازالہ۔

پہلی بات عشرہ ذی الحجہ کے فضائل

ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہونے والا ہے۔ رمضان کے آخری عشرہ کی طرح یہ عشرہ بھی بڑی فضیلت والا ہے۔ زمانے سارے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔ مگر وہ اپنی قدرت سے اور رحمت سے زمانے کے ایک حصے کو دوسرے حصوں پر فضیلت عطا فرماتے ہیں۔ رمضان کو سال کے باقی گیارہ مہینوں پر فضیلت عطا فرمائی

ہے۔لیلۃ القدر کو باقی راتوں پر پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جمعہ کے روز کو باقی ایام پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔اسی طرح عشرہ ذی الحجہ کو بھی اللہ پاک نے باقی ایام پر ایک خاص شان عطا فرمائی ہے۔

ان کی عظمت کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ پاک نے ان دس راتوں کی قسم اٹھائی ہے۔اب ظاہر ہے کہ اللہ پاک نے ان دس راتوں کی قسم اٹھائی ہے۔اب ظاہر ہے اللہ پاک کی بات تو یقینی ہے کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا تھا۔مگر اللہ پاک نے ان کی عظمت بیان کرنے کے لئے قسم اٹھائی ہے، کیوں کہ قسم کسی معمولی چیز کی نہیں اٹھائی جاتی۔

فرمایا ''وَالْفَجْرِ ''دسویں ذی الحجہ کی صبح کی قسم۔

''وَلَيَالٍ عَشْرٍ ''اور دس راتوں کی قسم۔

''وَالشَّفْعِ وَالْوِتْرِ ''اور جفت اور طاق کی قسم۔

جفت سے مراد دسویں کا دن اور طاق سے مراد نویں کا دن ہے۔ان دنوں کی الگ الگ قسم اٹھائی ہے کیوں کہ یہ بڑے فضیلت والے ہیں۔

عظمت کی دوسری وجہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔اللہ تعالیٰ کو عبادت کے اعمال کسی دوسرے دن اتنے محبوب نہیں جتنے ان دنوں میں محبوب

ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا " وَلَا الْجِهَادُ بِـا رَسُوْلَ اللهِ " آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جہاد سے بھی ان دنوں کی عبادت افضل ہے، ہاں مگر وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ شہید ہو جائے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ان دنوں میں سے ایک دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر ہے اور ایک شب کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔

اللہ اکبر، اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے، کتنا تھوڑا عمل کتنی تھوڑی محنت، اور کتنا زیادہ ثواب، یہ اس امت کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس کی عمر تھوڑی ہے، مگر یہ اللہ تعالیٰ کی پیاری امت، پیارے رسول کی امت، اللہ تعالیٰ اس امت کو نوازنا چاہتے ہیں۔ کہ عمر اس کی تھوڑی یہ کام تھوڑا سا کرے گی مگر بڑھ جائے گی سب امتوں سے۔

تو انسان کو محروم نہیں رہنا چاہئے، جتنا ہو سکے اتنا کرے سارے روزے نہیں رکھ سکتا تو جتنا رکھ سکتا ہے اتنا رکھ لے، ساری راتیں نہیں تو جتنی ہو سکیں اتنا ہی جاگ لے۔ مگر بالکل محروم نہ رہے، اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو کم از کم ان دس دنوں میں عشاء اور فجر کی نماز اسی ارادے سے جماعت کے ساتھ ادا کرے تو اللہ پاک کی ذات سے امید ہے وہ ضرور نوازیں گے، خاص کر کے نویں تاریخ یوم عرفہ کا روزہ، یہ دن اللہ تعالیٰ کو بڑا محبوب ہے، حاجی اس دن میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں،

پراگندہ بالوں والے سر سے ننگے، دو چادروں والے، میل والے۔ ان کو دیکھ کر اللہ تعالی کی رحمت کو جوش آتا ہے۔ اللہ پاک بڑے خوش ہوتے ہیں، تین مقامات پر اللہ کو ہنسی آتی ہے۔ ان مقامات میں اللہ پاک بڑے خوش ہوتے ہیں، ایک میدان عرفات میں، دوسرا صف اول کی طرف بھاگنے والوں کو دیکھ کر، تیسرا میاں بیوی میں سے جو کوئی ایک دوسرے کو اٹھائے تہجد کی نماز کے لئے۔

تو یوم عرفہ اللہ کو بڑا محبوب ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یوم عرفہ کا روزہ رکھے گا۔ مجھے امید ہے کہ اس کے لئے ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ آنے والے گناہوں کے لئے کفارہ بن جائے گا۔ مگر گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ تو بہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے تو ان دنوں میں توبہ کا بھی اہتمام کرے۔

عظمت کی تیسری وجہ یہ ہے، کہ ان دنوں میں اللہ پاک نے دو عبادتیں ایسی مقرر فرمائی ہیں جو ان دنوں کے سوا پورا سال نہیں ہوسکتی۔ پہلی عبادت حج، دوسری عبادت قربانی۔

یہاں دو باتیں اور سمجھنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس نے قربانی کرنی ہو وہ یکم ذو الحجہ سے لے کر قربانی کرنے تک بدن کے زائد بال اور ناخن نہ کاٹے تا کہ حجاج کرام سے مشابہت پیدا ہو جائے۔ جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آیا ہے۔

دوسری بات تکبیراتِ تشریق کے بیان میں:

دوسری بات یہ کہ نویں ذی الحجہ کی صبح سے لے کر تیرھویں کی عصر تک تکبیرات ایک مرتبہ بلند آواز سے ہر نماز کے بعد پڑھنا واجب ہے۔ مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی، البتہ عورتیں آہستہ آواز سے پڑھیں، مردوں کو تو مسجد میں یاد رہ جاتا ہے۔ عورتیں اپنے سامنے لکھ کر لگوائیں۔ وہ تکبیرات یہ ہیں۔

"اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ"

تیسری بات قربانی کے بارے میں چند غلط فہمیاں

(۱)...... مرد اور عورت ہر ایک پر الگ الگ قربانی واجب ہے۔ اگر دونوں صاحب نصاب ہوں۔ اسی طرح اولاد اور والدین پر الگ الگ واجب ہے اگر ان کا حساب کتاب الگ الگ ہو۔ لیکن اگر بیٹے کما کر والدین کو دے رہے ہوں اور سب کا خرچہ مشترک چل رہا ہو تو پھر ایک قربانی واجب ہوگی۔

(۲)...... واجب قربانی چھوڑ کر والدین مرحومین کے لئے نفلی قربانی کا بھی بہت رواج ہے۔ وہ اپنی جگہ پر صحیح ہے مگر سب سے پہلے اپنی واجب قربانی کرے۔ اس کے بعد ان کے لئے بھی کریں، ورنہ اپنی قربانی چھوڑنے کے بارے میں ضرور پوچھ ہوگی۔

(۳)...... یہ غلط فہمی بھی لوگوں کے ذہن میں ہوتی ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ

قربانی نام ہے صرف جانور کے ذبح کرنے کا، اور اس کا خون بہانے کا، اور گوشت کھانے اور تقسیم کرنے کا، پس اس سے آگے وہ نہ کچھ سوچتے ہیں، اور نہ شیطان ان کو کچھ سوچنے کا موقع دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ واجب تو ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن قربانی کا اصل جو مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہوتا۔ دسیوں جانور ذبح کرنے والے، اور ہر سال قربانی کرنے والے کی عملی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ تو میرے دوستو قرآن وحدیث کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قربانی صرف جانور ذبح کرنے کا نام نہیں، بلکہ قربانی نام ہے اللہ کے حکم کے سامنے اپنی سب سے پیاری چیز کو قربان کر دینے کا، اللہ کے حکم کے سامنے اپنی محبوب ترین چیز قربان کر دینا اس کو قربانی کہتے ہیں۔ چاہے وہ پیاری چیز نفسانی خواہشات ہوں، چاہے مال ہو، چاہے اولاد ہو، چاہے اولاد کی محبت ہو، چاہے جانور ہوں، چاہے زمانے کے رسم ورواج ہوں، چاہے اپنے خاندان کی چاہتیں ہوں، چاہے اپنے دوست واحباب کو راضی کرنے کی خواہش ہو، جو چیز بھی اللہ کے حکم سے ٹکرائے اس کو قربان کر دینا، اس کو قربانی کہتے ہیں۔

جن کی یادگار کے طور پر ہم قربانی کرتے ہیں، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ان کی پوری زندگی کا مطالعہ کریں تو حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی۔

سب سے اول تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے سامنے اپنے اولاد کی محبت کو قربان کر دیا۔ دوسرے نمبر پر اپنی جان کی محبت کو قربان کرنے پر تیار ہو گئے، تیسرے نمبر پر وطن کی محبت کو قربان کر دیا۔ چوتھے نمبر پر جب حضرت

اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کو اور اپنی بیوی حضرت ہاجرہ کو جنگل بیابان میں چھوڑنے کا حکم ہوا، تو اللہ کے حکم کے سامنے اپنی اولاد اور بیوی کی محبت کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ پانچویں نمبر پر اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا۔ تو اس کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی، اللہ کا حکم سن کر اپنی پیاری سے پیاری چیز کو قربان کرنے پر تیار ہو گئے۔

اب ہم ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور غور کریں، اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی کا مطالعہ کریں تو صورت حال بالکل الٹ نظر آ رہی ہے، دسیوں جانور قربانی کرنے والوں کی زندگی کو دیکھا جائے تو دوربین لگا کر بھی دین کی کوئی ادنیٰ جھلک نظر نہیں آتی۔ قربانی تو نام تھا اپنی محبوب ترین چیز کو اللہ کے نام پر اور اللہ کے حکم پر قربان کرنے کا اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنی معمولی تمنا پر اور معمولی معمولی خواہشوں پر اللہ کے بڑے بڑے حکموں کو قربان کر دیتے ہیں۔

صبح کی اذان ہوئی، اللہ کا منادی آواز لگاتا ہے۔

"الصلوۃ خیر من النوم"

مگر ہم اپنی میٹھی نیند کو اللہ کے حکم پر قربان نہیں کر سکتے۔ اللہ کے حکم کو اپنی نیند پر قربان کر دیتے ہیں، شادی کا مسئلہ ہو یا غمی کا مسئلہ ہو دنیا والوں کو راضی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کو قربان کر دیتے ہیں۔

تو میرے دوستو! فرض تو اس طرح ادا ہو جائے گا، مگر قربانی کا اصل مقصد حاصل نہیں ہوگا، ہم تنہائی میں بیٹھ کر سوچیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اگر یہ قربانی تھوڑی سی تبدیلی لا سکے تو غنیمت ہے، اگر پہلے سو حکم توڑتے تھے تو دس کی کمی ہو جائے۔ دس گناہوں کی کمی ہو جائے تو کچھ نہ کچھ مقصد تو حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر ہم ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ ہوں، تو قربانی کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

پھر وہ دنبہ ہمیں زبان حال سے پکارتا ہوا جائے گا، مجھے ذبح کرنا، میرے گلے پر چھری چلانا آسان تھا۔ کیوں کہ جب تیری پیسوں سے پھری ہوئی ہے۔ میرے جیسے کئی میرے بھائی بھی خرید کر تو ان کے گلے پر چھری چلا سکتا تھا۔ مگر افسوس تو اپنی خواہش کو ذبح نہیں کر سکتا تھا، اپنی چاہتوں کو اپنی تمناؤں کو ذبح نہیں کر سکتا تھا۔

(۴)...... چوتھی غلط فہمی پرویزیوں کی پھیلائی ہوئی ہے۔ کہ اس رسم قربانی پر غریب قوم کا لاکھوں روپیہ خرچ ہو جاتا ہے، ضائع ہو جاتا ہے۔

جواب:- ہر عبادت کی ایک شکل ہوتی ہے۔ اور ایک اس کی روح ہوتی ہے۔ قربانی کی شکل خون بہانا ہے، اور روح اخلاص ہے۔ روزے کی شکل کھانے پینے سے رکنا اور روح اخلاص ہے۔ نماز کی شکل قیام رکوع سجود اور اس کی روح اخلاص ہے۔ زکوٰۃ کی شکل مال خرچ کرنا اور روح اخلاص ہے۔ حج کی شکل بیت اللہ کا طواف کرنا اور روح اخلاص ہے۔

اب ان ساری عبادتوں میں اگر روح اور شکل نہ ہو تب بھی دربار الٰہی میں مقبول نہیں ہو سکتی اور اگر روح ہو اور شکل نہ ہو تب بھی مقبول نہیں۔ قربانی کی شکل

خون بہانا ہے اور روح اخلاص ہے۔

اب قربانی کے جانور پر مثلاً پانچ ہزار خرچ ہوتا ہے تو ایک آدمی پانچ ہزار سے جانور تو خرید کر ذبح نہیں کرتا۔ مگر پانچ لاکھ بلکہ پانچ کروڑ اللہ کے راستے میں غرباء میں صدقہ اور خیرات کر دیتا ہے تو اس کو قربانی کا ثواب نہیں مل سکتا۔ بلکہ واجب کے چھوڑنے کی پوچھ ہوگی حساب دینا ہوگا۔ پھر قربانی کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ پیسے خرچ کرنے سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی، قربانی کے جانور کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اون بھی، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اون بھی۔ اب اندازہ کرو بالوں کو کوئی گن سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مکتبہ فریدیہ

ای سیون اسلام آباد - پاکستان

051 - 2653178 | 0306-8139566

maktabafaridia456@gmail.com